

یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پو بجا کا تھانہ وہ خالد کی پیچ و پکار تھی

قرآن مجید

صَاعِقَةُ الرِّضَا عَلَى

صلی اللہ علیہ وسلم

أَعْدَاءِ الْمُحْصِطَفِيِّ

المعروف

مطالعہ بریلویت کی جھلکیاں
ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم و حواس کے آئینے میں

خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عبد الوہاب خان قادری رضوی مدظلہ العالی

از

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شرفِ انتساب

فقیر اپنی اس ناچیز تالیف کو اپنے مرشدِ کریم فقیہ العظیم فرید الدوراء قطبِ زماں و ستیگر یکساں سیدی و سندی و مرشدی علامہ مولانا آلِ رحمن محمد مصطفیٰ رضا خاں المعروف مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ و (رضاءِ عنہا کے نامِ نامی و اسمِ گرامی سے منسوب کرتا ہے جن کے فیضانِ کرم نے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو قعرِ ضلالت و گمراہی سے نکال کر ہدایت و نجات کی راہ پر لگادیا اور ساغرِ ایمان و عرفان عطا فرمایا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شاہا چہ عجب گر بر نواز ند گدارا

سگِ بارگاہِ رضا ابو الرضا

محمد عبد الوہاب خاں القادری الرضوی غفرلہ

اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا ومولانا محمد
معدن الجود والكرم واله العظام واصحابه الكرام
اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

شفيع ، مطاع ، نبی کریم
قسیم ، جسیم ، نسیم ، وسیم

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنٰت جمیع خصالہ صلوا علیہ والہ

ص چ غم دیوار امت را کہ دار چون تو پشتیاں
چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیاں

سبحان اللہ ! کیے مبارک وہ نفوس ہیں جن کے قلوب
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہیں۔ اٹھتے
بیٹھتے سوتے جاگتے ہر آن ان کی محبت ان کے دلوں میں موجود اور ان
کی مدح سرائی اور ثناء خوانی میں فر محسوس کرتے ہیں، کہتے ہیں:

ص قصدا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے

جو ان کی راہ میں جائے وہ جاں اللہ والی ہے

یقیناً یہی لوگ سچے مومن یکے مسلمان ہیں ان لوگوں کی
اگر کسی سے محبت ہے تو اللہ کے لئے اور اگر عداوت ہے تو اللہ ہی
کے لئے ہے۔ ان کی جدوجہد کا مقصود اللہ عزوجل کی کبریائی اور

محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عصمت کی حفاظت کرنا اور پہرہ دینا ہے اگر کسی نے بھی اللہ اور اس کے رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس کے خلاف کوئی بات کی اسی سے ان کی عداوت ہے۔ معاندین اسلام نے ان حضرات کو ”بریلوی“ کے نام سے موسوم کیا۔ ان دشمنان دین و اعدائے مسلمین کے مذہب نامذہب کی اساس ہی توہین رسالت اور محبوبان اللہ عزوجل کی شان مبارک میں گستاخی ہے جن کو سارے مسلمان دیوبندی و بابی کے نام سے جانتے ہیں۔ برصغیر (ہندوپاک) میں ان و بابیہ دیا بند کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ”تقویت الایمان“ میں لکھ دیا ہے کہ:

”یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا

ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی

زیادہ ذلیل ہے۔“

(تقویت الایمان۔ صفحہ ۲۰۔ مطبوعہ مکتبہ الاسلام و سن پورہ لاہور)

دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا مولوی اسماعیل ”چار“ کو مخلوق نہیں سمجھتا؟ چار مخلوق میں داخل ہے پھر یہ کہہ دینا کہ معاذ اللہ ہزار بار معاذ اللہ کہ انبیاء مرسلین بلکہ ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو مخلوق میں بڑے (عزت والے) ہیں ان پر چار کو ترجیح دینا اور چار سے زیادہ ذلیل بتانا کون سی مسلمانی ہے۔ اللہ عزوجل تو قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون ۝

”یعنی اور عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور

مسلمانوں ہی کیلئے ہے مگر منافقین نہیں جانتے۔“

(سورہ منافقون، آیت ۳۰، پارہ ۲۸)

مسلمان غور فرمائیں کہ اللہ عزوجل، رسول اور مسلمان کو عزت والا فرما رہا ہے اور مولوی اس کے خلاف بڑی مخلوق انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین و عباد اللہ الصالحین سب کو معاذ اللہ چار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے۔ دیوبندیوں کے غوث اعظم، قطب ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی اس کتاب ”تقویت الایمان“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کتاب ”تقویت الایمان“ نہایت عمدہ

کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب

ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور

احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل

کرنا عین اسلام ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ کامل، صفحہ ۴۱)

عزیزان گرامی! مذکورہ عبارات قرآن حکیم اور تقویت الایمان بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ کیا تقویت الایمان، قرآن کریم کا رد بلیغ نہیں؟ معلوم ہوا کہ تقویت الایمان اصل میں ”تقویت الایمان“ یعنی ایمان کو قوت کرنے والی کتاب ہے جسکو سارے وہابی مقلد جیسے کہ

دیوبندی وغیرہ۔ غیر مقلد المحدث وغیرہ کتاب ”تقویت الایمان“ کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ یہ کتاب تمام وہابیہ کے مذاہب کی پہچان ہے۔ مولوی عبید اللہ سندھی جو المحدث (غیر مقلد) ہیں لکھتے ہیں:

”مولانا اسماعیل شہید نے اپنی عربی

کتاب رد الاشراک کا ترجمہ ”تقویت الایمان“

کے نام سے کیا۔ یہ کتاب اگر پانچ سو برس پہلے

لکھی جاتی تو ہندوستانی مسلمان دنیا کے مسلمانوں

سے بہت آگے بڑھ جاتا۔“

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۹۸)

جب محبوبان اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی اور اللہ سبحان و قدوس پر امکان کذب کے فتنے برپا ہوئے تو اللہ عزوجل نے ان تمام فرقہ باطلہ کی سرکوبی کے لئے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرزمین بریلی شریف میں پیدا فرمایا جس نے مسلمانوں کو اخوت و محبت کا جام پلایا اور اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام محبوبان اللہ عزوجل کی عظمت کا ڈنکا بجایا اور گمراہ گروں کے مکرو فریب سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ان کے مکائد اور منافقانہ افکار سے نقاب اٹھایا اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو تمام لوگوں خواہ ماں باپ ہوں یا اولاد و اصحاب بلکہ اپنی جان سے زیادہ محبت کا درس دیا اور جان کو ان پر قربان کرنے کی دلوں میں

آرزو پیدا کی ، فرماتے ہیں :

ص کروں تیرے نام پر جان فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
غور فرمائیے ! جس کے قلب میں اللہ عزوجل اور اس کے
پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتنی عظیم محبت ہو اس کے
عشق کا عالم کیا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین کو بھی آپ کے عشق کی
داد دینا پڑی۔

جس کی محبت کا یہ عالم ہو وہ بھلا اپنے محبوب کی شان اقدس
میں گستاخی تو کیا استخفاف بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ اللہ سبح و قدوس
کی ذات پاک پر امکان کذب کا گھناؤنا حملہ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی اہانت کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ وہ ان گستاخانِ زماں کی
سرکوبی کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ اس کا گفتار و کردار دشمنانِ دین
گستاخانِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سروں پر بجلی بن کر
گرتا رہا۔ کما قال :

ص کلک رضا ہے خبر خونخوار برق بار

اعدا سے کھدو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ اللہ سبح و قدوس کی کبریائی
اور اسکے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصطفائی
کے گرد سپرہ دیتا رہا اور مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کرتا رہا۔

گاندھی کی آندھی اور کانگریس کے کید نے، جبکہ علماء دیوبند، اس کے ساتھ تھے کیسا ظلم ڈھایا۔ مسلمانوں کی تباہی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس حال زار کو دیکھ کر امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تڑپ جاتے ہیں اور مسلمانوں کو یوں رہبری فرماتے ہیں:

”لایینھکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی
 مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ انھیں
 اپنا انصار بناؤ۔ ان کے گھرے یار غار ہو جاؤ۔ ان
 کی طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھراؤ۔ ان کی جے
 پکارو۔ ان کی حمد کے نعرے مارو۔ انھیں مساجد
 مسلمین میں بادب و تعظیم پہنچا کر مسند مصطفیٰ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر مسلمانوں سے
 اونچا اٹھا کر واعظ و ہادی مسلمین بناؤ۔ ان کا
 مردار جیفہ اٹھاؤ۔ کندھے پر ٹکلی (لاش) زبان پر جے
 یوں مر گھٹ میں پہنچاؤ۔ مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ
 ان کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے
 اعلان کراؤ۔ ان کی موت پر بازار بند کرو۔ سوگ
 مناؤ۔ ان سے اپنے ماتھے پر قشقے (تلک) لگواؤ۔
 ان کی خوشی کو شعار اسلام (گلے کی قربانی) بند
 کراؤ۔ گلے کا گوشت کھانا گناہ ٹھراؤ۔ کھانے

والوں کو کمینہ بتاؤ۔ اسے مثل - وَر کے گناؤ۔ خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔ واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ۔ اسے معاذ اللہ رام یعنی ہر شے میں حلول کئے ہوا ٹھراؤ۔ قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ۔ دونوں کی پوجا کراؤ۔ ان کے سر غنہ (گاندھی) کو کھو خدا نے ان کو تمھارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے یوں معنی نبوت جاؤ، اللہ عزوجل نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی تو فرمایا:

انما انت مذکر ”تم تو نہیں مگر مذکر۔“
اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ ہاں بچایا۔ اسے یوں دکھایا۔ نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود صاف کہہ دیا بلکہ اس کی حمد میں یہاں تک اونچے اڑے کہ ”خاموشی از شنائے تو حد شنائے تست۔“ صاف کہہ دیا کہ: ”اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا۔“ صاف کہہ دیا کہ ”ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز

اٹھا دیگا۔“ صاف کہہ دیا کہ ”ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاک کو مقدس علامت ٹھہرائے گا۔“
 صاف کہہ دیا کہ ”ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی۔ کیا آیتہ کریمہ لاینہکم میں ان ملعونات و کفریات کی اجازت دی تھی۔“
 (الحجۃ المومنہ، ص ۵۴)

امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات میں کیسا درد و کرب ہے۔ وہ ملت اسلامیہ کے لئے بے چین و مضطرب نظر آتے ہیں۔ وہ ساری عمر دشمنان دین و اعدائے مسلمین سے قلمی جہاد کرتے رہے۔ جہاں کسی فتنے نے سر اٹھایا انھوں نے اپنے قلم برق بار سے اس کا سر اڑایا۔ کسی فتنہ گرنے ان سے مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا۔ جب دشمنان دین متین اور اعدائے مسلمین، امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل و براہین سے پسپا ہو کر روباہ فتنہ انگیز کی مثل دم دبا کر بھاگے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا تو دشنام طرازی اور بہتان تراشی پر کمر بستہ ہو کر مسلمانوں کو دجل و فریب سے بہکایا نہ نیا فتنہ اٹھایا اور ہر قسم کا اتہام لگایا۔ کذب و افرا کی یہ تحریک اس وقت سے آج تک جاری ہے۔ ہر کذاب و مفتری اس اکھاڑے کا کھلاڑی ہے۔ ہر نئی تلبیس کا پہلوان پچھلوں پر بھاری ہے۔ جسے دیکھو وہ دیو کا پجاری ہے۔ عمر ساری یونہی گزاری ہے۔

حال ہی میں ایک نئی کتاب کذب و اقرا کا ذخیرہ لا جواب دجل و فریب کا ایڈٹا شاپ ”مطالعہ بریلویت“ ظلمت آب کسی ڈاکٹر خالد محمود کے علم و فہم کا قلمی شاہکار، کا جستہ جستہ مطالعہ کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مفلس بے علم و فہم کو عبارات نقل کردہ پڑھنے کی بھی صلاحیت نہیں وہ اسکا مفہوم و مطلب کیا جانے، بطور نمونہ از خردوارے ملاحظہ کیجئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں
مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب
قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں
اسے فاتحہ کہتے ہیں اولیائے کرام کو جو ایصال
ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں
(پھر اس عبارت پر تبصرہ کرتا ہے) ثواب کا لفظ
اس عبارت میں قرآن مجید کے ساتھ ہے یہ
ثواب تنہا بھی پہنچتا ہے اور ان کے ہاں کھانے
کے ساتھ بھی یعنی قرآن پڑھنے کا یہ ثواب اور کھانا
دونوں مرحوم کو پہنچ جاتے ہیں۔ مولانا احمد رضا
خاں نے یہاں اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے
میں ذکر کیا ہے کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟
یا مسلمان وہی ہوتا ہے جو بریلویوں کے سوا سب

”مسلمانوں کو کافر سمجھے۔“

(مطالعہ بریلویت، ص ۲۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مفلس کو عبارت پڑھنے کی بھی لیاقت نہیں اگر پڑھنا جانتا تو ایسی فحش بکو اس نہ کرتا۔ اعلیٰ حضرت فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مسلمان کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب اگرچہ صرف قرآن شریف پڑھ کر ایصال کیا جائے یا کھانے کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت بھی کی جائے ان کا ثواب مسلمان کو مرنے کے بعد پہنچانا ”فاتحہ“ کہلاتا ہے۔ مزید براں اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً ”نذر و نیاز“ کہتے ہیں۔ ڈاکٹر بکت ہے کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا الخ۔ بے چارے مفلس کنگال کو ”مترادف“ اور ”مشتراک“ اور ”مقابلے“ کی بھی تمیز نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ دیوبندی حضرات کفار و ہنود کو اپنا یار غار بناتے۔ مذہبی مجالس و محافل کی صدارت کے لئے ان کو بلاتے جیسے کہ صد سالہ جشن دارالعلوم دیوبند کے موقع پر اندرا گاندھی کو صدارت کے لئے منتخب فرمایا تو دیوبندی دھرم میں تو کافر کو جو چاہیں کہیں، مگر مسلمان کافر کو اولئک ہم شر البریہ ۰ مخلوق میں بدتر جانتا ہے۔ یہی ڈاکٹر دوسری جگہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عبارت ”حلوہ بیز و بصلحی خوراند“ کی تشریح کرتا ہے:

”حلوہ پکائے اور صلحی کو کھلائے، یہ نہیں

کہ غرباء کو کھلائے یہ اس لئے کہ حلوہ صلیحا کا حق ہے اس حلقے میں مولانا احمد رضا خاں، حسن میاں، حافظ خلیل حسن، مولانا حامد رضا خاں، حسنین رضا خاں صلیحا سمجھے جاتے تھے ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ اس حلوے کا حقدار کون ہو گا غریب اور مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں یہ صرف صلیحا کے لائق ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۳۴)

بے چارہ علم سے کورا فم سے عاری یہ بھی نہیں جانتا کہ صلیحا کس کو کہتے ہیں اس کے نزدیک صلیحا بمعنی امراء اور رؤسا ہیں اسی لئے تو کہہ رہا ہے کہ ”غریب اور مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں“ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ یہ نادار غرباء و مساکین کو بدکار عاصی جانتا ہے اسے اتنی بھی عقل نہیں کہ صالحین میں کون سے مسلمان داخل ہیں کیا غرباء و مساکین میں صالحین نہیں ہوتے؟ بدیں عقل و دانش بباہر گریست۔ سورج کے سامنے چمگادڑ کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس کے فیض نور سے محروم ہے:

ص گر نہ بیند بردز سپرہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حق تو یہ ہے کہ عالم کو عالم ہی جانتا ہے جاہل کیا جانے اگر

اس کو اپنی ڈاکٹر کی ڈگری پر غرور ہے تو اس کے مقابل دوسرے ڈاکٹر صاحبان کی آراء ملاحظہ فرمائیے جن کے حضور یہ ڈاکٹر کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا:

دانشمند ڈاکٹروں کے تاثرات

ڈاکٹر خالد محمود کے لغویات اور کذب و اقرا اور علم و فہم کے مقابل زمانے کے معروف چند ڈاکٹروں کے تاثرات ملاحظہ کریں:

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں :- ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ لیٹ۔ سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد پاکستان۔ فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انکے فضل و کمال ذہانت و فطانت طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء فضلاء یونیورسٹیوں کے اساتذہ محققین مستشرقین نظروں میں نہیں جھپتے۔ مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا تھا وہ کونسا فن جس سے وہ واقف نہیں تھے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۲ بحوالہ ہفت روزہ افق)

کراچی۔ شمارہ ۲۲ تا ۲۸ جنوری ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۵)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں جن کی ڈگریاں ڈاکٹر خالد محمود سے زائد اور تجربہ کار دانشور، ان کے حضور ڈاکٹر خالد محمود کیا چیز ہیں۔ جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی اس تحریر کو مطالعہ فرمائیں گے اس تحریر کے سامنے ڈاکٹر خالد محمود کو کیا کہیں گے۔

۲۔ ڈاکٹر الہی بخش اختر اعوان۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لندن
پشاور پاکستان فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا ہر پہلو اس

قدر وجہ و ذوق ہے ہر جہت میں قدر جامعیت و مانعیت ہے کہ اہل فکر و نظر کیلئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان جہات میں وہ کونسی جہت ہے جو سب سے زیادہ دلکش ہے۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسا کل ہے جسکا ہر جزو اس درجہ وسیع و بسیط ہے کہ دیکھنے والے کی نظر و فکر اس ایک ہی جزو کی وسعتوں اور پہنائیوں میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۳)

مثل مشہور ہے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔ اسی طرح عالم کو عالم (صاحب علم) ہی جانتا ہے جاہل عالم کو کیا جانے کہ وہ خود کو نہیں پہچانتا۔

۳۔ ڈاکٹر علامہ علاء الدین صاحب صدیقی۔ وائس چانسلر پنجاب

یونیورسٹی لاہور فرماتے ہیں:

”جس طرح احیان عالم میں دین اسلام
ہے اسی طرح اسلام کے جملہ فرقوں میں اہلسنت کو
خاص حیثیت حاصل ہے۔ جب دین کی قدروں کو
نیچے گرایا جا رہا تھا اس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں
قادری آگے بڑھے اور انھوں نے دین کی قدروں
کو صحیح مقام پر ثبات بخشا۔ اعلیٰ حضرت فاضل
بریلوی امام اہلسنت تھے اس لئے مسلمانوں کو
فاضل بریلوی کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔“
(حیات مولانا احمد رضا خاں - ص ۱۵)

۴۔ ڈاکٹر سید عبداللہ بی۔ ایم۔ اے، ڈی۔ لٹ چیئرمین شعبہ دائرۃ
المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور فرماتے ہیں:

”عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان
ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن
حکیم اور حدیث نبوی ہو وہ ترجمان علم و حکمت
نقیب حق و صداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے
اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد
رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالم دین تھے تو یہ
مبالغہ نہ ہو گا بلکہ حقیقت کا اعتراف ہو گا۔ وہ

بلاشبہ جید عالم بہتر حکیم عبقری فقیہ صاحب نظر
مفسر عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں - ص ۱۴)

۵۔ ڈاکٹر وحید اشرف :- ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ برودہ
یونیورسٹی بھارت فرماتے ہیں :

”دنیاۓ اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی
نہیں جنہوں نے اپنے علم و عقل اور بصیرت سے
ساری دنیا کو مستفیض و متحیر کیا ہے ابن سینا ،
عمر خیام ، امام رازی ، امام غزالی ، البیرونی ، فارابی ،
ابن رشد ، وغیرہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے علمی
کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائے گا۔ ان
میں کوئی فلسفہ حکمت کا امام ہے کوئی ریاضی و
ہیئت کا کوئی فلسفہ اخلاق کا اور فلسفہ یونان کا
لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت
سرزمین ہندوستان میں پیدا ہوئی اور موجودہ
صدی ہی میں اس نے اس دنیا کو الوداع کہا ۔
مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت ایسی پہلودار اور
جامع علوم ہے کہ آپ کے کسی پہلو پر سیر
حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی اس سے

عمدہ برآ ہو سکتا ہے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ص ۱۲)

کیوں ڈاکٹر! کچھ سمجھ میں آیا اگر نہ آیا ہو تو کسی پڑھے لکھے سے ہی سمجھ لیجئے:

۶۔ علامہ عبدالحمید ششیخ الجامعۃ النظامیہ حیدرآباد دکن بھارت فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب سیف الاسلام اور مجاہد اعظم گزرے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ تھے۔ آپ کا مسلمانوں پر احسان عظیم ہے کہ ان کے دلوں میں عظمت و احترام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء امت کے ساتھ وابستگی برقرار ہے۔ خود مخالفین پر بھی اس کا اچھا اثر پڑا اور ان کا گستاخانہ لب و لہجہ ایک حد تک درست ہوا۔ بجا طور پر آپ امام اہلسنت والجماعت ہیں۔ آپ کی تصانیف علوم کا ایک بحرِ زار ہے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ص ۱۳)

ڈاکٹر صاحب بار بار مطالعہ فرمائیں، ہو سکتا ہے کہ سمجھ میں آجائے ورنہ کسی سے سمجھ لیں۔

۷۔ ڈاکٹر ملک زادہ منظور صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
لکھنؤ یونیورسٹی بھارت فرماتے ہیں:

”مجدد اسلام حضرت مولانا احمد رضا خاں
اگر ایک طرف علمی زہد و تقویٰ اور روحانی
تصرفات کے معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی
بے پناہ محبت و عقیدت بھی مثالی تھی۔ انھوں
نے اپنی علمی اور دینی صلاحیتوں سے مسلمانوں
میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت
ہماری پوری صدی دے رہی ہے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۱۵)

ملاحظہ فرمائیے کہ شیخ الجامعۃ النظامیہ حیدرآباد علامہ عبدالحمید
صاحب اعلیٰ حضرت کو سیف الاسلام اور مجاہد اعظم اور اہلسنت کے
مسلک و عقائد کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ فرما رہے ہیں اور ڈاکٹر
منظور صاحب اعلیٰ حضرت کو مجدد اسلام اور شجر علمی و زہد و تقویٰ کا
معیاری نمونہ بتا رہے ہیں۔ ان حضرات کے علم و دانش کے حضور
ڈاکٹر خالد محمود پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے، اور لیجئے:

۸۔ ڈاکٹر محی الدین الوائلی جامعہ ازہر قاہرہ مصر فرماتے ہیں:

”پرانا مقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو

چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں ”تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی“ لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے برعکس ثابت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۲۵)

۹۔ ڈاکٹر سلیم قریشی :- ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، ریڈر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھارت فرماتے ہیں:

”کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الہی اور نظر کردگان رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس محبوب زمرے میں ایک مقام عالی رکھتے ہیں ایسا بلند مقام کہ انھیں ”حسان المند“ کے مبارک لقب سے یاد کیئے بغیر ان کے بے پناہ جذبہ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی وجد آفرین نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ص ۲۰-۲۱)

۱۰۔ ڈاکٹر حامد علی خاں :- ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، ریڈر شعبہ

عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھارت فرماتے ہیں:

”امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحب
قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے عہد کے لاثانی
صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ آپ کی ذود نویسی
برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ
تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور
مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوب حسن انجام
دے کر فضلاء وقت کو انگشت بدنداں کر دیا۔“

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی - ص ۲۱)

ہم نے چھبیس میں سے صرف دس ڈاکٹروں کے تاثرات
ایک ہی کتاب ”حیات مولانا احمد رضا خاں“ (مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد
مسعود احمد صاحب) سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے
ماسوا دوسری کتابوں سے اہل علم و دانش کے تاثرات نقل کئے جائیں
تو ایک ضخیم کتاب بن جائے ماسوا ان کے علماء عرب و عجم کے مقالہ
جات اور افکار و نظریات امام احمد رضا کے متعلق بے حد و بے شمار ہیں
جن کی آج تک کوئی تفصیل مکمل منظر عام پر نہ آئی کیا نہ دیکھا کہ آل
انڈیا سنی کانفرنس جس میں علماء و مشائخ جن کی تعداد پانچ ہزار تھی اور
سامعین و حاضرین کی تعداد لاکھوں کے سوا وہ سارے کے سارے امام
احمد رضا کے ہم مسلک اور ان کو اپنا امام و پیشوا ماننے والے تھے۔

جس کی رکنیت کی شرط نہیں کہا گیا کہ سنی وہ ہے جو متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم صاحب فرنگی محل، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔ علاوہ ازیں سنی کی تعریف سنی کانفرنس مراد آباد منعقدہ ۱۹-۲۰ شعبان ۱۳۵۸ھ ۳-۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء کے اجلاس میں یوں قرار پائی:

”سنی سے مراد وہ حقیقی مسلمان اور قدیم طریقے کا مسلمان ہے جس طریقے پر تمام فقہاء اور اکابر اولیاء حضور سیدنا غوث اعظم و حضرت داتا علی جویری گنج بخش اور حضور خواجہ غریب نواز و حضرت بہاؤ الدین نقشبند و سلاطین اسلام میں سے سلطان محمود غازی اور سلطان اورنگ زیب غازی و امثالہا اور قریب زمانے فرنگی محل کے مشابیر علماء میں سے حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت مولانا فضل رسول بدایونی و حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی و اعلیٰ حضرت عظیم البرکت

امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ محمد احمد
 رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
 مسلک پر قائم رہے۔“
 (خطبات - ص ۸۶)

۱۱۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں :
 ”ہندوستان کے دور آخر میں اعلیٰ حضرت
 رحمۃ اللہ علیہ جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں
 ہوا۔ میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ
 رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ ان کی
 ذہانت ، فطانت ، جودت طبع ، کمال فقہیت ،
 علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا
 ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی
 سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار
 بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں۔ انہیں اپنے
 شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا
 رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں - ص ۹۴)

مرتبہ مولانا یسین اختر مصباحی - الجامعہ اشرفیہ مبارکپور بھارت)

۱۲۔ ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر ضیا الدین والس چانسلر مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ بھارت ۱۰، علحضرت کے متعلق فرماتے ہیں:

”اپنے ملک میں معقولات کا جب اثنا
بڑا اکسپرٹ موجود ہے تو ہم نے یورپ جا کر جو کچھ
سیکھا وقت ضائع کیا۔“

نیز فرماتے ہیں:

”میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے
ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلہ کے
حل کے لئے جرمن جانا چاہتا تھا۔ اتفاقاً ہمارے
دینیات کے پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب
نے میری رہنمائی فرما دی اور میں یہاں (بریلی)
حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس
مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ص ۹۷)

۱۳۔ ڈاکٹر سید اوصاف علی صاحب ناظم انڈین انسٹی ٹیوٹ آف
اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی فرماتے ہیں:-

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی رحلت کو کم
و بیش نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرا۔ افسوس
ہے کہ اس قلیل مدت میں ہم نے ایسے باکمال
عالم اور بے مثل شخصیت کو بھلا دیا اسکی سب سے

بڑی وجہ غالباً انکی راسخ الاعتقادی ہے جس کے
آگے کسی مخالف کے افکار کا چراغ نہ جل سکا۔
(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۵۶)

۱۴۔ پروفیسر عزیز احمد صاحب ہل یونیورسٹی انگلینڈ فرماتے ہیں:

” اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی
کی تصانیف کی کمالات علمیہ اور خدمات دینیہ پر
تحقیقات کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے عوام و
خواص کو صحیح طور پر متعارف کرانا صرف اہلسنت
والجماعت ہی کی خدمت کرنا نہیں بلکہ اصل میں
آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے دیئے ہوئے دین کی اشاعت کرنا
اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مذہب کی نمائندگی کرنا ہے۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۰۷)

ان عبارات منقولہ سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت
امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے دیئے ہوئے دین کے سچے محافظ اور ناشر تھے اور امام
اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور حنفی مسلک کے حامی و
محافظ تھے اس کے خلاف ڈاکٹر خالد محمود کا دین جدید (جو صنم خانہ

دیوبند میں پیدا ہوا) کا شاہکار ہے۔

ہم نے صرف چند اہل علم و دانش کی آراء کو نقل کیا جو مزید مطالعہ کرنا چاہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع لائے اس کے ماسوا علماء عرب و عجم جو علم و عرفان کے روشن مینارے ہیں۔ علماء حجاز کے متعلق شیخ الدلائل محمد عبدالحق صاحب مہاجر کی اپنے تاثرات اس طرح اظہار فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے :-

”مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں ان میں علماء صلحا اتقیا سبھی ہوتے ہیں وہ شہر کی گلی کو چوں میں آتے جاتے رہتے ہیں مگر ان کی جانب کوئی التفات نہیں کرتا لیکن بڑے بڑے علماء آپ (فاضل بریلوی) کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں۔“
(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۱۵۰)

مولانا یسین اختر مصباحی شیخ اسمعیل بن خلیل مدینہ منورہ کی تقریظ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

” علماء حجاز کی ایک کثیر تعداد نے الدولة المکیہ کو اپنی تصدیقات و تقریظات سے نوازا ہے آپ یہ سن کر حیران رہ جائیں گے کہ

اتنی معرکتہ آرا کتاب جو ان کے تبحر و وسعت علم پر شاہد عدل ہے اس کی تالیف صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں ہوئی اور صرف دو نشستوں میں ۲۶ - ۲۷ زوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو اختتام پذیر ہو گئی آپ کے اعزاز و اکرام اور علمائے حجاز و بلاد اسلامیہ کی نظر میں آپ کی جلالت شان اور علمی رعب و دبدبہ کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عرب و عجم کے جلیل القدر علماء نے الدولة المکیہ پر مہبوط و مفصل تقریظات و تصدیقات لکھی ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔“ صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے :

۱۔ رئیس الخطباء والائمہ والمدارس بالمسجد الحرام الشیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ سردار مکہ مکرمہ (فرماتے ہیں) :

”میں نے وقت نظر اور نہایت غور و خوض سے اس رسالے کا مطالعہ کیا اس کے مباحث و دلائل نہایت مستحکم اور محقق و مدلل ہیں اس کے بیان سے دل میں وسعت و کشادگی پیدا ہوئی جو علامہ عقیل ذکی بلند ہمت اپنے زمانے کے تمام مومنوں کا سردار ہے میدان تصنیف جسکی امامت

کی شہادت خود بڑے بڑے معاصرین دے رہے ہیں جو اس رسالے کو غور و فکر سے مطالعہ کریگا وہ کہنے والے کی اس بات کو جھوٹا جانے گا کہ شیخ نے اپنے رسالے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب بالذات اور خالق زمین و آسمان کے برابر مانا۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ ص ۱۳۵)

۲۔ مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سراج مکہ مکرمہ فرماتے ہیں:

”بے شک وہ امام احمد رضا خاں مشہور علماء کا بادشاہ ہے۔ کسی تجربہ کار نے بہت ٹھیک کہا ہے اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ میں نے اس رسالے میں اپنی نظر دوڑائی تو دیکھا کہ اس میں اسرار معانی جھلک رہے ہیں بیشک اس رسالے کا مصنف کھری بات لایا اور اس نے رشد و ہدایت کا راستہ واضح کر دیا۔ ہر جمع کرنے والا مؤلف نہیں ہوتا اور ادھر ادھر سے بہت سی نقلیں لانے والا مصنف نہیں ہوتا یہ تو عطائیں ہیں کہ مولائے کریم جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور اسے

اولیٰ بنا دیتا ہے۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں - ص ۱۵۵)

۳۔ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسمعیل نبھانی فرماتے ہیں:

”میں نے اس (الدولۃ المکیہ) کا شروع

سے آخر تک مطالعہ کیا اور نہایت مفید اور نفع

بخش پایا اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک

علامہ کبیر اور امام اکبر کی طرف سے ظاہر ہو سکتی

ہیں اللہ اس رسالے کے مصنف سے راضی رہے

اور اسے اپنی عنایتوں سے راضی کرے اور ان کی

تمام نیک و پاکیزہ امیدوں کو بر لائے آمین۔“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں - ص ۱۵۶)

۴۔ حضرت مفتی حنا بلہ شیخ عبداللہ بن حمید مکہ مکرمہ فرماتے ہیں:

”میں نے یہ رسالہ دیکھا جسے ہر سردار

نے قبول کیا اس کے دلائل یقینیہ کے آفتابوں

نے ہر تاریکی دور کر دی۔ اس کی ہدایت کے نور

اس امت پر چمکے تو اس رسالے پر یہ قول صادق آیا:

ص لا عیب فیہم غیر ان سیوفہم

بھن فلول من قراء الکتاب

۵۔ شیخ العلماء مفتی شافعیہ محمد سعید بن محمد بالبصل مکہ مکرمہ

فرماتے ہیں:

”فاضل کامل سیدی احمد رضا خاں کے

رسالہ مسمیٰ بہ: الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ کا

مطالعہ کیا میرے نزدیک اس رسالہ کی تین وجوہ

سے بڑی حیثیت ہے:

اول: یہ کہ وہ علوم شریعت کے اصول و فروع میں نہایت

محقق و مدقق ہیں اور جس سمت رخ کریں ادھر

کے سردار ہیں۔

دوم: یہ تصنیف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن

و تعظیم و آداب میں بے مثال ہے۔

سوم: یہ کہ اسے زمانہ حج میں نہایت قلیل مدت میں لکھا گیا۔

یہ رسالہ علمائے حرمین کے نزدیک بہت

مقبول ہوا اور تمام علماء نے اس پر تقریظیں لکھیں

آپ کی خوب تائید و تحسین کی پھر بھی یہ مصنف

کی قدر و منزلت سے کم ہے۔“

(ایضاً۔ ص ۱۵۷)

۶۔ مفتی مالکیہ شیخ احمد الجزائری بن سید احمد المدنی مدینہ منورہ

ارشاد فرماتے ہیں:-

”علامہ زمان یکتائے روزگار سرچشمہ

معرفت سید عدنان کی نظروں کے مرکز حضرت
 مولانا شیخ احمد رضا خاں ، اللہ تعالیٰ ان کی عمر کو
 دراز فرمائے ، ہر صاحب توفیق سمجھدار ان سے نفع
 اندوز اور ہر گنگناور و بدکار اور مفتری لرزہ
 برانداز ہو گا۔“

(ایضاً - ص ۱۵۷)

۷۔ حضرت مولانا سید حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی مدرس
 مسجد نبوی مدینہ طیبہ ارشاد فرماتے ہیں:

”بعد حمد و نعت جب اللہ تعالیٰ نے اپنے
 اس حقیر بندے پر یہ احسان فرمایا کہ میں ان کے
 آستانہ سے شرفیاب ہوا جو علامہ کامل فہامہ
 شمیر حامی ملت محمدیہ طاہرہ مجدد مائتہ حاضرہ سیدی
 واستاذی حضرت مولانا احمد رضا خاں ہیں۔“

(ایضاً ص ۱۵۷)

۸۔ حضرت مولانا مفتی مالکیہ شیخ احمد علوی بن سید احمد یافتیہ
 حسین علوی مدینہ منورہ فرماتے ہیں:

”تمام فاضلوں سے افضل عاقلوں سے
 زیادہ دانشمند فرز السلف قدوة الخلف حضرت احمد
 رضا خاں بریلوی ، اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف و

مہربانی سے ان کے ساتھ معاملہ کرے۔“
(ایضاً - ص ۱۵۷)

۹۔ حضرت مولانا شیخ عبدالرحمن حنفی مدرس جامع ازہر قاہرہ مصر فرماتے ہیں:

”مجھے اپنی عمر کی قسم مصنف نے رسالے میں کافی دلائل ذکر کر دیے ہیں اور حاسدوں کے لئے طویل عبارتیں بھی ناکافی ہوتی ہیں۔“
(ایضاً - ص ۱۵۸)

۱۰۔ حضرت مولانا شیخ عبداللہ حنبلی نابلسی مسجد نبوی فرماتے ہیں:

”وہ نادر روزگار اس وقت اور زمانے کا نور، عالم با عمل بلند ہمت فاضل مسائل اور مشکل احکام کی تنقیح کرنے والا اور دلائل و براہین سے ان کو مستحکم سے مستحکم تر کرنے والا معزز مشائخ اور فضلاء کا سردار بلا تامل وہ زمانے کا گوہر یکتا قاضی القضاۃ شیخ احمد رضا خاں خدا ان کی زندگی سے ہم کو متمتع فرمائے اور ہم اور سارے مسلمانوں پر ان کا فیض جاری و ساری رکھے آمین۔“
(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں - ص ۱۵۸)

ملاحظہ فرمائیے! یہ حضرات علمائے اعلام مفتیان کرام جو علم و

عرفان کے بحرِ ذخار ہیں وہ جنہوں نے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے وقت کا امام و مقتدا علوم و فنون کا جامع فیوض و برکات کا سرچشمہ اسلام کا حامی و ناصر دین اور مسلمانوں کا خیر خواہ و محسن اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ہے۔ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ دیگر علماء دین و متین مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ و غیرہم کی طویل فہرست ہے جنہوں نے امام احمد رضا خاں کو علامہ عقیل ذکی فیسم بلند ہمت سردارِ زمان علامہ دوران داعی رشد و ہدایت علامہ کبیر امام اکبر محقق و مدقق فخر السلف قدوة الخلف وغیرہ خطابات سے نوازا۔ یہ آسمانِ علم و عرفان کے روشن ستارے ان کے علم و فہم کے مقابل ڈاکٹر خالد محمود اینڈ پارٹی کی حیثیت کا اندازہ لگائیے پھر معاذ اللہ ڈاکٹر خالد محمود کی تصدیق کیجئے تو تمام علمائے اعلامِ اساطین اسلام کی تکذیب و انکار کیجئے لاجرم کھنا پڑے گا کہ ڈاکٹر کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہے جس کا نمونہ ہم پیش بھی کر آئے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الواحد الاحد القهار ، القوى العزيز المنتقم
الجبار، المتعال بصفات الكمال والجلال ، المنزه عن قول
اهل الكفر والطغيان والضلال ، والذي ليس له ضد ولا ندو
لامثال ، ثم الصلوة والسلام على افضل الغلمين ، خاتم
الانبياء والمرسلين ، رحمة للغلمين ، سيدنا وسندنا ومولنا
محمد واله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين ۔

خسف القمر بجماله عجز البشر بكماله
نطق الحجر بجلاله صلوا عليه وسلموا

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاہد دین جان ایمان
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمت حق لطف یزدان

وقال تعالى : ان سعيكم لشتى ۝ " بے شک تمہاری
کوشش مختلف ہے ۔"

وقال تعالى : فى مقام اخر فريق فى الجنة وفريق فى
السعير ۝ " ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں ۔"
سبب ہے اختلاف عقائد یعنی ایمان و کفر کا ۔

آہ ! کتنا خطرناک تھا وہ زمانہ جس میں کفر والحاد کی آندھی کا
شور بے دینی اور گمراہی کے طوفان کا زور تھا متعدد فرق باطلہ جنم لے

چکے تھے۔ بدنام زمانہ ریفارمر اور مصلح نام نہاد مفکر اسلام مولویوں کا
 جم غفیر تھا۔ عامۃ الناس تو کس گنتی و شمار میں خواص اہل علم، حق و
 باطل کے امتیاز میں فکر مند و پریشان تھے۔ نیچری، چکڑالوی، قادیانی،
 رافضی، دیوبندی، غیر مقلد (وہابی) اور گاندھوی وغیرہ طرح طرح کی
 بولیاں بولتے راگ الاپتے کوئی کہتا کہ جنت و دوزخ، جزا و سزا اور
 وحی ربانی کوئی چیز نہیں۔ جبرائیل، میکائیل اور دیگر فرشتوں کا کوئی
 وجود نہیں۔ کوئی کہتا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف
 اتنی بڑائی ہے کہ وہ خدا کے اپنی ہیں اور ہم اپنی نہیں۔ کوئی عیسیٰ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کرتا اور مسیح موعود ہونے کا
 دعویٰ کرتا۔ کوئی اللہ عزوجل کے علم قدیم کو حادث بتاتا اور کہتا کہ
 جب چاہے دریافت کر لے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے اور کہتا کہ
 تمام اولیاء اور انبیاء، اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں
 اور کہتا ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا دلی یا ملائکہ) اللہ کی شان
 کے آگے چار سے زیادہ ذلیل ہے۔ کوئی کہتا خدا کا جھوٹ ممکن ہے
 اور کہتا کہ علم محیط زمین شیطان کے لئے نص سے ثابت اور حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ کوئی کہتا
 آیت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں اور کہتا اگر حضور صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ
 فرق نہ آئے گا۔ کوئی کہتا پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم

کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علوم غیبیہ ہیں یا کل؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے اور کلی عقلاً و نقلاً محال ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو ہر عامی اور غادی بلکہ بچہ و پاگل بلکہ تمام حیوانات کی طرح بتایا۔ مزید برآں ہندوؤں سے دوستی و محبت کرنا گاندھی کو اپنا امام بنانا اس کی بے پکارنا اور اس کو مذکر بتانا اور کہنا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا، ہندوؤں کی محبت میں اپنی پیشانی پر قشقے لگوانا اور گائے کی قربانی بند کرنا، گائے کا گوشت کھانا گناہ بتانا، خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی کہنا اور خدا کو رام یعنی ہر چیز میں رہا ہوا کہنا، قرآن و رمائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جانا، دونوں کی پوجا کرنا وغیرہ وغیرہ کفریات اور الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ اللہ عزوجل نے ان سرکش ظالموں کی سرکوبی کے لئے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بریلی شریف میں پیدا فرمایا۔ انہوں نے بیک نوک قلم تمام گمراہوں اور بے دینیوں اور کفر و الحاد کے مقابل ایک اسلامی محاذ قائم فرمایا اور کوئی فتنہ ایسا نہ تھا جس کی سرکوبی نہ فرمائی ہو جو منافق مسلمان بن کر آتا اور کفر و الحاد کی جانب مسلمانوں کو لے جاتا ان کو دلائل قاہرہ اور براہین قاطعہ کی مار

سے ایسا برہنہ کر دیا کہ ان کی منافقت اور کفر و الحاد صاف ظاہر ہو گئے۔
 اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل و براہین کا مقابلہ کرنے کی
 ان میں سکت باقی نہ رہی، راہ فرار اختیار کی، لاچار دشنام طرازی اور
 بہتان تراشی پر کمر بستہ ہو گئے۔ مگر بحمدہ تعالیٰ کامیاب نہ ہو سکے منہ کالا
 تھا اور زیادہ کالا ہو گیا مگر پھر بھی کذب و اقرا اور اتہام و بہتان سے
 باز نہ آئے۔

ابھی حال ہی میں کتاب ”مطالعہ بریلویت“ کسی ڈاکٹر خالد
 محمود کے علم و دانش کا شاہکار عالم وجود میں آئی۔ ہم اس کا مختصر
 آپریشن بطور نمونہ از خروارے کرتے ہیں تاکہ مصنف کی کیادی اور
 اقرا پردازی ظاہر ہو جائے مقصود اس کا مستقل رد کرنا نہیں اور نہ
 فقیر کے پاس اتنا وقت کہ بالا استعیاب اس کا مطالعہ بھی کر سکے
 چہ جائیکہ اس کی ناپاک تحریروں کے تجزیہ پر خامہ فرسائی کرے۔
 اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو شیطان لعین کے
 مکائد سے بچائے اور اس رسالہ مسمیٰ ”ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم
 و حواس کے آئینہ میں“ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور
 مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین آمین بجاہ
 نبیک الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ڈاکٹر خالد محمود اپنی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ کے آئینے میں

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

”بانس بریلی ہندوستان کے ایک صوبہ
پوپی کا ایک شہر ہے جہاں مولانا احمد رضا خاں
پیدا ہوئے انہوں نے ایک مذہب ترتیب دیا اور
اپنے پیروؤں کو اس پر چلنے کی وصیت کی ”میرا دین
مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی
سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۱۹)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

”جس شخص نے ایک نیا مذہب بنا رکھا
ہو اور لوگوں کو برملا مجھے میرے دین و مذہب پر قائم
رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۰)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

”ان الدین عند اللہ الاسلام“ (آل عمران: ۱۹)

”بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔“

اس کے علاوہ جو دین بھی ترتیب دیا جائے وہ کفر ہی ہوگا کیونکہ دین دو ہی ہیں ایک اسلام اور دوسرا کفر۔ معاذ اللہ ڈاکٹر نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر ہی نہیں بلکہ کافر گر کہا۔ جن کے دین و مذہب کی شہادت علماء عرب و عجم دے رہے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ذکر ہوا۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ ڈاکٹر تمام علمائے اسلام جو عرب و عجم میں اس وقت سے آج تک ہیں سب کو کافر اور کفر کی پیروی کرنے والا (معاذ اللہ معاذ اللہ استغفر اللہ) کافر گر کی حمایت کرنیوالا اور ان کے مناقب اور محاسن بیان کرنے والا بتایا اور دور کیوں جاتے ہو تمہارے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ:

”اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی

کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو پڑھ لیتا۔“

(اسوہ اکابر - ص ۱۸)

ڈاکٹر کیا فتویٰ لگاتے ہو اپنے حکیم الامت پر؟ وہ تو اعلیٰ حضرت کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تمنا کرتے رہے اور ظاہر ہے جو کافر کو مسلمان جانے وہ خود کافر ہے۔ اگر جانتے نہ ہو تو اپنے ناظم تعلیمات دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی کتاب ”اشد العذاب“ کا مطالعہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

”جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے،
 اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔“
 (اشد العذاب - ص ۲)

پس آپ کی اس عبارت سے آپ کے حکیم الامت مولوی
 اشرف علی تھانوی کافر ہوئے یا نہیں؟

میرادین

ڈاکٹر صاحب وصایا شریف کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے !
 اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور
 میرادین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر
 مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“
 یہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہی تو ہے :

” (کَمَا قَالَ تَعَالَى) وَمَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِنْ
 ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَوُتْكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ
 يَرْزُقُونَ فِيْهَا بَغِيْرَ حِسَابٍ ۝ (المومن - ۴۰)

یعنی اور جو اچھا کام کرے خواہ مرد خواہ
 عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے
 جائیں گے، وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔“

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ”میرا دین و مذہب“ سے پہلے ہی یہ فرمایا کہ: ”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو“ یہ من عمل صالحا پر عمل کرنے کی وصیت ہے کیونکہ اچھے کام اتباع شریعت ہیں اور وہو مومن ”اور ہو مسلمان“ دین پر مضبوطی سے قائم ہونے کی تاکید ہے اور مسلمان وہی ہے جو دین پر مضبوطی سے قائم ہے ولہذا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت میں من عمل صالحا اور وہو مومن کی تعمیل کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ص دیو کے بندوں پر ارشاد خداوندی

شاق گزرتے ہیں اور راس نہیں آتے

ڈاکٹر صاحب! آپ کے نزدیک ”میرا دین“ کہنے کا مطلب

یہ ہوا کہ نیا دین ترتیب دیا تو جب آپ سے قبر میں فرشتے سوال کریں گے کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو تم تو یہ کہہ دو گے کہ میرا دین نہیں تمہارا دین، تو تم نے اپنے ترتیب شدہ دین جدید سے خود کو بچا لیا مگر فرشتے جو کہہ رہے ہیں کہ ”تیرا دین کیا ہے؟“ ان فرشتوں کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے؟

اگر بالفرض فرشتے آپ کے فتوے کی زد میں آ بھی گئے کہ تم ایسے جری ہو کہ تمہارے نزدیک انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ تمہارے امام نافرجام نے صاف کہہ دیا کہ:

”ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان

کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔“

(تقویت الایمان - ص ۲۷)

تمہارے نزدیک اس کی امامت مسلم، وہ تمہارا پیشوا مکرم ہے
مگر اللہ عزوجل فرماتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ قل یا ایہا الکفرون ○ لا اعبد
ما تعبدون ○ ولا انتم عبدون ما اعبد ○ ولا انا عابد ما عبدتم ○
ولا انتم عبدون ما اعبد ○ لکم دینکم ولی دین ○

”تم فرماؤ اے کافرو۔ نہ میں پوجتا ہوں جو تم پوجتے ہو۔
اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں پوجونگا جو تم نے پوجا۔
اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین۔“
دیکھو اللہ عزوجل فرما رہا ہے: ”پیارے کھدو! اے کافرو
تمہیں تمہارا دین مجھے میرا دین۔“ یہی تو اعلیٰ حضرت کی کتب کا حاصل
ہے جو سمجھ میں نہ آیا اور خوب شور مچایا۔ اب بتائیے جو اللہ عزوجل
کے ارشاد کو نہ مانے، اس کے خلاف تحریک چلائے، بہتان لگائے،
اس کا کیا حکم ہے؟ اور جملہ ”جو میری کتب سے ظاہر ہے۔“

کتب میں یہی تو ہے کہ ہر گمراہی اور الحاد سے دور رہو اور
بے دین گمراہوں سے دور بھاگو۔ دیکھو اسی ”وصایا شریف“ میں ہے:

”تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

بھولی بھڑیں ہو۔ بھڑیئے تمہارے چاروں طرف

ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں۔ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کہتے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔“
(وصایا شریف - ص ۱۸ - مکتبہ اشرفیہ مرید کے)

ان فرقوں کا اجمالی ذکر پیچھے گزرا، یہی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب کا ماحصل ہے کہ اے جھوٹے خدا کے پیجاویو۔ جس کا امکان کذب تمہارا ایمان ہے نہ میں پوجتا ہوں اس کو جس کا کذب ممکن ہے جس کو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اس کو جس کا صدق واجب اور کذب محال ہے اور نہ میں پوجوں گا اس کو جس کا کذب ممکن اور نہ تم پوجو گے اس کو جس کا کذب محال ہے، تم کو تمہارا دین مجھے میرا دین۔

اعلیٰ حضرت نے اسی ارشاد باری عزوجل کے متعلق وصیت فرمائی جو تمہیں اس نہ آئی نیز اسی ”وصایا شریف“ میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔ جس سے اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔“

(وصایا شریف، صفحہ ۱۸-۱۹)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اللہ عزوجل کے حکم پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی:

” (کما قال تعالیٰ فی القرآن المجید)

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یؤادون
من حاد اللہ ورسولہ وکونوا آیۃ حمی وایساءہم
اوخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم
الایمان وایدہم بروح منہ ○ (المجادلہ - ۲۲)

”یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنے طرف کی روح سے مدد کی۔“

وصایا شریف کا مضمون قرآن کریم کے مفہوم کے عین مطابق ہے، مگر جو منکر ہے اس کے لینے بے سود۔

یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ ہو اور توہین کرنے والا ہو وہ شخص کافر ہی ہے چنانچہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: ”قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ دَلِيٌّ دِينِ ۝“ کی تعمیل ہے تو جو شخص اللہ عزوجل کے توشاد پاک سے بغاوت کرے اور اسکو کفر بتائے کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں وہ دین جو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک اولیاء کرام، علماء عظام کی محافظت کے ساتھ چلا آرہا ہے اور آج بھی اولیاء کرام اسی دین میں موجود ہیں اور بحمدہ تعالیٰ موجود رہیں گے اس دین کو یہ ڈاکٹر نیا دین کہہ رہا ہے۔ اگر ہماری نہ مانے اپنے معتمد پیشواؤں سے پوچھ لے۔

دین قدیم

یہ مولوی سلیمان ندوی جن کا میلان طبع المحدث کی جانب تھا، فرماتے ہیں:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوئے: (۱) علمائے دیوبند اور مولانا سخاوت علی جو نپوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میاں نذیر حسین اس سلسلے میں توحید خالص اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا اور اسی سلسلے کا نام المحدث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا۔ تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔“

(حیات شبلی۔ ص ۴۶/۴۴ کا انتخاب)

مولوی سلیمان ندوی کے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ ڈاکٹر جس دین کو ”بریلوی“ کہتا ہے یہی دین قدیم مذہب قدیم ہے اور دیوبندی اور اہلحدیث مذاہب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد وجود میں آئے۔ لہذا ڈاکٹر کا دین جدید نو ساختہ پرداختہ ہے اور لیجے یہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو وہابی اہلحدیث ہیں، انھوں نے ۱۹۳۷ء میں تحریر فرمایا:

”امرتسریں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی
(ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰)
سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے
جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“
(اشع توحید - ص ۴۰، مطبوعہ سرگودھا)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو آپ ہی کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ آپ وہابی مقلد یعنی دیوبندی ہیں اور وہ وہابی غیر مقلد اہلحدیث ہیں وہ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

ع ”مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری“
اور ملاحظہ کیجئے شیخ محمد اکرم جو کٹر وہابی ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

”انھوں (امام احمد رضا خاں بریلوی) نے نہایت

شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔“

(موج کوثر - ص ۷۰ - طبع ہفتم ۱۹۳۰ء)

معلوم ہوا کہ جس کو ”بریلوی“ سمجھتے ہیں یہی قدیم دین ہے۔

نیا دین ”دیوبندی“

نیز مولوی انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے دارالعلوم دیوبند کے استاد التفسیر مولوی انظر شاہ کشمیری فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک دیوبندیت خالص ولی الہی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ کی لگی بندھی فکر دولت و متاع ہے۔ میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتدا میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔۔۔۔۔ دیوبندیت کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔“

(ماہنامہ البلاغ - مارچ ۱۹۶۹ء - ص ۴۸)

ان جمیع شہادتوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی مذہب نیا مذہب ہے۔

شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہی مولوی انظر شاہ کشمیری تحریر
فرماتے ہیں:

”اول تو اس وجہ سے کہ شیخ (عبدالحق)
مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی نیز حضرت
شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیّت سے جوڑ بھی
نہیں کھاتا۔۔۔۔۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا انور
شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر
بعض مسائل میں بدعت اور سنت کا فرق واضح
نہیں ہو سکا بس اس اجمال میں ہزارہا تفصیلات
ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے
خوب سمجھیں گے۔“

(فٹ نوٹ ماہنامہ البلاغ۔ مارچ ۱۹۶۹ء ص ۴۹)

عبارت مذکورہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی
کہ دیوبندی مذہب کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بعد تریب
دیا گیا اور بقول انظر شاہ کشمیری اس مذہب کے ترتیب دینے والے
مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے رفقاء
کار ہیں۔ بدیں سبب ہر مسلمان اس مذہب کو بہت برا جانتا اور
نفرت کرتا تھا۔

دیوبندی دھرم سے مسلمانوں کو نفرت

چنانچہ مولوی محمد زکریا محدث مظاہر العلوم سہارنپور جو پکے دیوبندی ہیں، فرماتے ہیں:

”بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہنچنا ہوا ہے۔ یہ مقولہ بلا تضرع بلا مبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہو گا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ بمبئی شہر میں علمائے حقہ میں سے تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا اور وعظ کہنے کا داہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا حضرت حکیم الامت (اشرف علی) کو اپنی اہلیہ محترمہ کے حج سے واپسی پر بمبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت (اشرف علی) پر حملہ کیا۔ میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت کو اس مکان سے دوسرے مکان میں

اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔ ۳۸ ھ میں جب حضرت سہارنپوری تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ (محمد زکریا) بھی اس میں ہمرکاب تھا تو اہل بمبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے بمبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علمائے دیوبند کا بمبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔“

(دہلی کی تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات۔ ص ۳۲-۳۴)

مولوی محمد زکریا محدث سہارنپوری کی یہ عبارت بغور بار بار ملاحظہ کریں اور یہ کہ بمبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوبندی مذہب نو ساختہ اور اللہ اور اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ لوگوں کا مذہب ہے۔ تو بہین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنا پر ہر مسلمان ان لوگوں کا

دشمن تھا۔ ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علماء دارالعلوم دیوبند نے ایک نیا دین ترتیب دیا جو انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور گستاخی پر قائم کیا گیا۔

اصل چیزیں ہی بھج دیا کرو

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

”مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ قبل پر تکلف کھانوں کی ایک فہرست تحریر فرمائی اور وصیت کی کہ یہ چیزیں بھج دیا کریں۔ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا ہو شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فرنی، اردکی پھریری، دال، مچ اور ک، لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، آفری وقت میں نیک لوگ توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں ذکر و تلاوت کی فکر ہوتی ہے، آخرت کی طرف دھیان ہوتا ہے،

مگر خاں صاب ہیں کہ اس وقت بھی چٹ پٹے
کھانوں کی فہرست تیار فرمانے میں مصروف ہیں۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۰ - ۲۱)

ڈاکٹر خالد محمود کے علم و دانش کا نمونہ ہم مقدمہ میں پیش کر
چکے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰ نمبر ۱۱ میں فرماتے ہیں:

”فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا

جائے صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر

داری کے ساتھ نہ جھڑک کر۔ غرض کوئی بات

خلاف سنت نہ ہو۔“

(وصایا شریف - ص ۲۴)

اس کے بعد نمبر ۱۲ میں فاتحہ کی اشیاء کے متعلق فرمایا کہ:

”غریبا اور مساکین کو عمدہ اور لذیذ چیزیں

کب میسر ہوتی ہیں تو وہ اشیاء جو غریبا کو میسر نہیں

آتیں ان کے متعلق فرمایا جاتا ہے اعزا سے اگر

لطیف خاطر ممکن ہو تو فاتحہ اشیاء اگر

روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو

مگر بطیب خاطر میرے کہنے پر مجبور نہ۔“

(وصایا شریف - ص ۲۴)

نمبر ۱۱ میں فاتحہ کا ذکر ہے کہ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ

نہ دیا جائے اور نمبر ۱۲ میں فاتحہ کی اشیاء کا ذکر فرمایا وہ بھی بطیب خاطر۔ فقراء کا کس قدر خیال ہے کہ اس گھر میں عرس میلاد نیاز و فاتحہ ہوتا ہی رہتا ہے جس میں غربا اور مساکین کو اعزاز کے ساتھ دیا جاتا تھا اس وقت بھی غربا اور مساکین کا خیال ہے۔ خود تناول نہیں فرماتے۔ اسی وصایا شریف میں تحریر ہے کہ :

”جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا بھائی
حکیم حسنین رضا خاں حاضر خدمت تھے۔ اعلیٰ
حضرت قبلہ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا خیال
رہے معدہ خالی ہے ڈکار خشک آئی ہے۔“

(وصایا شریف صفحہ ۲۱ - ۲۲)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دیوبندیوں کی طرح
مفلس اور کنگال نہ تھے کہ کھانوں کے نام سن کر پیٹ میں آگ کے
شعلے اٹھنے لگے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کبھی ایسے کھانے
کھانا تو کجا نام بھی ان کھانوں کے سنے ہیں جب ہی تو بے چارے
حیران و پریشان ہیں۔

اعلیٰ حضرت صاحب ثروت تھے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندانی صاحب ثروت تھے۔
ان کے جد امجد حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قندھار کے با عظمت قبیلہ بڑھچ کے پٹھان تھے۔ حکومت مغلیہ کے دور میں لاہور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل ان کی جاگیر تھا۔ اس وقت آپ شش ہزاری عہدے پر فائز تھے۔ دربار شاہی سے آپ کو ”شجاعت جنگ“ کا خطاب ملا تھا پھر ان کے بعد ان کی اولاد میں یکے بعد دیگرے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے رہے لہذا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بحمدہ کوئی کمی نہ تھی اور طبیعت فیاض مسکین نواز لہذا آخری وقت بھی غربا اور مساکین کا خیال تھا جیسا کہ وصیت میں ارشاد فرمایا اور یہ جو ان کے رب ذوالجلال کو مطلوب و محبوب ہے ایسوں کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا
و یتیمًا و اسیرًا ○ انما نطعمکم لوجه اللہ لانر
ید منکم جزاء و لا شکور ○

”اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر
مسکین اور یتیم اور اسیر کو ○ ان سے کہتے ہیں ہم
تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے
کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ (الذہر: ۸-۹)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی فرمایا کہ فاتحہ
(یعنی اللہ کے لئے اور اللہ کی محبت میں جو کھانا بنیت ایصال ثواب

دیا جائے) کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے صرف فقرا کو دیں وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ نہ ان سے بدلہ چاہیں نہ شکرگزاری کے طالب ہوں۔

گلکڑی کی تلاش

ڈاکٹر کہتا ہے آخری وقت میں نیک لوگ توبہ و استغفار میں مشغول رہتے ہیں ذکر و تلاوت کی فکر ہوتی ہے آخرت کی طرف دھیان ہوتا ہے۔

آئیے! اب صنم خانہ دیوبند کی جانب چلیں اور آخری وقت میں بت ٹھاکروں کا حالی ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی ظہور الحسن صاحب، مولوی اشرف علی صاحب کی تصدیق کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں:

”خال صاحب نے فرمایا کہ مولانا (محمد قاسم) نانوتوی جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے فرمایا کہ کہیں سے گلکڑی لاؤ۔ مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے تھے کہ تمام کھیتوں میں پھرا مگر صرف ایک گلکڑی چھوٹی سی ملی۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے لکھنو مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کو ہو گئی کہ مولانا (محمد قاسم) نانوتوی کا جی گلکڑی کو

چاہتا ہے۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب نے لکھنو سے مولانا (محمد قاسم نانوتوی) کی خدمت میں بذریعہ ریلوے لکڑیاں بھیجیں اور چند مرتبہ بھیجیں۔“
(ارواحِ ثلاثہ - حکایت نمبر ۲۲۴ - ص ۲۲۶ - کتب خانہ امدادیہ سہارنپور)

ڈاکٹر! یہ تمہارے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ مرض موت میں کیسی توبہ و استغفار میں مشغول ہیں۔ ذکر و تلاوت کی فکر ہے کہ کہیں سے لکڑیاں لاؤ، پھر کتنی دشواری سے پھر لکھنو سے۔ اسی کا نام تمہارے مذہب نامذہب میں توبہ و استغفار اور ذکر و تلاوت ہے؟ طرفہ یہ کہ اپنی خواہش نفس کی خاطر کیسے بے چین ہیں اور وہ اللہ کا پیارا بے اپنی فکر نہیں غربا اور مساکین کے لئے اہتمام فرما رہا ہے اس پر سارا صنم خانہ دیوبند شور مچا رہا ہے۔

سردے کے لئے بے چین

اور لیجئے یہ تو تمہارے دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی تھے اب یہ شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند مولوی حسین احمد ہیں ان کے متعلق ”شیخ الاسلام نمبر“ یوں رقمطراز ہے:

”کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت

میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم کے لئے لکھنؤ سے لکڑی منگائی گئی حضرت حسین احمد مدنی نے بھی آخری وقت میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔

اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کھئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا؟ انھوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا۔ (چونکہ اس سے قبل مولانا اسعد صاحب، مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ، ہر جگہ تلاش کیا مگر کہیں دستیاب نہ ہوا) اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے؟ مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں! تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے گا اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کیلئے لکھنؤ سے لکڑی منگائی گئی تھی تو حضرت (حسین احمد) کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور

مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردا بھیجا۔“

(شیخ الاسلام نمبر۔ ص ۱۱۳۔ کالم ۲۔ ۳)

ملاحظہ فرمائیے ! مشائخ دیوبند موت کے وقت کیسی توبہ و استغفار کر رہے ہیں، ذکر و تلاوت میں مصروف ہیں یا نفس کی پوجا میں پریشان ہیں۔ سردا اور لکڑی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہ ہے سنت سلف دیوبند، طرفہ یہ کہ اپنے نفس کی پوجا کے لئے بھیک مانگ رہا ہے۔ دوسروں سے فریاد کر رہا ہے۔ دم لکڑی اور سردے میں اڑکا ہوا ہے۔

مرتے وقت چندہ مانگنا

اور لیجئے ! یہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مرتے وقت اپنی اہلیہ کے لئے بھیک مانگ رہے ہیں اور وصیت فرما رہے ہیں کہ:

”میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ

غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس (۲۰) آدمی

مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی

صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ

ان کو تکلیف نہ ہوگی۔“

(تنبیہات وصیت۔ ص ۲)

معلوم ہوا کہ اکابر دیوبند اسلاف دیوبند بھیک مانگنے میں ماہر تھے۔ چنانچہ مرض الموت میں آخری وقت میں یہ ان کا وظیفہ اور جدید توبہ و استغفار ہے اور ذکر و تلاوت کی پکار ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہی تو دوسروں سے چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو گوارا نہیں جو نفس کی خاطر دوسروں کے حضور ہاتھ پھیلانے سے شرماتا ہے اپنے گھر کا مال اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے۔

اصلی چیزیں بھیجنا

ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے :

”بریلوی مذہب یہ ہے کہ اصلی چیزیں ہی

پہنچتی ہیں۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۰)

ڈاکٹر کی ہر بات نرالی ہے، صداقت سے خالی ہے، بے چارہ کیا کرے اگر علم ہوتا اور سمجھ کام دیتی تو خدا سے ڈرتا دجل نہ کرتا۔ اس مفلس کو یہ بھی علم نہیں کے فاتحہ کے کہتے ہیں؟ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نساوی کی جانب رجوع لاتا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہیں نہ فرمایا کہ کھانا قبر میں بھیج دیا کرو۔ اغلب یہ ڈاکٹر کے مذہب نامذہب کی سرمایہ کاری ہے کہ گھر کا حال گھر والا ہی زیادہ جانتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مُردوں کے لئے قبر میں کھانا بھیجتے

ہیں۔ لہذا المرء یقیس علی نفسه کے مصداق پر دوسروں کو بھی ایسا ہی گمان کرتے ہیں مگر مفلس اور کنگال نے ان کھانوں کا شاید دیکھنا تو کجا نام بھی نہ سنا ہو گا تو کھڑے ماتم کر رہے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اب اگر تم کو یہ اشیاء میسر نہیں آتیں تو وہی اپنی موروثی خوراک چھولا، بھگڑا، پاکوڑا، بھت، لسی وغیرہ ہی پر اکتفا کرو۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ دیوبندی اپنے مردوں کو قبر میں کس طرح بھیجتے ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی پائپ لگاتے ہوں جس کا ایک سرا مردہ کے منہ میں اور دوسرا سرا قبر کے باہر ہو اس کے ذریعے سے بھیجتے ہوں یا کوئی مشین ایسی مانچسٹر سے منگائی ہو جس کے ذریعے یہ موروثی کھانے اپنے مردوں کو بھیجتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب“

رہا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ تو وہ فرماتے ہیں:

”صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک

اعمال کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیثوں

میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے۔“

(الحجۃ الفاعۃ - ص ۱۳)

تو ہمارے مذہب میں ثواب کا پہنچنا ہی ثابت ہے ہمارے مذہب اہلسنت میں کسی نے اصل اشیاء جو فاتحہ میں ہوتی ہیں ان کا پہنچنا ذکر نہ فرمایا البتہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اگر وہ چاہے تو پہنچا دے۔ ہم

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار بھی نہیں کرتے۔ ڈاکٹر صاحب ملاحظہ کیجئے یہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہیں کیا آپ کے نزدیک یہ بھی بریلوی اور مسلمان نہیں؟ شاہ صاحب اپنی کتاب ”الدار الثمین فی مبشرات النبی الامی“ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں:

اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع ایام المولد طعاماً صلاً بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یفتح فی سنة من السنین شی اصنع به طعاماً فلم اجد الاحصاء مقلیاً فتصمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین یدیہ ہذہ الخیص مہجاً بشاشاً۔

”یعنی مجھے میرے والد ماجد نے خبر دی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایام ولادت میں کچھ کھانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ تیار کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک سال کچھ دستیاب نہ ہوا کہ میں کھانا تیار کر سکوں اس لئے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ چنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بہت مسرور اور بشاش ہیں۔“

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ وہ تقسیم شدہ چنے میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے سامنے رکھے ہوئے دیکھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے بہت مسرور اور بشارت ہیں۔ آپ کے دین میں شاہ عبدالرحیم صاحب کے متعلق کیا حکم ہے؟

کفن بھیجنا

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

”بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں ایصال ثواب پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اصل چیزیں پہنچنا اور پہنچانا یوں بیان کرتے ہیں ”ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں تیسرے روز خبر ملی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ لڑکے نے فوراً نیا عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا کہ یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو وہ صالحہ

خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا کہ خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔“
(مطالعہ بریلویت - ص ۲۱ - ۲۲)

ڈاکٹر کے دین کی بنیاد نہ حدیث پر ہے نہ قرآن پر اگر ہے تو ”تقویت الایمان“ پر جب ان کا دین ہی قرآن و حدیث کے مخالف ہے تو دوسروں پر اپنے دین کو کیوں ٹھونستا ہے۔ پہلے ہم قرآن کریم سے ثابت کر آئے اپنے دین کی حقانیت کو اور اس روایت کی بھی حقانیت بحمدہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اگر ڈاکٹر کو علم ہوتا تو علم سے بات کرتا قرآن و حدیث کا حوالہ پیش کرتا مگر مفلس کنگال پاس کچھ رکھتا نہیں اپنے توہمات باطلہ سے قرآن و حدیث کا مذاق اڑاتا ہے۔

برادران ملت ! ملاحظہ فرمائیے، حضرت ابو بکر جلال الدین السیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت میں مسلمانوں کے امام عالیشان ہیں ۸۴۹ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے وہ روایت نقل فرماتے ہیں:

”ابن ابی الدنیا نے ”کتاب المنامات“ میں

اپنی سند سے راشد بن سعد سے روایت کی کہ ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو اس نے خواب میں بہت سی عورتیں دیکھیں لیکن اس کی بیوی اس میں نہ تھی اس نے اس عورت کے نہ آنے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ تم نے

اس کے کفن میں کوتاہی کی اس لئے وہ اب آنے میں شرم محسوس کرتی ہے۔ وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی ثقہ آدمی کا خیال رکھنا۔ اتفاقاً ایک انصاری کی موت کا وقت آگیا اس نے انصاری سے کہا کہ میں اپنی بیوی کا کفن دینا چاہتا ہوں انصاری نے کہا کہ اگر مردہ مرنے والے کو پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ یہ شخص دو زعفرانی رنگ کے کپڑے لایا اور انصاری کے کفن میں رکھ دیئے اب جو رات کو خواب میں دیکھا تو وہ عورت وہی کپڑے پہنے کھڑی تھی۔“

(شرح الصدور شرح حال الموتی والقبور اردو ص ۱۶۷-۱۶۸)

ڈاکٹر کو لامحالہ کمنا پڑے گا کہ یہ سارے جن کے نام مذکور ہیں بریلوی دین والے تھے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی منقول تو ماننا پڑے گا کہ یہی دین حق ہے یہی سچے مسلمان ہیں جن کو آج اعداء المسلمین ”بریلوی“ کہتے ہیں۔

نذر و نیاز

ڈاکٹر خالد محمود کہتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں
مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب
قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں
اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیائے کرام کو جو ایصال
ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے
ہیں۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اولیاء اللہ
کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا اولیاء
اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟ یا مسلمان وہی ہوتا ہے
جو بریلویوں کے سوا سب مسلمانوں کو کافر سمجھے۔۔۔۔۔
اور ایصال ثواب کو تعظیماً نذر و نیاز کہنے کی ابتدا
اسلام میں کب سے ہوئی۔“
(مطالعہ بریلویت، صفحہ ۲۸)

ڈاکٹر کی بے مانگی حیرت و استعجاب کا مجموعہ ہے۔ مفلس
کو اتنا بھی علم نہیں کہ مقابل، مترادف اور مشترک کی تعریف کیا ہے
جو جی میں آیا لکھ مارا۔ نہ اللہ واحد قہار کا خوف نہ بندوں سے شرم و حیا
کہ دنیا میں ابھی اہل علم بھی ہیں۔ کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں

نے اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے؟ الخ (یعنی معاذ اللہ کافر ہوتے ہیں) ڈاکٹر کے پاس علم تو ہے ہی نہیں جو کچھ چنانچہ ہم مثال پیش کرتے ہیں امید ہے کہ ڈاکٹر کی سمجھ میں آجائے۔

مثال نمبر ۱۔ فرض کیجئے کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی یہ فرمائیں کہ دیوبند میں مسلمان آباد ہیں دارالعلوم دیوبند کے علماء کو دیوبندی تعظیماً اولیاء کرام سمجھتے ہیں تو ڈاکٹر خالد سی کھے گا کہ تھانوی صاحب نے دارالعلوم دیوبند کو مسلمانوں کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ کیا دارالعلوم دیوبند کے علماء کافر ہیں؟

مثال نمبر ۲۔ بالفرض ڈاکٹر خالد محمود کے والد گرامی کرشن گڑھ میں رہتے ہیں۔ کرشن گڑھ مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے۔ وہاں کے لوگ ڈاکٹر خالد محمود کے والد صاحب کو تعظیماً مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس آبادی میں ایک مولوی صاحب بھی ہیں۔ تو ڈاکٹر خالد محمود غصہ سے لال پیلے ہو کر چیخیں گے کہ میرے والد کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے، کیا میرے والد کافر ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ ان تماشیل سے ڈاکٹر کی جہالت کا پردہ اٹھ جائے بات سمجھ میں آجائے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت میں ”اولیائے کرام“ ہے یعنی عزت و کرامت والے۔ تو کیا ڈاکٹر کافروں کو عزت و کرامت والا سمجھتا ہے اور یقیناً سمجھتا ہے جب

ہی تو کہ رہا ہے کہ اولیاء اللہ مسلمان نہیں ہوتے اگر عزت و کرامت والا سمجھتا تو یہ کلمہ ہرگز نہ کہتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے : ان الذین کفرو امن اهل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خلدین فیہا اولئک ہم شر البریۃ ” بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔“ اللہ جل مجدہ کافروں کو تمام مخلوق میں بدتر فرما رہا ہے اور ڈاکٹر عزت و کرامت والا بتا رہا ہے ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ڈاکٹر کہتا ہے کہ نذر و نیاز کہنے کی ابتدا اسلام میں کب سے ہوئی ؟

ص — آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

ڈاکٹر صاحب ! اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور ان کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب کو جانتے ہو؟ نام تو سنا ہی ہوگا؟ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی ، حاجی امداد اللہ صاحب کے ملفوظات کے مرتب ہیں ، وہ ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں :

”فرمایا کہ حنبلی کے نزدیک جمعرات

کے دن کتاب احیاء تبرکتا ہوتی تھی جب ختم

ہوتی تبرکات دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات

مصنف کے بیان کئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم

زمانے سے جاری ہے۔“

(امداد المشتاق - ص ۹۲)

ڈاکٹر صاحب! یہ حاجی امداد اللہ صاحب تمہارے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اور تمہارے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے پیر ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے یہ فرما رہے ہیں کہ ”طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے“ یہی سوال جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا، حاجی صاحب اور مولوی اشرف علی وغیرہ سے کیجئے اور ان پر اپنا حکم فتویٰ جاری کیجئے۔

ص یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”کہ آپ (مولانا احمد رضا خاں) جس

حلوہ کے حلوائی تھے اس کی کچھ تفصیل درکار تھی۔

اس باب میں آپ علیحدہ فرما چکے تھے۔ حلوہ بیزدو

بصلیٰ خوراند (یعنی) حلوہ پکائے اور صلیا کو کھلائے

یہ اس لئے کہ حلوہ صلیا کا حق ہے اس حلقے میں

مولانا احمد رضا خاں، حسن میاں، حافظ خلیل حسن،

مولانا حامد رضا خاں، حسنین رضا خاں صلیا سمجھے

جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ اس حلوہ کا
 حقدار کون ہوگا؟ غریب اور مساکین کی کیا مجال
 کہ یہ حلوہ چکھ سکیں۔“

(مطالعہ بریلویت - بمعہ حاشیہ - ص ۲۴)

ڈاکٹر کی علمی قابلیت کا یہ عالم ہے کہ صلحا کا مطلب بھی
 نہیں جانتا۔ وہ صلحا بمعنی امراء سمجھتا ہے جب ہی تو کہ رہا ہے کہ
 غریب و مساکین کی کیا مجال کہ یہ حلوہ چکھ سکیں۔ آیا صلحا میں غربا و
 مساکین نہیں ہوتے؟ عموماً صلحا میں زیادہ تر غربا ہی ہوتے ہیں۔ امراء
 اور رؤسا ان کی نسبت بہت کم ہوتے ہیں مگر ڈاکٹر کو نہ علم ہے نہ سمجھ،
 بس تعصب اور عناد ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور اکرم
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو نافذ فرما رہے ہیں۔

حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد
 فرماتے ہیں: ولا یاکل طعامک الا تنقی ”اور صلحا (متقی) کے سوا تیری
 دعوت کا کھانا کوئی اور نہ کھائے۔“ رواہ الترمذی و ابوداؤد و
 الدارمی عن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر ڈاکٹر کو نہ حدیث سے
 مطلب نہ قرآن سے، اگر مطلب ہے تو ”تقویت الایمان“ سے۔

برادران ملت! دیکھو ڈاکٹر کس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی تذلیل کرتا اور مذاق اڑاتا ہے۔ یہی ان
 کے دین کا شیوہ ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود ، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فتویٰ نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتا ہے :

مسئلہ ۲۔ میت کے سوئم کا کس قدر وزن ہونا چاہئے ۔ اگر چھوہاروں پر فاتحہ دی جائے تو ان کا کس قدر وزن ہو ؟
الجواب۔ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں اتنے ہوں جن میں ستر ہزار کا عدد پورا ہو جائے ۔ (عرفان شریعت)

”جواب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں جواب مذہب اہلسنت کے مطابق ہے کہ کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں دوسرے حصے میں بریلوی مذہب کا بیان ہے غور کیجئے ایک چھوہارا اگر نصف تولے کا ہو تو بریلویوں کے ہر تیجے میں ۱۰ من ۳۷ سیر ۸ چھٹانک چھوہاروں کی دستیابی کیسے ہوگی پھر اتنے چھوہارے رکھے کہاں جائیں گے اور کہاں سمائیں گے؟ یہ بھی سوچنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت نے یہاں تصریح نہیں کی کہ یہ ستر ہزار چھوہارے ہی بھیجنے ہیں تو انھیں دفن کرنے میں کیا دقت نہ ہوگی ، بصورت دیگر انھیں کہاں رکھا جائے گا اور کیسے تقسیم کیا جائے گا؟“

(مطالعہ بریلویت - ص ۳۰)

عزیزان ملت ملاحظہ کیجئے کہ ڈاکٹر شریعت مطہرہ کا کیسا مذاق بنا رہا ہے۔ چھوہاروں کو ضروری بتا رہا ہے۔ ضروری بمعنی فرض نہ سہی واجب سہی تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ چھوہارہ تو کجا نفس فاتحہ و سوئم کے واجب ہونے کا ہی ثبوت پیش کرو جس شخص کو عبارت پڑھنے کی تمیز نہ ہو عبارت کو کیا سمجھے گا؟ زیر بحث مسئلہ میں سائل دو باتیں پوچھتا ہے، اول سوئم کے چنوں ہی پر ہوتا ہے اس کا وزن، دوم فاتحہ میں وزن کی مقدار کہ فاتحہ کے لئے کوئی خاص چیز مقصود نہیں تو فاتحہ میں چھوہارہ کا ذکر ہے نہ کہ سوئم میں۔ پس اس کا جواب ارشاد فرمایا کوئی وزن شرعاً مقرر نہیں کیونکہ سوئم اور فاتحہ نہ تو فرض ہے نہ واجب۔ صرف مستحسن اور مندوب ہے اور سوئم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اتنے ہوں جن میں ستر ہزار عدد پورا ہو جائے۔

خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے۔ یہ آتش غیظ میں کیوں جل رہا ہے، جو خرچ کر رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کہاں سے لائے گا اور کہاں رکھے گا؟ مگر اصل بات یہ ہے کہ مومن اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کافر اس سے جلتا ہے نہ خود خرچ کرتا ہے اور نہ اس کو مسلمانوں کا خرچ کرنا بھاتا ہے اور طرح طرح کے بہانے بناتا ہے۔ یہی تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُم

اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا الطعمہ من لو
یشاء اللہ اطعمہ ان انتم الا فی ضلال مبین۔

”اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ
کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو
کافر مسلمانوں کے لئے کہتے ہیں کیا ہم اسے
کھلائیں جسے اللہ چاہتا تو کھلا دیتا، تم تو نہیں مگر
کھلی گمراہی میں۔“

یہی حال ہے ڈاکٹر اور ڈاکٹر کے مذہبی رہنماؤں کا کہ اللہ
عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت
کا ایک محاذ قائم کر رکھا ہے۔ ہر معاملہ میں اللہ جل جلالہ اور اس کے
رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور ان کی شان میں گستاخی کا
کوئی نہ کوئی پہلو نکال لیتے ہیں۔ پھر یہ مسلمانوں کو کس طرح چھوڑیں
گئے۔ ان کے مذہب نامذہب میں مسلمانوں کا قتل اور ان کا مال لوٹنا
مباح۔ کہا ذکرہ علامہ شامی۔

مسلمانوں میں دو لفظ فاتحہ اور سوئم بہت معروف اور اپنے
کام میں مشہور ہیں۔ اگر ڈاکٹر میں کوئی شتم غیرت کا ہے تو وہ کوئی
ثبوت بطور نمونہ ہی پیش کرے کہ چھوہاروں پر سوئم پڑھا گیا اور اپنی
مدد کے لئے اپنے جھوٹے خداؤں کو بلا لے۔ ”ہاتوا برہانکم ان
کنتم صدقین۔“

رہا معاملہ نفس سوئم کا تو یہ مسلمانوں میں معمول رہا ہے۔
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا سوئم ہوا، شاہ عبدالعزیز صاحب
فرماتے ہیں:

”روز سوئم کثرت بجوم مردم آن قدر
بودند کہ بیرون نہ حساب است بشتاد و یک کلام بہ
شمار آمد زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔
(ملفوظات عزیزی۔ ص ۵۰)

یعنی تیسرے روز (سوئم میں) آدمیوں
کا اس قدر بجوم تھا کہ حساب سے باہر ہے۔
اکیاسی (۸۱) ختم کلام اللہ (قرآن شریف) تو شمار
میں آئے اور اس سے زیادہ ہی ہوئے ہوں گے
اور کلمہ شریف کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔“

معلوم ہوا کہ سوئم مسلمانوں میں جاری رہا اور خاندان شاہ ولی
اللہ صاحب محدث دہلوی میں سوئم ہوتا تھا۔ اب شاہ صاحب پر حکم
لگائیے، کیا حکم لگاتے ہیں؟

ڈاکٹر کی تہذیب

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”ظلم بالائے ظلم یہ کہ مولانا احمد رضا خاں

کا عقیدہ تھا بریلویوں کی تمام مستورات ، پیروں کے لئے باندیوں اور لونڈیوں کے حکم میں ہیں۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب مولانا کے زنان خانے میں غسل سے گھس گئے اور پھر معذرت کرنے لگے۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں نے مسئلہ کی وضاحت فرمائی: حضرت یہ سب آپ کی باندیاں لونڈیاں ہیں، آپ آقا مالک اور آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے میں خوب سمجھتا ہوں، حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں۔“ (بحوالہ مہرِ انوار، ص ۳۷) ”اس تصریح کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت بھی کسی حجرے میں جا کر اپنی حاجت پوری فرما سکتے ہیں ورنہ اندیشہ ہے کہ ہاتھ آواز دے اب دیر کا ہے کی فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۳۳)

دیکھا اس ظالم بدکار نے کیسی منہ بھر کر گالی دی حالانکہ اس جاہل گنوار کو حقیقت اور مجاز کی بھی تمیز نہیں۔ مولوی حسین احمد صدر مدرس دیوبند اپنے کو ”تنگ اسلاف“ لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے خطوط مولوی محمد ذکریا صاحب نے اپنی کتاب ”تبلیغی جماعت پر

اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات " میں نقل کئے۔ اس کے صفحہ ۳ پر تنگ اسلاف حسین احمد اور صفحہ ۵ پر تنگ اسلاف حسین احمد موجود ہے تو مولوی حسین احمد صاحب کو تنگ اسلاف حسین احمد صدر مدرس دیوبند لکھنا اور کہنا چاہئے مگر تم لوگ نہ لکھتے ہو نہ کہتے ہو بلکہ "شیخ الاسلام" وغیرہ کے خطابات سے ذکر کرتے ہو۔

ڈاکٹر نے میزان صفحہ ۳۷۵ کا حوالہ پیش کیا ہم وہ عبارت میزان امام احمد رضا نمبر صفحہ ۳۷۵ سے نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے:

"جس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کے مغربی سمت جس میں کتب خانہ تھا نیا تعمیر ہو رہا تھا عورتیں اعلیٰ حضرت کے قدیمی آبائی مکان میں جس میں مولانا حسن رضا خاں صاب برادر اوسط اعلیٰ حضرت سے متعلقین تشریف رکھتے تھے قیام فرما تھیں اور اعلیٰ حضرت کا مکان مردانہ کر دیا گیا تھا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا اجتماع رہتا اسی طرح کئی مہینے تک وہ مکان مردانہ رہا جن صاحب کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں باریابی کی ضرورت پڑتی ہے کھٹکے پہنچ جایا کرتے جب وہ کتب خانہ مکمل ہو گیا مستورات حسب دستور سابق اسی مکان میں چلی آئیں اتفاق وقت ایک

سید صاحب جو کچھ دن پہلے تشریف لائے تھے اور اس مکان کو مردانہ پایا تھا پھر تشریف لائے اور اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے بے تکلف اندر چلے گئے جب نصف آنگن کے اندر چلے گئے تو مستورات پر نظر پڑی جو زنانہ مکان میں خانہ داری کے کاموں میں مشغول تھیں، انہوں نے جب سید صاحب کو دیکھا تو گھبرا کر ادھر ادھر پردہ میں ہو گئیں ان کے جانے کی آہٹ سے سید صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ مکان زنانہ ہو گیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہو گئی، جو میں چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکن طرف کے سائبان سے فوراً تشریف لائے اور سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں حضرت تشریف رکھا کرتے تھے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے اور سید صاحب کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس میں سید صاحب کی پریشانی اور ندامت دور ہوئی۔ پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے، پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی ظاہر کی کہ: ”مجھے زنانہ

مکان ہونے کا علم نہ تھا۔“ اعلیٰ حضرت نے فرمایا
 کہ: ”حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں۔
 آپ آقا اور آقا زادے ہیں۔ معذرت کی کیا
 حاجت ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ حضرت
 اطمینان سے تشریف رکھیں۔“

(المیزان بمبنی امام احمد رضا خاں نمبر۔ ص ۲۷۵ کالم نمبر ۱)

ڈاکٹر کا پیش کردہ حوالہ فقیر نے المیزان امام احمد رضا خاں
 نمبر سے پورا نقل کر دیا ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں کہیں ”پیر“ کا ذکر
 ہے؟ مولانا عبداللہ خاں صاحب اعظمی کا یہ مضمون ”اعلیٰ حضرت کی
 محبت سادات“ کا بیان ہے۔ مفتری کذاب نے سید صاحب کو پیر
 سے بدل دیا یہ خیانت فاحشہ تو دیو کے بندوں کو دیوبندی دھرم کی
 اساس سے ملی ہے جو ان لوگوں کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ نیز حقیقت و
 مجاز کا بھی کوئی لحاظ نہیں دراصل حقیقت و مجاز وغیرہ کو بھی اہل علم
 ہی جانتے ہیں جاہلوں کو کیا تمیز یہ تو آیت کریمہ ”و ازواجہ امہتہم“
 پر بھی اعتراض کرے گا کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں تو پردہ کیوں کرتی تھیں؟ بیٹوں سے ماں
 پردہ نہیں کرتی۔

دوبند کی خاک لائیں گے

اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے آقا اور آقا زادے فرمایا اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہم سارے مسلمان خواہ مرد ہوں یا عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اور باندیاں ہیں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے : **قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ** ”(محبوب) تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو“ یہ آیت کریمہ مومنین کے لئے عام ہے ہر مومن مرد ہو یا عورت سب کے بارے میں خطاب ہے مومن خواہ مرد ہو یا عورت سب اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ کی رحمت اسی کا حصہ ہے جو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بندے یعنی باندی اور غلام ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب جو مولوی اشرف علی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ اساطین دیوبند کے پیر ہیں ، وہ فرماتے ہیں :
 ”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : **قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم** ”مرج ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرینہ بھی انھیں معنی کا ہے

آگے فرماتا ہے : لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اگر
مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمۃ تانکہ
مناسبت عبادی کی ہوتی۔“
(امداد المشتاق - ص ۹۳)

پس اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بھی فرمایا وہ حکم
قرآن کے مطابق فرمایا مگر جو قرآن کو جانتا ہی نہیں حضور پر نور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا آقا و مولیٰ مانتا ہی نہیں وہ تو انکار ہی کرے
گا اور مسلمانوں سے لڑے گا اس میں لڑنے کی کیا بات ہے تجھے تیرا
دین اور مجھے میرا دین مبارک ہو۔ ہمارے لئے قرآن تیرے لئے
”تقویت الایمان“ پس کہو:

ص دیوبند سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے
ڈاکٹر خالد محمود زیر عنوان ”مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا“
لکھتے ہیں:

”بریلوی مذہب میں تو بزرگوں کے
مزارات پر خوبصورت عورتوں کا چڑھاوا بھی چڑھتا
ہے۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے مذہب کا نقشہ
یوں کھینچتے ہیں: حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر
اولیائے کرام میں سے ہیں حضرت سید احمد کبیر

بدوی کے مزار پر بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا اس مجمع میں چلے آتے کہ ایک تاجر کی کنیز، پر نگاہ پڑی۔ فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہے: النظرۃ الاولیٰ لک والثانیۃ علیک پہلی نظر تیرے لئے ہے اور دوسری تجھ پر، یعنی پہلی نگاہ کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہو گا، خیر نگاہ تو پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی: ہاں۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہئے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز بہہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور بہہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا، انھوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔۔۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہیں بتایا کہ ان عورتوں کو اپنی حاجت پوری کر تا کون نظر آتا ہے وہ یہ دیکھتی ہیں کہ صاحب قبر ان کے ساتھ مشغول ہیں یا

کوئی مرید باصفا نعرے لگا رہا ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۴۲ - ۴۳)

اس جاہل مفتری کے علم کی روشن دلیل یہ ہے کہ کنیز شرعی کو عورت کہہ رہا ہے اور پھر عورتوں کی قسمیں کتنی ہیں اور ان کے مختلف احکام اور جداگانہ ازکار۔ کنیز کے متعلق لکھ رہا ہے کہ ان عورتوں کو اپنی حاجت پوری کرتا کون نظر آتا ہے۔ مزید براں یہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ اپنا واقعہ ہے نہ کوئی شرعی فتویٰ یہ تو حضرت سیدی امام عبدالوہاب شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت ہے جس کا انکار تو نہ کیا گیا مگر مذاق ضرور بنایا گیا۔ اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذاق اڑانا اور ان کی شان میں گستاخی کرنا یہ کسی بد بخت شقی کا کام ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ ”مولانا احمد رضا خاں اپنے مذہب کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں“ اس کنگال کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن پر نیا مذہب ترتیب دینے کا بہتان لگیم ہے وہ تو ۱۲۷۲ھ (تیرھویں صدی ہجری) میں پیدا ہوئے اور کجا امام سیدی عبدالوہاب شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۹۹ھ (نویں صدی ہجری) میں پیدا ہوئے صدیوں کا فصل اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضرت سیدی امام عبدالوہاب شرعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ”بریلوی مذہب“ کا پابند ثابت کر رہا ہے جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ

اعدائے دین جس کو بریلوی مذہب کہتے ہیں وہی مذہب قدیم ہے جس پر اولیائے کرام اور علمائے عظام تھے اور حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت پر لاف گزاف یہ اس کی اپنی بکواس ہے کوئی حکم شرعی نہیں اگر دم تھا کوئی آیت قرآن کریم یا حدیث شریف پیش کرتا، مگر بے علم نتواں خدا را شناس۔ اور جہالت فاحشہ کا یہ عالم ہے کہ نذر کرنے کو چڑھاوا کہہ رہا ہے کہ اس واقعہ کو اس عنوان ”مزاروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا“ سے معنون کر رہا ہے۔ نیز اس مفلس کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ لڑکی کون اور باندی کس کو کہتے ہیں؟ نادار عقل سے بیزار باندی اور لڑکی کا فرق نہیں جانتا۔

مزید براں کنیز کے نذر کرنے پر اتنا بڑا فتنہ برپا کرنا اور دین کا مذاق اڑانا، جبکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے :

”از قالت امرات عمران رب انی نذرت
 لك مافی بطنی محررا فتقبل منی انك انت
 السميع العليم ۝ فلما وضعتها قالت ربی انی
 وضعتها اثنی - واللہ اعلم بما وضعت - وليس
 الذکر کالانثی وانی سميتها مریم وانی اعتداها
 بك وذريتها من الشیطن الرجیم ۝ یعنی ”جب
 عمران کی بیوی نے عرض کی اے میرے رب میں
 تیرے لئے منت (نذر) مانتی ہوں جو میرے پیٹ

میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو
 مجھ سے قبول کر لے بیشک تو سنتا جانتا ہے۔ پھر
 جب اسے جنا، بولی اسے رب یہ تو میں نے لڑکی
 جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ
 لڑکا اور جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں
 نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس
 کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں، راندے ہوئے
 شیطان سے۔“

(آل عمران ۳۵-۳۶)

حضرت حنہ نے حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر
 بیت المقدس میں احبار کے سامنے رکھ دیا۔ وہاں مزار شریف پر تو
 شرعی کنیز (باندی) تھی یہاں حضرت حنہ کی صاحبزادی حضرت مریم
 ہیں۔ کیا یہ لڑکی نہیں جن کو ”نذر“ کیا جا رہا ہے اور ولادت سے پہلے
 ہی منت مان لی اور عرض کی ”رب انی نذرت لك“ ان کے دل میں
 تو امید تھی کہ لڑکا پیدا ہوگا اس کو نذر کروں گی مگر اللہ علیم و خبیر ہے
 اس کا علم ہر شے کو محیط ہے جانتا تھا کہ آخر زمانے میں ایک نیا دین
 دیوبندی دھرم ظاہر ہوگا، جو باندیوں کے نذر کرنے پر شور مچائے گا،
 فتنہ اٹھائے گا، دین کا مذاق اڑائے گا، ہماری حکمت بالغہ میں اپنی
 عقل فاترہ کی پچر لگائے گا چنانچہ اس نے حضرت حنہ کو حضرت مریم

(لڑکی) عنایت فرمائی جس کو انھوں نے بطور نذر احبار بیت المقدس کے سامنے رکھ دیا جن کی قبولیت کا ڈنکا آج بھی بج رہا ہے ماشاء اللہ اور آئندہ بچتا رہے گا ہر قاری قرآن کریم کی تلاوت میں اس کو پڑھتا رہے گا۔ والحمد للہ رب العلمین۔

ص دیوبند سے خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے
ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی۔
انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات
پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی
فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے ازواج مطہرات
کی شان میں گستاخی وہیں کی ہے جہاں وہ سیدی
عبدالوہاب کو حضرت سید احمد کے مزار سے یہ
آواز سنا رہے تھے کہ فلاں حجرے میں لے جاؤ اور
اپنی حاجت پوری کرو (پھر حاشیہ پر لکھتے ہیں) یہ
عقیدہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگانا خاں
صاحب کا جھوٹ ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۴۷)

سبحان اللہ! نہ ثبوت نہ دلیل اپنی عقل فاطر سے جس کو چاہا

جھوٹا کہہ دیا۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے ولید، ابو جہل سے کہے کہ
 عبد اللہ نے فرمایا کہ صدیق کا ارشاد ہے کہ ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم، اللہ کے رسول ہیں“ تو ابو جہل کہتا ہے کہ یہ عقیدہ کہ محمد صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں صدیق کے ذمہ لگانا عبد اللہ کا
 جھوٹ ہے۔“ وہ تو (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے۔ جب موصوف
 ہی نہیں رہا تو صفت کیونکر باقی ہے۔ آج کوئی یہ کہنے کو تیار نہیں کہ
 جنرل محمد ایوب خاں صدر مملکت پاکستان ہیں جب وہ صدر تھے تو
 لوگوں نے ان کو صدر پاکستان کہا اب جبکہ وہ مر گئے صدارت بھی ختم
 ہے اسی طرح جو آج محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم) ”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں“ (صلی اللہ
 علیہ وسلم) کہتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ نیز ڈاکٹر خالد لکھتے ہیں ”مولانا احمد
 رضا خاں نے ازواج مطہرات کی شان میں یہ گستاخی وہیں کی ہے
 جہاں وہ سیدی عبدالوہاب کو حضرت سید احمد کبیر کے مزار سے یہ
 آواز سنا رہے تھے کہ فلاں حجرے میں لے جاؤ“ یہ بھی جہالت فاحشہ
 ہے۔ ملفوظات کے مرتب نے مختلف اوقات و مجالس میں جو ازکار
 رونما ہوئے ان کو قلمبند کر کے یکجا کر دیا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ اسی
 مجلس میں اسی موقع پر ارشاد فرمایا۔ ملفوظ شریف میں تو اس واقعہ کرامات
 کے بعد سوال ہے کسی نے عرض کیا کہ ”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور
 اولیائے کرام کی حیات برزخیہ میں کیا فرق ہے؟ تو ارشاد فرمایا :

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی جیسی دنیاوی ہے اس پر تصدیق وعدہ الہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج پر عدت نہیں وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ :

”انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ

میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے

ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔“

(المفروضہ صوم صفحہ ۲۵-۲۶)

تو یہ قول سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی کا ہے اس پر اعتراض کرنا اور حکم لگانا اعلیٰ حضرت پر نہیں بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی پر حکم لگانا ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ناقل ہیں۔ اب رہا کہ یہ ان کا قول نہیں تو اس کے رد میں کوئی دلیل قاطعہ لاتا اور اس کے خلاف پر عبارت دکھاتا پھر جھوٹ بتاتا تو لائق التفات بھی تھا مگر کوئی عبارت ہوتی تو لاتا۔ معلوم ہوا قول صادق ہے، ڈاکٹر کاذب۔

نیز شب باشی فرمانا تو کنایہ ہے اسے صراحت سے کیا علاقہ ڈاکٹر کے ذہن میں غلاظت ہے اسے وہی نظر آتی ہے۔ اکثر اہل علم و ادب اپنی گفتگو میں فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں رات فلاں دوست

کے ساتھ شب باشی میں گزاری چناچہ ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں :

”محمد الحضرمی مجذوب ----- ابدال میں
سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے ہے کہ آپ
نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ
بیک وقت پڑھا اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی
شب میں شب باش ہوئے تھے۔“
(جمال الاولیاء - ص ۸۸)

ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی فرما رہے
ہیں کہ محمد الحضرمی ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔ اب ان
پر گستاخی کا کوئی کوڑا برسائے اور حکم توہین صادر فرمائے علاوہ ازیں
سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول انمول پر
ڈاکٹر کا رونا اور ماتم کرنا علمی بے مائیگی کی دلیل ہے یہ تو انبیاء علیہم
الصلوة والسلام کی شان ہے۔ اللہ عزوجل تو مومنین صالحین کے متعلق
ارشاد فرماتا ہے :

والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان
الحقنا بهم ذریتهم وما التئهم من عملهم
من شئ کل امری بما کسب رھین ۝ یعنی ”اور
جو ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے

ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی ذریت ان سے
 ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی،
 سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں۔“ (الطور: ۲۱)
 جب ایمان والوں کی یہ شان کہ ان کی ذریت نے ایمان کے
 ساتھ ان کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا،
 شہداء کے متعلق ارشاد ہے:

”ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل

الله امواتاً - بل احياء عند ربهم يرزقون ○

یعنی اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں
 مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے
 پاس روزی پاتے ہیں۔“

(آل عمران: ۱۶۹)

پس جو اللہ کی راہ میں مارے جانے والے ہیں ان کے متعلق
 ارشاد ہوتا ہے کہ ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اپنے رب
 کے پاس روزی پاتے ہیں تو ان سے بلند مرتبہ والے علماء پھر اولیاء
 اور اولیاء میں درجات پھر صحابہ اور صحابہ میں خلفاء راشدین اور خلفاء
 راشدین میں بالترتیب مراتب صدیق اکبر اس کے بعد انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والسلام کی شان تو ان کی حیات و وصال سے کس مومن کو
 انکار ہو سکتا ہے مگر وہی جس کو ایمان نہیں پس مومنین کے لئے

قرآن اور دیوبندی کے لئے ”تقویت الایمان“ میں فرق ہے۔

ص دیوبند کی خاک لائیں گے
اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

اکابر علمائے دیوبند کے ادب واحترام کا نمونہ

آئیے ! صنم خانہ دیوبند کی سیر کریں اور دیوبند کے حکیم
الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے اخلاق فاضلہ ملاحظہ فرمائیں :
جب اشرف علی صاحب نے اپنے بھانجے کی بیوی (جو کم
عمر تھی) سے دوسری شادی کی تو ان کی پہلی بیوی کی فریاد سنئے ، جس
کو مولوی اشرف علی بقلم خود تحریر فرما رہے ہیں :

- ۱۔ ہائے بادشاہی چھن گئی۔ ۲۔ ہائے
- ایسا ظلم۔ ۳۔ بس جی مولویوں کا بھی اعتبار نہ رہا۔
- ۴۔ بھلا بدون اجازت منکوحہ اولیٰ کے یہ دوسرا
- نکاح جائز کب ہو سکتا ہے ؟ ۵۔ بھلا اگر عورت
- بھی دوسرے مرد کو ڈھونڈ لے تو مرد پر کیسی گزرے ؟
- ۶۔ ہائے بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے ، جو رو بنا کر بیٹھ
- گئے۔ ۷۔ بیٹی کیا نواسی کی جگہ تھی۔ ۸۔ ارے بھائی،
- بھانجہ تو بیٹا ہوتا ہے پھر اس کو بیٹا بنایا بھی تھا
- ہائے بیٹے کی بیوی کو لے بیٹھے یہ غضب۔ ۹۔ بس

جی ایسی عورت کا کیا اعتبار اسکا تو اگر نانا حقیقی
 زندہ ہوتا کیا اس کو بھی کر بیٹھتی۔ ۱۰۔ لو اور پڑھوؤ
 لڑکیوں کو ہائے استاد ہو کر شاگردنی کو کر بیٹھے۔
 ۱۱۔ اور مریدنی بھی تو تھی ۰ پیر میں اور باپ میں کیا
 فرق ہوتا ہے؟ ۱۲۔ اجی معلوم ہوتا ہے ان میں پہلے
 سے ساز باز ہوگا۔ ۱۳۔ بس جی اب تو سب مرید
 ایسا ہی کریں گے۔ ۱۴۔ اجی لڑکی نے بھی ظلم ہی
 کر دیا جو کرنا ہی تھا اور دس تھے بھلا جس کے پاس
 بچپن میں رہی لکھا پڑھا اس کی چھاتی پر مونگ دلنا
 تھا۔ ۱۵۔ خدا کرے ان کو آرام ہی نصیب نہ ہو۔
 ۱۶۔ اجی ایسی بے حیا ہے تو ستر کرے گی ستر
 چھوڑے گی۔“

(الخطوب النذیبہ للخطوب النذیبہ - ص ۲-۳)

یہ پہلی بیوی کی فریاد ہے !!

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ کی بابت
 ذہن کی رسائی :

ڈاکٹر کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

”ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر
(اشرف علی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں
انھوں نے مجھے کما میرا ذہن معا اسی (زوجہ ثانیہ
کی) طرف منتقل ہوا اس مناسبت سے جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا حضور کا سن شریف پچاس
سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔
وہی قصہ یہاں ہے۔“

(الخطوب النذیبه للقلوب النذیبه - صفحہ ۱۵-۱۶)

معاذ اللہ - ہزار بار استغفر اللہ - سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی تشریف آوری اور نئی بیوی ۰ کم سن کا تصور -----
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم -

سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی

ڈاکٹر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی آیت کریمہ:
ولقد همت به وهم بها لولا ان رابرهان ربه (یوسف : ۲۳) کا
ترجمہ بیان کرتے ہیں:

”اور اس عورت کے دل میں تو انکا خیال
عزم کے درجہ میں جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس

عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی
دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا
عجب نہ تھا۔“ (ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

یعنی مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ زلیخا کے دل
میں تو گناہ کبیرہ کا خیال عزم کے درجہ میں جم ہی رہا تھا اور یوسف علیہ
السلام کو بھی اس گناہ کبیرہ کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔ یعنی مانل بہ گناہ
کبیرہ ہو چلے تھے (معاذ اللہ) پھر اس توہین و گستاخی کا بہتان اللہ عزوجل
کی جانب کرنا ظلم بالائے ظلم ہے۔

”ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا“ کس جملہ
کا ترجمہ ہے؟ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں
علمائے دیوبند کے خدام کی شان عصمت ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔

دیوبندی دھرم میں میاں جی منے شاہ صاحب
کی عصمت

قاری محمد طیب صاحب ”مستم دارالعلوم دیوبند“ ارشاد فرماتے
ہیں کہ:

”دارالعلوم دیوبند کی بنیادیں بھی الہامی
اور اشارات غیب کے تحت ہیں۔ اس کا سنگ

بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو تمام اہل اللہ اور اکابرین
 جمع ہی نہیں تھے بلکہ ان کے قلوب میں ایک
 عجیب بے باشت و کیفیت کا نور موجزن تھا۔ سنگ
 بنیاد میں جس سے بھی پہل کرنے کو کہا جاتا تو وہ
 کہتا نہیں فلاں صاحب سے ابتداء کرائی جائے وہ
 ہم سب کے بڑے اور اس کے اہل ہیں گویا بے
 نفسی کا یہ حال تھا کہ اپنے کو کم تر سمجھ کر کوئی بھی
 آگے نہیں بڑھتا تھا بالآخر اینٹ حضرت مولانا
 احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے رکھوالی
 گئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت (محمد قاسم)
 نانوتوی نے حضرت میاں جی منے شاہ صاحب کا
 ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا اور فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں
 جنہیں صغیرہ گناہ کا بھی تصور نہیں آیا تو انہوں
 نے حضرت محدث سہارنپوری کے ساتھ اینٹ
 رکھی جس سے واضح ہے کہ سنگ بنیاد رکھنے
 والے بھی اہل اللہ تھے۔“

(ماہنامہ الرشید لاہور - فروری ۱۹۷۶ء دارالعلوم دیوبند نمبر -

ص ۱۳۹ - کالم نمبر ۱ - جلد ۱ - شمارہ ۲ - ۳ - صفر ۱ - بیج الاول ۱۳۹۶ھ)

ملاحظہ فرمائیے ! کہ دارالعلوم دیوبند کی سنگ بنیاد کے موقع پر

تمام اہل اللہ جمع ہیں ان کے درمیان نانوتوی صاحب میاں جی منے شاہ صاحب کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ وہ ہیں جنھیں صغیرہ گناہ کا بھی کبھی تصور نہیں آیا۔ اس پر تمام اہل اللہ اور اکابر خاموش ہیں۔ کسی نے انکار نہ فرمایا گویا میاں جی منے شاہ صاحب کی عصمت سب کو تسلیم ہے۔ مزید براں ظاہری اعمال تو آدمی دیکھ سکتا ہے مگر باطنی خیالات و تصورات سب کو نظر نہیں آتے مگر نانوتوی صاحب پر پیدائش سے لے کر اب تک کے تمام حالات ہی نہیں بلکہ خیالات اور تصورات بھی پوشیدہ نہیں اس پر تمام اہل اللہ جو کہ اس وقت جمع ہو گئے تھے ان کی خاموش شہادت رجسٹری کا درجہ رکھتی ہیں میاں جی منے شاہ جو علمائے دیوبند کے خدام سے ہیں ان کے بارے میں نہ معلم لکھا نہ محدث نہ مفتی نہ عالم دین ہونے کا کوئی ثبوت معلوم ہوا کہ بے چارے علم سے کورے جبل سے آراستہ تھے ان کا یہ عالم کہ کبھی صغیرہ گناہ کا بھی تصور نہیں آیا اور دوسری جانب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گناہ کبیرہ کا بھی کچھ خیال ہو چلا تھا۔ یہ ہے دیوبندی دھرم کی عصمت کا نمونہ۔

اکابر علمائے دیوبند کی غیرت ایمانی

مولوی رشید احمد گنگوہی جن کے اوصاف جلیلہ مولوی عاشق الہی میرٹھی اس طرح بیان فرماتے ہیں :

”قطب عالم قدوة العلماء غوث الاعظم
اسوة الفقہما جامع الفضائل والفواضل العلیۃ مستجمع
الصفات والمخائص البہیۃ السنیۃ حامی دین مبین
مجدد زمان ----- المولوی رشید احمد صاحب
محدث گنگوہی۔“
(تذکرۃ الرشید - جلد اول - ص ۲)

مولوی ظہور الحسن کسولوی بہ تصدیق حکیم الامت دیوبند مولوی
اشرف علی تھانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

”حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد
صاحب د عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب
نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ میں ، حضرت
گنگوہی (رشید احمد) کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت
گنگوہی (رشید احمد) اور حضرت نانوتوی (محمد قاسم)
کے مرید و شاگرد سب جمع تھے کہ حضرت گنگوہی
نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا
کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما
سے گئے مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب
کے ساتھ چت لیٹ گئے حضرت بھی اسی چارپائی
پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لیکر اپنا

باتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق
اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہرچند فرماتے
ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں
گے حضرت نے فرمایا لوگ کہیں گے کہنے دو۔“

(ارواحِ ثلاثہ حکایت ۳۰۵ صفحہ ۲۸۹)

ڈاکٹر دیکھا نانوتوی چیخ رہے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ
لوگ کیا کہیں گے۔ آخر یہ گنگوہی صاحب کیا کر رہے تھے کہ وہ
شرم سے فریاد کر رہا ہے اور اسے پرواہ ہی نہیں، مکتا ہے لوگ کہیں
گے کہنے دو۔

اور مولوی عاشق الہی میرٹھی اس واقعہ کی صداقت اور
حقیقت مولوی رشید احمد کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں کہ :
”ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد
قاسم صاحب (نانوتوی) عروس (دلہن) کی صورت
میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس
طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ
پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انھیں مجھ سے
فائدہ پہنچتا ہے۔“

(تذکرۃ الرشید۔ جلد دوم۔ ص ۲۸۹)

ملاحظہ کیجئے ! جو وہاں بیداری میں یہاں خواب میں بھی وہی

نظر آ رہا ہے ڈاکٹر شب باشی پر جو کہ کنایہ ہے ماتم کر رہا تھا سینہ پیٹ رہا ہے اور یہاں صراحتہ ذکر موجود ہے۔ اگر غیرت کا کوئی شمر باقی ہے تو اپنے ان اکابر پر لعنت بھیجئے۔

ص اے اشک ڈوب مرتیری تاثیر دیکھ لی

الٹی ہنسی اڑی میری چشم پر آب کی

ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب ”مطالعہ بریلویت“ کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کے ذہنی اور علمی مفلسی اور بے مانگی کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اولیاء کرام کا ذکر کر دیا جائے تو وہ اولیاء کرام کو مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑا کر کے ان کو (معاذ اللہ) کافر قرار دے (حوالہ پیچھے گزرا)۔ اسکا ذہنی علمی دیوالیہ تو پہلے ہی نکل چکا ہے۔ بھلا اس میں عبارت کے سمجھنے کی لیاقت کہاں پھر لکھنا کار دارد۔ یہ ایک مجنوں کی بڑ ہے کہ جنون میں بڑ بڑائے جارہا ہے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسے دیوانگی کے وار کر رہا ہے جیسے کوئی شخص اپنے والد کے قاتل پر مدہوش ہو کر حملے کرتا ہے۔

پوری کتاب کا مطالعہ اور اسکا جواب لکھنا اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ ہم صرف چند امور پر سے پردہ اٹھاتے اور اصلی چہرہ دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور اس کاوش سعید کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین آمین آمین

بجاء نبیٹ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ڈاکٹر کی ذہنی خباثت

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

” بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ پیر مریدوں کی پرائیویٹ زندگی کا بھی پورا نظارہ کرتے ہیں۔ خاوند اور بیوی خلوت میں ہوں تو فرشتے تو حیا کے باعث ایک طرف ہو جاتے ہیں لیکن بریلوی پیر اس وقت بھی پاس رہتے ہیں اور مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں : سید احمد سلیم جماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رات تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری بیوی سے ہمبستری کی یہ نہ چاہیئے۔ عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کی ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا۔ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے۔

برابر نظارہ کرتا ہے۔ ملفوظات۔ ص ۲۹

(مطالعہ بریلویت صفحہ ۵۳)

پھر لکھتا ہے جس کا عنوان ہے۔ ”ظلم اور فسق کی انتہا۔“

”پیر کو مرید کی بیوی کے پاس سلانے کی

تجویز کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں

نے اس کے لئے قطب الواصلین حضرت سید

عبدالغزیز دباغ کا نام غلط استعمال کیا ہے اور ان

پر ایک بڑا جھوٹ باندھا ہے۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۵۳)

پھر لکھتا ہے :

”خانصاحب کا گھڑا ہوا ڈراما۔ خانصاحب

نے کہانی اس طرح گھڑی گویا چار چار پایاں علیحدہ

علیحدہ دو جگہ پر تھیں ایک جگہ سید احمد سلمجما سی

اور ان کی ہمبستر بیوی تھیں اور دوسری جگہ دوسری

بیوی اور پیر صاحب کا پلنگ تھا۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۵۵)

ڈاکٹر کی علمی قابلیت کا تو یہ حال ہے کہ ”گڑھا ہوا“ کو ”گھڑا

ہوا“ اور ”گڑھی“ کو اس طرح ”گھڑی“ لکھتا ہے۔ اب اصل عبارت

الملفوظ کی ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے :

”عرض : حضور فنا فی الشیخ کا مرتبہ کس

طرح حاصل ہوتا ہے ؟ ارشاد : (جواب عطا

فرماتے ہوئے ضمناً بیان فرماتے ہیں) انھیں

سیدی احمد سلجماسی کے دو بیویاں تھیں۔

سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے

دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا

حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی

سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو

کس طرح علم ہوا ؟ فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی

اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی

تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا، تو کسی وقت شیخ مرید

سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔“

(الملفوظ دوم صفحہ ۴۵-۴۶)

اب تبریز اردو ترجمہ ابریز کی عبارت ملاحظہ فرمائیں، یہ ترجمہ

کسی بریلوی مولوی نے نہیں کیا ہے بلکہ تبریز شریف کے مترجم مولوی

عاشق الہی میرٹھی جو دیوبندی ہیں وہ حضرت سلجماسی کا واقعہ بیان

کرتے ہیں :

”(امام ہمام احمد سلجماسی فرماتے

ہیں) ایک مرتبہ میری بیویاں ایک ہی گھر میں تھیں کہ ایک کو اپنے گھر میں رہنے سے کوئی عذر مانع ہوا تھا مکان میں چار پلنگ تھے دو پر وہ دونوں الگ الگ لیٹ گئیں اور تیسرے پر میں تنہا لیٹ گیا اور چوتھا خالی رہا۔ شب میں ایک بیوی سے ہمبستر ہوا کہ دوسری کو سوتا ہوا سمجھا۔ پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد اٹھا اور پہلی کو سوتا ہوا سمجھ کر دوسری سے ہمبستر ہوا حسب معمول جب زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مزاح کے طور پر حضرت نے فرمایا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت؟ دو بیویوں کو ایک گھر میں جمع کرنے اور دونوں سے صحبت کرنے کے متعلق؟ میں سمجھ گیا کہ میرے واقعہ کی طرف اشارہ ہے لہذا عرض کیا کہ حضرت آپ کو کیسے خبر ہوئی فرمایا اور چوتھے پلنگ پر کون سویا تھا؟ میں نے کہا حضرت میں نے ہمبستری کی ہر ایک سے اس وقت جبکہ دوسری سو رہی تھی۔ فرمایا نہ پہلی سوتی تھی، نہ دوسری۔“

(تبریز اردو ترجمہ ابریزہ حصہ اول۔ ص ۴۱ مدینہ پبلشنگ کمپنی

کراچی)

حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفہام فرمایا ”چوتھے پلنگ پر کون سویا تھا؟“ اس پر تو کوئی سویا ہی نہ تھا خالی انداز گفتگو بتا رہا ہے کہ اس پر ہم تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے حکایت کا خلاصہ اپنے انداز میں بیان فرمایا۔ قاری صاحبان بغور مطالعہ فرمائیں اور مفتری کذاب پر لعنۃ اللہ علی الکذبین پڑھیں جس حکایت میں چار پلنگ ذکر کئے گئے اعلیٰ حضرت نے تو چار پلنگ کا ذکر بھی نہ کیا صرف ایک خالی پلنگ کا ذکر بیان فرمایا اور بتایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہوتا یہ کذاب مفتری مرید کی بیوی کے پاس پیر کو سلاتا ہے۔ یہ حضرت غوث زماں عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان لیم اور ظلم عظیم ہے نیز دوسرے واقعہ میں اس کی صراحت پوچھتے ہیں :

”حضرت ممدوح سے تعارف کا شروع زمانہ تھا کہ میرے ایک بچے کا انتقال ہو گیا۔ اس کی ماں کو بڑا صدمہ ہوا کیونکہ اس سے پہلے اس کا ایک بچہ اور مرچکا تھا۔ میں اس کو تسلی دینے لگا کہ میں نے حضرت احمد ابن عبداللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب میں بچوں کو دیکھتا ہوں اور پھر جو کچھ ان کو آئندہ زندگی میں پیش آنے والا ہے اس پر نظر کرتا ہوں تو مجھے بڑا ترس آتا ہے کہ

ان لادلوں کو ہماری طرح بہت کچھ پاڑ بیلنے ہیں
 اس لئے جو بچپن ہی میں دنیا سے اٹھ گیا وہ سب
 آفتوں سے بچا رہا اور تمہارا بچہ بھی انتقال کر گیا
 لہذا خوش ہو کہ ہر قسم کے افکار معاش و معاد سے
 محفوظ رہا۔ صبح کو جب حضرت شیخ کی خدمت میں
 حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا رات تم اپنی بیوی سے
 یہ باتیں کہہ رہے تھے اور میری ساری تقریر نقل
 فرمادی۔ حضرت مدوح سینہ کی کسی تکلیف کے
 سبب لونگ کھایا کرتے تھے اور جب آپ سانس
 لیا کرتے تو اس کی خوشبو مہکتی تھی جسے میں دن
 بھر سونگھا کرتا تھا پھر ایسا ہوا کہ رات کے وقت
 اپنے گھر میں بھی باوجودیکہ دروازے بند ہوتے
 تھے بعینہ یہی خوشبو گھر کے اندر بار بار مہکتی تھی
 میں نے اس پر غور کیا اور بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ
 اسے بھی حضرت کے ساتھ محبت تھی اور حضرت
 بھی اس کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے ہم
 دونوں کو یہ خوشبو سونگھتے ہوئے جب ایک مدت
 گزر گئی تو میں نے ایک دن حضرت سے ذکر کیا کہ
 آپ کے دہن مبارک کی خوشبو رات کے وقت

ہمیں اپنے گھر آیا کرتی ہے اور ہم اسے ہمیشہ
سونگھا کرتے ہیں کیا آپ ہمارے پاس ہوتے
ہیں؟ فرمایا جی ہاں!

(تبریز ترجمہ ابریز - حصہ اول - ص ۲۹)

غور فرمائیے! کہ حضرت احمد سلیم جاسی پوچھ رہے ہیں کیا
آپ ہمارے پاس ہوتے ہیں؟ حضرت غوث زماں عبدالعزیز دباغ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرما رہے ہیں (مولوی عاشق الہی کی زبان میں) ”جی
ہاں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ ظلم و انتہائے فسق کا حکم لگانا اور ان امور
کو خلاف دین بتانا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں بلکہ حضرت
احمد سلیم جاسی اور حضرت عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
پر حکم لگانا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف
بہانہ بنایا ہے، قلب و ذہن کی سیاہی تو صفحہ قرطاس پر برس رہی ہے۔

تفریق بین المسلمین

ڈاکٹر خالد محمود، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریک
تفریق بین المسلمین کا بانی کہتے اور لکھتے ہیں:

”تحریک تفریق کے بانی۔ اس تحریک
کے بانی مولانا احمد رضا خاں متوفی ۱۹۲۱ء گزرے
ہیں آپ کی نصف صدی کی جدوجہد سے پاک و

ہند کے اہل سنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۶۲)

اور اپنے قلب کی سیاہی صفحہ قرطاس پر بکھیرتے ہوئے ایک حوالہ مولانا قاری احمد صاحب سے منسوب کر کے پیش کرتے ہیں کہ:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب پچاس سال

اسی جدوجہد میں منہمک رہے، یہاں تک کہ دو

مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ بریلوی، دیوبندی۔“

پھر اسی صفحہ پر اپنے نامہ اعمال کی تاریکی کا ثبوت دیتے ہوئے مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت

سے اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دینداری بھی تھی

غیرت اسلامی بھی۔ دنیا میں ان کا وقار بھی تھا

اعتبار بھی۔ رعب و ہیبت بھی قوت و شوکت بھی۔

کفار ان کے خوف سے کانپتے تھے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۶۳)

پہلا حوالہ سوانح اعلیٰ حضرت مولانا قاری احمد صاحب پہلی بھیتی کا، دوسرے کا کوئی حوالہ نہیں، قاری احمد صاحب کی سوانح اعلیٰ حضرت فقیر کے پاس نہیں در نہ اصل عبارت اور اس کا ماقبل و مابعد دیکھ لیا جاتا، دوسری عبارت کا کوئی ثبوت نہیں کہ کس کتاب

سے نقل کیا مگر قرینہ چاہتا ہے کہ انہوں نے بالکل صحیح فرمایا۔ پہلی عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ صدی سے پہلے جب تک اسماعیل دہلوی نجد سے وہابیت کو نہ لائے تھے مسلمانوں میں کوئی دینی، مذہبی اختلاف نہ تھا مگر جب وہابیت کو نجد سے اٹھا کر مولوی اسماعیل ہندوستان میں لائے اور کتاب ”تقویت الایمان“ لکھی گئی اس وقت سے مسلمانوں میں اضطراب اور افتراق پیدا ہو گیا اور دین و مذہب کی بنیادوں میں کیڑے پیدا ہو گئے جو وہابیت کے ڈالے ہوئے دیوبندیت کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیڑوں کو دین کی بنیادوں سے نکالا جن کو ایک مستقل مکتب فکر دیوبندی کے نام سے جدا کر دیا تو ان دشمنان دین نے اصل دین اسلام و مذہب مہذب اہلسنت کو ”بریلوی“ کے نام سے موسوم کر دیا۔

تفریق بین المسلمین کا بانی

ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ سے متاثر ہو کر ”تقویت الایمان“ نامی ایک کتاب لکھی اور تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا۔ علمائے اہلسنت اور خاص طور پر خاتم الحکماء علامہ محمد فضل حق صاحب خیر آبادی علیہ الرحمہ نے تحریری اور تقریری طور پر اس کا رد فرمایا۔ کتاب ”تقویت الایمان“ کیا ہے؟ یہ قرآن کریم کے خلاف

ایک مجرمانہ سازش کا آغاز ہے۔ ”تقویت الایمان“ کو جاننے کے لئے ہماری کتاب ”تقویت الایمان بمقابلہ عظمت قرآن“ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ فتنوں کی بنیاد تھی کہ اس کے بعد فتنے جنم لیتے رہے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے ایک کتاب مسمیٰ ”تخذیر الناس“ لکھی جس میں صاف لکھ دیا کہ آیت خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ یہ عوام کا خیال ہے اہل فہم کے نزدیک اول و آخر آنے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں اور پھر لکھ دیا کہ بعد زمانہ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یہ کتاب ”تخذیر الناس“ ۱۸۷۲ء میں لکھی گئی اور اب تک برابر طبع ہو کر اشاعت پذیر ہے۔ فقیر کے پاس اس کتاب کے دو نسخے ایک مطبوعہ دیوبند دوسرا مطبوعہ کراچی موجود ہے اسی کتاب ”تخذیر الناس“ کو سند بنا کر غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا جو ایک فتنہ کی شکل میں موجود ہے۔ نیز مولوی اسمعیل کی کتاب ”یکروزی“ کی معاونت میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب کا فتویٰ صادر کیا کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے اور کتاب ”براہین قاطعہ“ میں لکھ دیا کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب کسی نے جدید نہیں نکالا۔۔۔۔۔ الخ۔ اس کے علاوہ اپنی اسی کتاب ”براہین قاطعہ“ میں شیطان لعین کے لئے علم محیط زمین کو نص (قرآن وحدیث) سے ثابت مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے

ثابت کرنا شرک ٹھہرایا۔ ملاحظہ کیجئے شرک کا معنی خدا کا شریک تو یہ مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد بالاتفاق شیطان لعین کو خدا کا شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ (معاذ اللہ - استغفر اللہ)

مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک کتاب مسمیٰ ”حفظ الایمان“ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر کلام کرتے ہوئے لکھ دیا ”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔“

الحاصل وہا بیت نے اس قسم کے بے شمار فتنے پیدا کر دیئے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو دیوبندیوں سے سخت نفرت ہو گئی جیسا کہ مولوی محمد زکریا محدث سہارنپوری کے بیان سے ظاہر ہے ہم اس کا ذکر پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہو گیا کہ افراق بین المسلمین کے مجرم یہ دیوبندی اور وہابی ہیں جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ کتاب ”مطالعہ بریلویت“ موجود ہے۔

مکفر المسلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

”دنیا میں اس تکفیری مہم کا کیا اثر رہا

اور لوگوں نے احمد رضا خاں کے متعلق کیا عمومی

اثرات قائم کئے اسے انہی کے ایک معتقد کی
زبان سے سنئے :

ص مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری
”آج سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرنے
سے بھجکتا ہے عام طور پر امام احمد رضا خاں کے
متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین، مسلمانوں کو
کافر گرداننے والے تھے بریلی میں انہوں نے
کفر ساز مشین نصب کر رکھی تھی آج ایشیاء میں
جتنے بھی سائنسی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر
کام تو درکنار نام بھی نہ ملے گا۔ (ماہنامہ المیزان
بمبئی احمد رضا نمبر۔ ص ۲۹) المیزان بمبئی کا یہ
تبصرہ بالکل درست ہے سنجیدہ انسان واقعی بریلوی
کھلانے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ مضمون نگار
اس صورتحال پر بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں مگر
اس میں پریشانی کی کوئی وجہ نہیں جیسا مولانا احمد
رضا کا کام تھا اسی کے مطابق ان کی شہرت ہوئی۔“
(مطالعہ بریلویت۔ ص ۱۱)

ڈاکٹر خالد محمود کو پہلے اپنے علم و فہم پر ماتم کرنا چاہئے اس
مفلس کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ مصرعے پر نشان ”ع“ کا ہوتا ہے۔

” ۴ “ نشان شعر ہونے کی علامت ہے ۔

ملاحظہ کیجئے کہ ڈاکٹر خود اقراری ہے کہ المیزان کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے اگر اس کا یہ کہنا حق اور سچ ہے تو المیزان کی پوری عبارت کو نقل کیوں نہ کیا درمیان سے ایک ٹکڑا اٹھا کر لکھ دیا ۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ :

مثال نمبر ۱ : ڈاکٹر خالد بھتے ہیں کہ فرعون ہمارا امام ہے اس کی عظمت کے ڈنکے تمہارے قرآن میں موجود ، خدا نے بذات خود فرعون کا ذکر کیا اور اپنے کلیم کو فرمایا اذهب الی فرعون ” تم فرعون کی طرف جاؤ ۔ “

مثال نمبر ۲ : کوئی ڈاکٹر کا ساتھی یہ کہے کہ ڈاکٹر خالد بھتے ہیں کہ شراب حرام نہیں بلکہ حلال ہے صرف شراب کے نشے میں نماز پڑھنا منع ہے ، قرآن کریم میں ہے لا تقربوا الصلوۃ وانتم سكارى ۔ “

مثال نمبر ۳ : کوئی ڈاکٹر کا ساتھی دوست یہ کہے کہ ڈاکٹر خالد بھتے ہیں کہ مسلمان نماز کیوں پڑھتے ہیں ، قرآن میں تو فرمایا ارایت الذی ینہی ۰ عبدا اذا صلی تو دیکھا کہ وہ منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے ۔

مثال نمبر ۴ : کوئی ڈاکٹر کا دوست اعلان کرے کہ ڈاکٹر خالد فرماتے ہیں کہ برائی کا حکم دو اور بھلائی سے لوگوں کو روکو ، قرآن شریف میں ہے یا مرون بالمنکر و ینہون عن المعروف ” یعنی برائی کا

حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔“ اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں مگر ہم نے صرف چار مثالوں پر اکتفا کیا۔ ان مثالوں میں ہر مسلمان یہی کہے گا کہ ارے ڈاکٹر تو اپنے مذہب نامذہب کی بات کرتا ہے جو تیرا دین ہے وہ ہمارا دین نہیں دیکھ! وہی المیزان جس کا تو نے حوالہ پیش کیا اور اس پر اعتماد کا دعویٰ کیا اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم اس ہی المیزان کا پورا بیان نقل کرتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ تو کتنا سچا ہے۔ یہ المیزان امام احمد رضا نمبر ہے۔ المیزان بہ عنوان ”آج دنیا کو احمد رضا چاہئے“

”امام احمد رضا کا مختصر ترین تعارف یہ ہے کہ افغان نسل کے ایک خوشحال اور متمول گھرانے میں بریلی کی سرزمین پر ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ولادت ہوئی۔ اپنے والد سے تعلیم پائی خداداد صلاحیتوں نے چودہ سال کی عمر میں ۱۸۶۹ء میں مسند افتاء کا ذمہ دار بنادیا۔ ۱۸۷۷ء میں خانوادہ برکاتیہ کے ارادت کیشوں میں شامل ہوئے۔ ۱۸۷۸ء میں حج کی سعادت حاصل کی جہاں علماء حرمین و طیبین نے سند و اجازت سے نوازا۔ دوسری بار ۱۹۰۵ء میں حج و زیارت کو گئے مکہ معظمہ میں آٹھ گھنٹے کے اندر الدولة المکیہ تصنیف فرمائی

جسے دیکھ کر علماء حرمین نے اپنا امام تسلیم کیا۔ اسی سفر میں ہند کے چند علماء سوء (دیوبندیوں) کی دریدہ دہنیوں پر علماء عرب سے آخری فیصلہ حاصل کیا جسے حسام الحرمین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں قرآن عظیم کا شاندار ترجمہ کنز الایمان کیا۔ ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا۔ ۱۸۵۶ء سے ۱۹۲۱ء تک کی ۶۵ سالہ حیات میں امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے بھرپور ترجمہ قرآن دیا۔ ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ فتاویٰ رضویہ کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تنہا انجام دے کر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے لیکن افسوس کہ اس جاندار حقیقت کی معرفت والے اب تک اپنا حق ادا نہ کر سکے۔ آج

ہم سن عیسوی کے چہترویں (۴۶) سال میں داخل ہو چکے ہیں اور امام احمد رضا کی بارگاہ میں ہم ۵۵ برس کے بعد ۵۵ کتابیں بھی نہ پیش کر سکے۔ اب تک جو کچھ لکھا وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں اگرچہ بعض حضرات نے جزوی کوششیں کیں لیکن وہ تحقیقی و سوانحی معیار کے مطابق نہیں۔ زندہ قوم کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی خدمات اور قربانیوں کو اجاگر کرے اور ان کی شہرت کو چارچاند لگائے مگر اجاگر کرنا تو بڑی بات۔ امام احمد رضا کو اب تک صحیح انداز میں پیش بھی نہ کر سکے۔ ابن عبدالوہاب سے لے کر ابوالاعلیٰ مودودی تک جتنے قابل ذکر مخالفین ہیں سب کی سوانح حیات پر بے شمار کتابیں ان کے اپنوں نے لکھیں اور احسان مندی کا ثبوت دیا۔ یہ تلخ حقیقت تسلیم کیجئے کہ امام احمد رضا کا علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو امام احمد رضا کو جانتا بھی نہیں۔ امام احمد رضا کے گیت ہمارے اسٹیج پر لگائے جاتے ہیں لیکن یہ دعویٰ کرنا مشکل ہوگا کہ امام

تمام یونیورسٹیوں ، کالجوں ، دانش گاہوں اور
 لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ضرورت ہے کہ امام
 احمد رضا کی سچی ، صحیح ، مستند ، مدلل و مکمل اور
 جدید سوانح نگاری کے تقاضوں پر سوانح حیات
 لکھی جائے۔ آپ کے علمی کارناموں پر تحقیقات
 کی جائے۔ غرضیکہ آپ کو اپنوں سے نکال کر
 بیگانوں تک پہنچایا جائے۔ آل انڈیا سنی لیگ کی
 مرکزی مجلس رضا نے انہیں خطوط پر کام کرنے کا
 منصوبہ بنایا ہے۔

تمتوں کے انبار ایک طرف ہماری
 سردمہری کا یہ عالم کہ ان پر کتابیں لکھنا تو ایک
 طرف خود ان کی بہت سی کتابیں اب تک زیور
 طبع سے آراستہ نہیں ہو سکیں جبکہ دوسری جانب
 مسلسل تقریر و تحریر کے ذریعہ امام احمد رضا کی
 شخصیت کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا رہا ہے ان کی
 گراں خدمات کا اعتراف تو بڑی بات ان پر
 تمتوں کے انبار ہیں۔ یہ سلسلہ برس دس برس
 سے نہیں ، نصف صدی سے جاری ہے۔ غیر
 شعوری نہیں منظم طریقے پر ہند ہی میں نہیں ایشیاء

و یورپ کے تمام ممالک میں ، جس کا لازمی نتیجہ
 یہ نکلا کہ آج سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے
 جھٹکتا ہے ۔ عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق
 مشہور ہے کہ وہ کفر المسلمین تھے مسلمانوں کو کافر
 گرداننے والے تھے ، بریلی میں انہوں نے کفر ساز
 مشین نصب کر رکھی تھی ۔ آج ایشیاء میں جتنے بھی
 تحقیقاتی ادارے ہیں وہاں امام احمد رضا پر کام تو
 درکنار نام بھی نہیں ملے گا ۔ سوانح نگاری اور
 تاریخ نگاری ، تعصب و تنگ نظری کی بھیڑ پر
 چڑھادی گئی ہے ۔ امام احمد رضا سے اختلاف کے
 جذبے نے ان کے سارے کارناموں پر پانی
 پھیر دیا ۔ امام احمد رضا اس ہیرے کی مانند ہیں جو
 اپنی تابناک شعاعوں سے عالم کو منور کرنا چاہ رہا
 ہو لیکن اس پر غلط فہمیوں ، الزام تراشیوں کی خاک
 ڈال کر چھپانے کی کوشش کی جاتی رہی ہو ۔
 وقت کا یہ کتنا عظیم المیہ ہے کہ ایک فریق کے
 چہرہ پر تاریخ و تذکروں کی بھرپور روشنی نہ چھادر کی
 جائے اور دوسرے فریق کا ذکر ضمناً بھی نہ آنے
 دیا جائے ۔ کاش ہمارے مصنفین اور اصحاب دانش

فراخدلی و اعلیٰ ظرفی سے کام لیتے ہوئے امام احمد رضا کے موقف کا تجزیہ کرتے اور اساطین دیوبند سے اختلاف کی بے لاگ چھان بین کرتے تو آج بہت سی تلخیوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ ضرورت ہے کہ اختلاف کی اہمیت کو ٹھیک انداز سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ موجودہ نئی نسل بلاشبہک امام احمد رضا خاں کے قریب آئے۔“

(ماہنامہ المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر۔ ص ۲۸-۲۹)

ہم نے ماہنامہ المیزان کی وہ عبارت جو ڈاکٹر نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی، پوری نقل کر دی ہے۔ ڈاکٹر اس کے بارے میں کہتا ہے کہ المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے اور جلی قلم کا لکھا ہوا عنوان ”تمتوں کے انبار“ سے آنکھ بند کر لی یا قدرت کی طرف سے ہی بند ہو گئی۔ تبصرہ کے درست ہونے کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ تمہمت اور بہتان جو امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی ذات پر دشمنوں نے لگائے ہیں وہ جھوٹ ہیں اور امام احمد رضا کا دامن ان تمہمتوں سے پاک ہے مگر منافق کی منافقت کی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ کما قال تعالیٰ: واللہ یشہدان المنافقین لکذیبون ۝ یہی ان کے دین و ایمان کا طرہ امتیاز ہے۔ یوں سمجھ لینا چاہئے کہ باغ میں ہر قسم کا آدمی اور جانور جاتا ہے

جو جس کا شیدا ہوتا ہے وہ اسی چیز کو تلاش کرتا ہے کوئی پھول کا طالب ہے کوئی پھل کو تلاش کرتا ہے کوئی برگ و گھاس کھاتا اور کوئی سَور، کوئی پاخانے کی جستجو میں سرگرداں ہے جہاں پاخانہ پایا وہیں دوڑ کر منہ مارا۔ یہ مفلس کنگال علم و فہم سے حجاب ان کو وہی اشیاء مطلوب و محبوب جن پر اس کے دین کی بنیاد ہے۔ ایسوں ہی کے حق میں ارشاد ہوا: صم بکم عمی فہم لا یرجعون۔

مولوی اسماعیل اور علماء اسلام

ڈاکٹر خالد محمود کے معتبر تبصرہ نگار جن پر ڈاکٹر اعتماد کرتے اور کہتے ہیں ”المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے“ اسی تبصرہ میں یہ عبارت موجود ہے:

”سب جانتے ہیں کہ ہند میں گروہ وہابیہ کے

بانی مولوی اسماعیل دہلوی پر تیرہویں صدی ہجری

کے تمام علماء اسلام نے بالاتفاق کفر و ارتداد کا شرعی

حکم نافذ فرما دیا تھا امام احمد رضا سے پہلے جن اخبار

امت نے وہابیت اور وہابی سربراہوں کے خلاف

جہاد بالعلم فرمایا انکی مختصر فہرست ذیل میں ہے:

(۱) حضرت علامہ منور الدین دہلوی

(مولانا ابوالکلام آزاد کے پرانا نا) (۲) حضرت

- علامہ سید اشرف علی مدعو گلشن آبادی (ناسک)
- (۳) حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی
- (۴) حضرت علامہ مخصوص اللہ (حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے بھتیجے)
- (۵) حضرت علامہ محمد موسیٰ دہلوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادے (۶) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (تحریک آزادی کے سالار)
- (۷) حضرت علامہ خیر الدین کمی (ابو الکلام آزاد کے والد)
- (۸) حضرت علامہ عبدالحق خیر آبادی
- (۹) سید ابوالحسن احمد نوری مارہرہ شریف
- (۱۰) حضرت علامہ نقی علی خاں امام احمد رضا کے والد (۱۱) حضرت سید آل رسول مارہروی (امام احمد رضا کے مرشد) (۱۲) حضرت علامہ عبدالعلی رامپوری (۱۳) حضرت علامہ نور فرنگی محلی لکھنوی
- (۱۴) حضرت علامہ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آباد
- (۱۵) حضرت علامہ محمد حسن کانپوری (۱۶) حضرت علامہ محمد حسین الہ آبادی (۱۷) حضرت علامہ عبدالوہاب لکھنوی (۱۸) حضرت علامہ قاضی شہاب الدین المہری بمبئی (۱۹) حضرت علامہ سید

محمد ابراہیم بغدادی بمبئی (۲۰) حضرت علامہ غلام
احمد اسلام آبادی بھمیٹری۔

یہ وہ دینی رہنما ہیں جنہوں نے تقریر و
تحریر کے ذریعے امام الوہابیہ (اسمعیل دہلوی) کا رد
بلیغ فرمایا۔ مولوی اسمعیل دہلوی کو کافر و مرتد
ثابت کیا سینکڑوں کتابیں لکھ کر طوفان وہابیت کی
روک تھام کی۔ مذکورہ علماء میں وہ لوگ بھی ہیں جو
مولوی اسمعیل دہلوی سے خونی رشتہ رکھتے ہیں
لیکن جادہ حق پر چلنے والوں کی نظر میں قرابت
داری کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل ایمان اور
صرف ایمان ہے۔“

(ماہنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر۔ ص ۳۳-۳۴)

ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ ”مولانا اسمعیل شہید کو کافر کہنے کی
جرات نہ کرنا حق کا اعجاز اور مظلوم کی آہ کا اثر ہے۔“ (مطالعہ
بریلویت۔ ص ۱۹۱) پھر یہ کہنا کہ ”مولانا اسمعیل دہلوی کو کافر قرار دینا
کوئی آسان بات نہ تھی بعض علماء جو حضرت مولانا اسمعیل دہلوی
سے بعض مسائل میں اختلاف بھی رکھتے تھے وہ بھی مولانا اسمعیل کو
اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتے تھے۔“ (مطالعہ بریلویت۔ ص ۹۴) یہ ڈاکٹر
کا دجل و فریب ہے۔ مولوی اسمعیل دہلوی کی اس تحریک اور کتاب

”تقویت الایمان“ کے خلاف عالم اسلام میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تمام علماء عالم نے اس سے اختلاف ہی نہیں بلکہ احتجاج کیا اور ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ بعض مسائل، تو مسائل کی بات نہ تھی بلکہ کفر و اسلام کی بات تھی جب ہی تو علماء کرام نے مولوی اسماعیل کو کافر و مرتد قرار دیا۔ ہم نے صرف ڈاکٹر کے تسلیم شدہ تبصرہ سے ایک حصہ جس میں عالم اسلام کے جید بیس علماء کرام کے اسماء گرامی پیش کیئے۔ اس تبصرہ کے متعلق ہی تو کہتا ہے کہ المیزان کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے۔ زبان و قلم سے اقرار و تکرار ہے، قلب سے انکار ہی انکار ہے یہی تو منافق کا نشان ہے۔ رہا امام احمد رضا کا مولوی اسماعیل کی تکفیر میں بر بنائے احتیاط سکوت اختیار کرنا موجب الزام ہی نہیں، اگر انہوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں فرمایا تو مسلمان بھی نہیں کہا بلکہ فرمایا وہ مثل یزید ہے، اگر کوئی کافر کہے گا ہم منع نہ کریں گے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ کافر تھا اگر کافر نہ ہوتا تو ضرور منع فرماتے اس پر زجر و تنبیہ کرتے۔

ڈاکٹر خالد محمود اقرار کر رہے ہیں کہ المیزان بمبئی کا یہ تبصرہ بالکل درست ہے پھر اس کا انکار کیوں؟ ایسوں ہی کی بابت اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ اذا جأك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لکذبون ○ ” (اے محبوب) جب منافق

تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر خالد بھی تبصرہ کی صداقت کا اقرار کرتے اور کہتے ہیں کہ بالکل درست ہے مگر جلی قلم کا لکھا ہوا عنوان ”تہمتوں کا انبار“ سے آنکھ بند کر لی اور اس حقیقت کا انکاری پہلو پیش کیا اس لئے کہنا پڑے گا کہ ڈاکٹر خالد فرعون کو اپنا امام ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ کا یہ حصہ اذہب الی فرعون پیش کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو خدا خود فرعون کا ذکر کرتا ہے اور اپنے کلیم موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ تم فرعون کی طرف جاؤ۔ جس سے فرعون کی عظمت اور خدا کے نزدیک (معاذ اللہ) اس کو تقرب حاصل ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ فرعون کو ہم اپنا امام مانتے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ یہ مثال ہے ڈاکٹر کے قطع برید کی۔

اس کی مخالفت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہی اعتقادی اختلاف (عقائد وہابیہ) تھا۔ حضرت مولانا شیخ عبدالغفور انخوند سواتی درانی سرداروں کے پیر تھے۔ ابتداءً آپ بھی سید صاحب کے موافقت میں تھے لیکن مجاہدین کی وہابیہ سرگرمیوں سے متنفر ہو کر وہابی مجاہدین کے خلاف تفصیل کا فتویٰ دیا۔ آپ کے ہمنوا علماء میں حضرت مولانا میاں نصیر احمد المعروف قصہ خوانی ملا، حضرت مولانا

حافظ دراز پشاورى شارح بخارى اور ملا عظيم اخوند زاده وغيره
سرفرست تھے۔ ان علماء کرام کے فتوے کے علاوہ ہندوستان سے بھی
ایک فتویٰ آیا تھا جو سلطان محمد خاں رئیس پشاور کے پاس موجود تھا۔
غلام رسول مہراں کے متعلق لکھتے ہیں:

”اس ملاقات میں سلطان محمد خان نے
ایک فتویٰ با محضر خریطے سے نکال کر سید صاحب
کی خدمت میں پیش کیا اس پر بہت سی مہریں
ثبت تھیں محضر میں خوانین سمہ سے خطاب تھا۔
مضمون یہ تھا کہ سید احمد چند عالموں کو اپنے ساتھ
ملا کر تھوڑی سی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے
ہیں جو بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں
لیکن یہ ان کا فریب ہے وہ ہمارے اور تمہارے
مذہب کے خلاف ہیں۔ ایک نیا دین انہوں نے
نکالا ہے۔ کسی دلی یا بزرگ کو نہیں مانتے سب
کو برا کہتے ہیں۔ انگریزوں نے انہیں تمہارے
ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس
بنا کر بھیجا ہے۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔ عجب
نہیں تمہارا ملک چھنوا دیں جس طرح بھی ہو سکے
انہیں تباہ کرو اگر اس باب میں غفلت اور

سستی بر تو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے

سوا کچھ نہ پاؤ گے۔“

(سید احمد شہید - ص ۶۵۹)

غلام رسول مہر نے فتویٰ پر مواہیر کا ذکر تو کیا لیکن ان علماء کرام کے نام کسی مصلحت کی بنا پر ذکر نہ کیئے جو فتوے کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری تھا لیکن مہر صاحب کی دوسری تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ہندوستان سے آیا تھا جب سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کے سپاہیوں کا قتل عام کیا تو سید صاحب نے بعض افراد کو اس کا سبب معلوم کرنے بھیجا۔ سرحدی مسلمانوں نے جو کہا وہ مہر صاحب سے سنئے:

”ہمارے پاس سلطان محمد کے خط آئے

تھے کہ ہندوستان کے علماء نے ہندوستانی غازیوں

کو بد عقیدہ اور انگریز کا جاسوس قرار دیا ہے، یہ

تمہارا ملک بھی چھنوا دیں گے اور دین و مذہب کو

بھی خراب کریں گے۔“

(غلام رسول مہر - سید احمد شہید - ص ۷۰۰)

پنجاب میں جو کہ رنجیت سنگھ کے زیر حکومت تھا سید

صاحب کے عقائد کو اتنی وضاحت سے کوئی جاننے والا نہ تھا سید

صاحب کے خاص رکن مولوی جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

” میری موجودگی ہند کے وقت شاید
پنجاب بھر میں دس دہائی عقیدے کے مسلمان
موجود نہ تھے۔“

(تواریخ عجیبہ - ص ۱۸۳)

دہا بیت کا پرچار دہلی ہی سے شروع ہوا اس وقت مولانا شاہ
رفیع الدین صاحب کے دو صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی ،
متوفی ۱۲۷۱ھ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ صاحب دہلوی ، متوفی ۱۲۵۹ھ اور
مولانا رشید الدین دہلوی ، متوفی ۱۲۵۹ھ اس وقت بقید حیات تھے اور
۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مولانا عبدالحیٰ بڑھانوی
مولوی اسماعیل دہلوی کو دہا بیہ عقائد پر مناظرہ میں شکست دے چکے تھے
پھر فتوے میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا تھا اس وقت دہلی والے ہی ان
باتوں سے صحیح طور پر آگاہ تھے معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ وہیں ہی سے آیا
تھا ۔ امام احمد رضا تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور فتویٰ امام
احمد رضا نے نہ لکھا تھا جیسا کہ ڈاکٹر کا بذیان ہے اور تفریق بین
المسلمین اور مکفرین وغیرہ کا مجرم امام احمد رضا کو بتاتا ہے ۔ یہ فتویٰ
دہلی کے ممتاز علماء میں مولانا رشید الدین خاں ، مولانا مخصوص اللہ ،
مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی ، مولانا کریم اللہ اور مولانا محمد شریف تھے جس
کا انکار کرتے سید صاحب سے نہ بنی ۔ اس اعتقادی اختلاف کا ذکر
کرتے ہوئے شیخ اکرام لکھتے ہیں :

”بعض مخلص قدیم الخیاں ہستیوں کو بھی
 سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے بلکہ
 عقائد کھٹکتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور
 علماء کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم
 ہو گیا مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب
 القتل ہونے کے فتوے دیے گئے۔“
 (موج کوثر۔ ص ۲۳)

امام احمد رضا کی ولادت باسعادت کے قبل یہ سب کچھ ہو
 رہا تھا اور ڈاکٹر مورد الزام امام احمد رضا کو بنا رہے ہیں۔ یہ تاریخ نگار
 تو وہابیہ کے معتبر اراکین سے ہیں جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ تفریق
 بین المسلمین کے مجرم مولوی اسماعیل اینڈ پارٹی وہابیہ ہے۔
 والحمد للہ رب العلمین۔

اس لئے سلطان محمد خاں کی نام نہاد مجاہدین سے جنگ
 ہوئی تو اس نے بھی اس وہابیہ عقائد کے اختلاف کو صاف الفاظ میں
 بیان کیا جس کو غلام مہر لکھتے ہیں:

”جہاد کی باتیں ابلہ فریبی کا کرشمہ ہیں۔
 تم لوگوں کا عقیدہ برا اور نیت فاسد ہے۔ بظاہر
 فقیر بنے بیٹھے ہو۔ دل میں امارت کی ہوس
 ہے۔ ہم نے خدا کے نام پر کمر باندھ لی ہے کہ

تمہیں قتل کریں تاکہ زمین تمہارے وجود سے
پاک ہو جائے۔“
(سید احمد شہید - ص ۶۱۳)

مولوی محمد ذکریا محدث سہارنپوری کا بیان پیچھے گزرا جس
میں انہوں نے بتایا کہ معروف دیوبندی کسی مسجد میں نماز پڑھ لیتا تو
اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا۔ یہ ناپاک وجود وہابیہ کے روپ میں
ظاہر ہوا اور اس سے دیوبندی اور اہلحدیث (غیر مقلد) وغیرہ نے جنم
لیا جو آج بھی مسلمانوں پر عذاب بنے ہوئے ہیں۔

داستان وہابیت

جناب شوکت صاحب صدیقی جو ایک غیر جانبدار معروف
صحافی ہیں، ان کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:
”اہلسنت اور وہابیوں کے اختلافات
لگ بھگ ڈھائی سو سال پرانے ہیں۔ ان اختلافات
کا آغاز تحریک وہابیت سے ہوا جس کے بانی محمد
ابن عبدالوہاب نجدی تھے۔ وہ ۱۷۰۳ء میں اعینہ
کے مقام پر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم
بصرہ اور مدینہ منورہ میں حاصل کی۔ عربوں کے
اس وقت کے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لئے

آواز بلند کی اور اتحاد اور اصلاح کے نام پر چاروں
 فقہاء، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل،
 امام ابو حنیفہ کی تعلیمات پر دل آزاری اور گستاخی
 کی حد تک سخت تنقید کی اور ان کے پیرو مسلمانوں
 کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ محمد ابن
 عبد الوہاب نجدی نے جوش خطابت میں احادیث
 کو "غرافات کا پلندہ" بتایا اپنے رسالوں اور اپنی
 تصانیف میں اسوہ رسول کو کمتر ثابت کرنے کی
 کوشش کی اور برملا ایسی باتیں کہیں جن سے
 تکفیر کی بو آتی تھی چنانچہ وہ حکام کی خفگی اور
 عتاب کے مورد بنے، انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔
 آخر انہیں "داریہ نجد" کے ہمسایہ حکمران امیر محمد
 ابن مسعود کے دربار میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا۔
 رفتہ رفتہ وہ امیر مسعود کی حکومت کے دینی پیشوا
 اور نگران بن گئے۔ دونوں نے ملکر ترکوں کے
 خلاف جنگ کی اور ۱۷۶۵ء تک نجد کا ایک بڑا
 حصہ فتح کر لیا۔ اس سال امیر محمد مسعود کا انتقال
 ہوا اور ان کا بیٹا عبدالعزیز ان کا جانشین ہوا۔ امیر
 عبدالعزیز کے عہد میں نظام حکومت براہ راست

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی نگرانی میں آگیا۔ ۱۷۹۲ء میں ابن عبدالوہاب کا انتقال ہوا مگر جب تک وہ زندہ رہے اپنے نجد کی حکومت اور ان کے حکمران ان کے زیر نگیں رہے انہوں نے نجد کے لوگوں کو اپنے عقائد میں اس طرح ڈھالا کہ مسلمانوں میں ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جو دہائی کھلایا۔

مکہ معظمہ پر قبضہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد امیر عبدالعزیز کو ایک ایرانی نے قتل کر دیا اس کا بیٹا سعود ابن عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا۔ ۱۸۰۶ء میں اس نے مکہ اور مدینہ پر جو دہائیوں کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے ایک بار پھر ترکوں سے چھین کر قبضہ کر لیا۔ امیر سعود نے اس کے بعد حجاز میں اپنی طاقت مستحکم کی اور دہائیوں کو اپنی اس جدوجہد میں جو خلافت عثمانیہ اور عرب ممالک پر تسلط کے خلاف تھی انگریزوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ انگریز اور دوسری یورپی طاقتیں سلطنت عثمانیہ کی یورپی عرب اور افریقی مقبوضات پر عرصہ سے دانت لگائے بیٹھے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ ترکوں کو داخلی خلفشار میں

بتلا کر کے فائدہ اٹھایا جائے وہابیوں نے ان کے اس منصوبے کو کامیاب بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ (پھر صدیقی صاحب لکھتے ہیں) مگر ترک حکمران جلد ہی وہابیوں اور ان کے پشت پناہ انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی خطرے سے باخبر ہو گئے اور انہوں نے وہابیوں کی سرکوبی کے لئے مصر کے محمد علی پاشا سے مدد مانگی۔ محمد علی پاشا نے ۱۸۱۶ء میں اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کی زیر کمان ایک فوجی مہم وہابیوں کے خلاف روانہ کی اس وقت امیر سعود کا بیٹا ان کے انتقال کے بعد برسر اقتدار آیا تھا۔ ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے اسے شکست دی اور گرفتار کر کے قسطنطنیہ بھیج دیا جہاں اسے قتل کر دیا گیا (پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں) مگر پہلی عالمی جنگ کے دوران وہابیوں نے خلافت عثمانیہ کے اقتدار کو حجاز اور دوسرے ممالک سے ختم کرنے کے لئے ایک بار پھر انگریزوں کی امداد و حمایت سے اپنی مہم کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۸ء میں ترکوں کی شکست کے بعد وہ دوبارہ برسر اقتدار آ گئے مگر ان کی سلطنت آزادانہ نہ تھی

ان کی حیثیت انگریزوں کی تو آبادی سے زیادہ نہ تھی (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) جو مسلمان اپنے عسید کے اعتبار سے وہابی کہلاتے ہیں وہ متحد و مشترک نہیں بلکہ تین مختلف خانوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ”اہل حدیث“ ”دیوبندی“ ”جماعت اسلامی“ (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) جہاں تک دیوبندیوں کا تعلق ہے وہ عقائد کے اعتبار سے کلیات میں ہیں۔ اس سے مطابقت رکھتے ہیں مگر جزئیات میں دونوں کے درمیان فرق ہے۔
(اقتباس الفتح کراچی۔ ۲۱ تا ۱۳ مئی ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۵ تا ۱۷)

اس اقتباس مضمون جناب شوکت صاحب صدیقی سے :-
بات واضح ہو گئی کہ (۱) وہابی انگریزوں کی حمایت اور امداد سے حجاز مقدس پر قابض ہوئے اور انگریزوں کے پیروں پر چل کر آئے۔
(۲) تفریق بین المسلمین کے مجرم وہابی ہیں۔ (۳) مکفر المسلمین بھی وہابی ہیں۔

چنانچہ حسین احمد صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کو بھی لاچار اس امر کا اقرار کرنا پڑا وہ لکھتے ہیں :-

”محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار، مشرک و کافر ہیں

اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔“

(الشہاب الثاقب - ص ۴۳ - جس کو مولوی محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے کتبخانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع کیا)

مولوی حسین احمد صاحب اپنے اس بیان پر نواب صدیق حسن خاں کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ نیز دیوبندی دھرم کے معتمد امام الفقہاء والمحدثین مولوی محمد خلیل احمد صاحب انسٹی لکھتے ہیں:

”ہمارے نزدیک ان (محمد ابن عبدالوہاب نجدی) کا وہی حکم ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج کی ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر پڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے کہ یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں: ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے

کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس دہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔“

(المسند - ص ۱۸ - ۱۹ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اس کتاب ”المسند“ پر اڑسٹھ علماء کی تصدیقات موجود جن میں چوٹی کے دیوبند علماء ۱۰ چوبیس کی تصویب اور تصدیق مثلاً :

- (۱) مولوی محمد حسن مدرس اول مدرسہ دیوبندی (۲) مولوی امیر احمد حسن امروہی (۳) مولوی عزیز الرحمن دیوبندی (۴) حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی (۵) مولوی عبدالرحیم رائے پوری (۶) مولوی محمد حسن دیوبندی (۷) مولوی قدرت اللہ مدرس مدرسہ مراد آباد (۸) مولوی حبیب الرحمن دیوبندی (۹) مولوی محمد احمد ابن محمد قاسم نانوتوی (۱۰) مولوی غلام رسول مدرس مدرسہ دیوبند (۱۱) مولوی محمد مہول مدرس

مدرسہ دیوبند (۱۲) مولوی عبدالصمد بجنوری مدرس دیوبند (۱۳) مولوی محمد اسحق نسوری ثم دہلوی (۱۴) مولوی ریاض الدین مدرسہ عالیہ میرٹھ (۱۵) مولوی کفایت اللہ شاہجہانپوری (۱۶) مولوی ضیاء الحق مدرس مدرسہ اینیہ دہلی (۱۷) مولوی محمد قاسم مدرس مدرسہ اینیہ دہلی (۱۸) مولوی عاشق الہی میرٹھی (۱۹) مولوی سراج احمد مدرس مدرسہ سرد معنہ ضلع میرٹھ (۲۰) مولوی محمد اسحاق مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ (۲۱) مولوی مصطفیٰ بجنوری (۲۲) مولوی محمد مسعود احمد ابن مولوی رشید احمد بجنوری (۲۳) مولوی محمد یحییٰ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (۲۴) مولوی کفایت اللہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے دستخط و مواہیر "المسند" پر ثبت ہیں۔

ڈاکٹر خالد محمود ان کے متعلق کیا کہتے ہیں کیا یہ سارے مولوی جھوٹے اور مکار تھے اب صرف ڈاکٹر خالد سچا دیانتدار پیدا ہوا؟ اگر یہ مذکورہ مولوی اپنے بیان میں سچے اور امین ہیں تو ڈاکٹر جھوٹا اور فریبی مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود ابن عبد الوہاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"مشائخ حرم کعبہ زیادہ تر حضرت امام

احمد بن حنبل کے مقلد اور شیخ محمد بن عبد الوہاب

نجدی ۱۲۵۶ھ کے مشرب پر ہیں۔ سعودی عرب

عالم اسلام کا دینی مرکز ہے ان وہابی اماموں کے

بیچھے لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور انہیں
مسلمان سمجھتے ہیں۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۷۶)

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ محمد ابن
عبدالوہاب سے پہلے کیا عرب شرف حجاز مقدس اسلامی مرکز نہ تھے
پھر اسلامی مراکز پر قتل و غارت کرنا انگریزوں کے پیروں پر چل کر ان
مراکز سے مسلمان ہی نہیں بلکہ علماء اعلام کو شہید کیا گیا اور ان کے
خون و مال کو مباح ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیا گیا۔ امام احمد رضا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو یہ بہتان ہے کہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو
کافر قرار دیا۔ ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ:

”مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کی تکفیر

میں واقعی بہت جری تھے۔ وہابی اور دیوبندی تو
ایک طرف رہے جو شخص ان میں سے نہ ہو لیکن
انہیں کافر بھی نہ سمجھتا ہو مولانا احمد رضا خاں
اسے بھی معاف نہیں کرتے جو شخص ان حضرات
کے کفر میں شک بھی رکھتا ہو اس کے بارے میں
مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ درج ذیل ہے اس
فتوے میں بھی تکفیر کی بجائے تفریق کا پہلو زیادہ
غالب نظر آ رہا ہے یہ انداز مولانا احمد رضا خاں

کے مقصد درودن خانہ کا پتہ دیتا ہے۔ ہندوستان
میں انگریز حکومت یہ چاہتی تھی کہ مسلمان کہیں
اکٹھے نہ بیٹھ سکیں۔ تکفیر اسی منزل تفریق کا ایک
زمینہ ہے۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۷۷)

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اعلیٰ حضرت پر مکفر المسلمین
اور تفریق بین المسلمین کا بہتان اس لئے ہے کہ انہوں نے منکرین
ضروریات دین پر کفر کا فتویٰ جاری کیا مگر محمد ابن عبدالوہاب ساری
دنیا کے مسلمانوں کو جو وہابی نہ ہو اس کو مشرک کہتا اور ان کو قتل
کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز و مباح ہی نہیں بلکہ واجب قرار دیتا ہے۔
وہ ڈاکٹر خالد کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے۔ اس کا صاف
مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر کے دھرم میں مسلمانان عالم کو مشرک سمجھنا اور
ان کو قتل کرنا اور ان کے اموال کو لوٹنا واجب ہے، ایسے مذہب پر
خدا کی لعنت ہو۔

رہا مسئلہ اعلیٰ حضرت کی تکفیر کا، یہ وہابیہ دیوبندیہ کا اتہام و
بہتان ہے جو امام احمد رضا کے زمانے ہی سے جاری ہے۔ ڈاکٹر یہ
کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کی تکفیر میں واقعی بہت جری
تھے، یہ ایک گھناؤنا بہتان ہے۔ امام احمد رضا کسی مسلمان کو کافر
کہنا تو کجا فاسق کہنا بھی بلا دلیل شرعی گوارا نہیں کرتے جیسا کہ ان

کے فتاویٰ میں مذکور۔ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پانچ افراد کی تکفیر فرمائی جنہوں نے ضروریات دین کا انکار کیا :
 (۱) غلام احمد قادیانی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) قاسم نانوتوی
 (۴) خلیل احمد انبیٹھوی (۵) اشرف علی تھانوی۔

غلام احمد قادیانی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والا جس کا کفر اظہر من الشمس ہے۔ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی، ان دونوں نے بالاتفاق مکان کذب باری یعنی خدا کا جھوٹ ممکن مانا۔ دوئم علم محیط زمین خدا کی صفت خاص مان کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا شرک بتایا اور شیطان لعین کو خدا کا شریک ٹھہرایا اس کے لئے علم محیط زمین نص سے ثابت مانا۔

قاسم نانوتوی نے آیت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور کہا کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین تو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں ہے اور آگے چل کر لکھ دیا کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

بحوالہ ”تہذیب الناس“ جواب تک برابر مطبوعہ ہے۔

اشرف علی تھانوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں لکھا کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ یہاں یہ مباحث مطلوب نہیں، یہ بتانا ہے کہ وجہ تکفیر کیا تھی۔ امام احمد رضا نے ان عبارات کی تشقیق اور تنقید فرمائی اور مدت مزید تک مراسلات بذریعہ رجسٹری ارسال فرمائے اور اصلاح اور فلح کی جانب بلایا، جب ادھر سے کوئی جواب نہ آیا تو لاجرم حکم شریعت نافذ فرمایا۔ ایک جگہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

”رشید احمد گنگوہی کے پیرو پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسمعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ اقرا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا جس کا نام ”سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح“ رکھا اور میں نے یہ کتاب بصغیر رجسٹری اس کی طرف اور اس

پر بھیجی اور بذریعہ ڈاک اس کے پاس سے رسید
 آگئی جسے گیارہ برس ہوئے۔“
 (حسام الحرمین - تمہید ایمان)

جب کوئی جواب نہ آیا تو لاچار علماء خمسہ پر فتویٰ صادر فرمایا
 اور لکھا کہ جو اطلاع شرعی کے باوجود ان پانچوں کے کفر و عذاب میں
 شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود ان علماء خمسہ دیا بند کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان
 سمجھتا ہے اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جو خدا کا جھوٹ ممکن مانے
 وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور جو شیطان لعین کو خدا کا شریک جانے وہ
 اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے اور جو آیت ”خاتم النبیین“ کا معنی آخری
 نبی نہ مانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان ہے اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن جانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان
 اور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جمیع
 حیوانات و بہائم جیسا جانے وہ اعلیٰ درجہ کا مسلمان۔ یہ ہے ڈاکٹر خالد
 کا دین اور ایمان۔

امام احمد رضا کی احتیاط و تنقیح

امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز نے ۱۳۲۱ھ میں ”المعتمد
 المستند“ کے اندر برٹش گورنمنٹ برطانیہ کی شطرنج کے پانچ بڑے

بڑے اور پراسرار مہروں کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تھا۔ اس وقت ”حفظ الایمان“ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارت کو منظر عام پر آئے ہوئے ایک سال ہو چکا تھا۔ گنگوہی کے فتویٰ کذب امکان کو پورے بارہ سال اور براہین قاطعہ کو سولہ سال اور تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کو تیس سال ہو چکے تھے۔ اس دوران میں فریقین کے ترجمان بن کر سینکڑوں کتب و رسائل اور اشتہارات منظر عام پر آئے۔ یہاں تک کہ بریلی شریف سے ساری کفریہ عبارات کا ایک مجموعی رد شائع ہوا۔ اس سے بیس سوالات کا انتخاب کر کے ایک وفد کے ذریعے تھانوی صاحب کو بھیجے گئے کہ ان کا بقلم خود جواب دیجئے۔ مگر تھانوی صاحب نے کوئی معقول جواب نہ دیا اور نہ دے سکنے کی طاقت تھی، بولے تو یہ بولے کہ: ”میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کر دیجئے تو دہی کھے جاؤں گا۔“ (تمہید الایمان) ملاحظہ کیجئے اشرف علی تھانوی نے نہ تحریروں سے انکار کیا اور نہ کوئی مطلب گھڑنے پر قدرت پائی۔

امام احمد رضا پر بہتان بے پایاں

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

”عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑے

ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتاوائے تکفیر کا کیا اعتبار یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں۔ ان کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسمعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا، مولانا فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا، پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذ باللہ، حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کہہ دیا۔ غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انہوں نے اسے کافر کہہ دیا۔ یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر می الدین ابن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے انہوں
نے آیہ کریمہ ان جاء کم فاسق بنیا فتبینوا پر
عمل فرمایا۔ خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں
سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ
کر ارسال ہوا۔“

(تسمیہ الایمان - ص ۳۰-۳۱)

امام احمد رضا انگریز اور انگریزی حکومت کے سخت مخالف
تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں اقراق و انشقاق پیدا کرنے کی خاطر
گندم نما جو فردش علماء کو فریدا۔ مولوی اسمعیل اور سید احمد کے اقوال
نیز دیوبندیوں کے افعال اور انگریزوں کی حمایت میں جہاد کہ آئندہ
(انشاء اللہ العزیز) آتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف تحریک چلائی۔ علماء
اسلام کو بدنام کرنے کی ہر ممکن سعی فرمائی۔ امام احمد رضا کے متعلق
شوکت صاحب صدیقی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء میں پیدا

ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ نسلًا

پٹھانی، مسلک حنفی، مشرباً قادری اور مولداً

بریلوی تھے ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام

کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے

نہایت گمراہ کن اور شرانگیز ہے۔ وہ انگریزوں اور

ان کی حکومت کے اس قدر کٹر دشمن تھے کہ لفافے پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ میں نے ”جارج پنجم“ کا سر نیچا کر دیا ہے۔ انہوں نے زندگی بھر انگریزوں کی نیکمرانی کو تسلیم نہیں کیا۔ مشہور ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں انگریز کی حکومت ہی کو جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف کو کیسے تسلیم کر لوں۔ کہتے ہیں کہ انہیں گرفتار کر کے حاضر عدالت ہونے کے احکامات جاری کئے گئے بات اتنی بڑھی کہ معاملہ پولیس سے گزر کر فوج تک جا پہنچا مگر ان کے جاں نثار ہزاروں کی تعداد میں سر سے کفن باندھ کر ان کے گھر کے سامنے کھڑے ہو گئے آخر عدالت کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔ (پھر آگے چل کر لکھتے ہیں) مولانا احمد رضا خان نے اپنی تعلیمات سے یہی فرض انجام دیا مگر انہوں نے وہابیوں کی انتہا پسندی کے مقابلے میں اعتدال سے کام لیا اور وہابیوں کے مقابلے میں برصغیر کے معروضی حالات کو سمجھنے میں زیادہ سوچ بوجھ

اور بالغ نظری سے کام لیا یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود پاکستان اور ہندوستان میں وہابی ہمیشہ اقلیت میں اور اہلسنت والجماعت بھاری اکثریت میں نظر آتے ہیں۔ عام سنی مسلمان خواہ وہ بریلوی مسلک سے براہ راست وابستہ ہو یا نہ ہو مگر ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنی مذہبی اور سماجی زندگی میں مولانا احمد رضا خان کا پیرو نظر آتا ہے۔

بریلویوں کے متعلق ایک اور قابل ذکر بات کہنے کو دل چاہتا ہے وہ یہ کہ وہابیوں کے تمام گردہوں نے تحریک پاکستان کی مذہبی بنیادوں پر شدید مخالفت کی مگر قیام پاکستان کے بعد خصوصیت کے ساتھ جماعت اسلامی اور دیوبندی رہنما جو مخالفت میں پیش پیش تھے ہجرت کر کے اسی پاکستان میں آئے جسے وہ کافرستان کہتے نہ تھکتے تھے مگر بریلویوں کے رہنما مولانا احمد رضا خان کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ رضا خان نے ہمیشہ تحریک پاکستان کی کھلی حمایت کی انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کی

حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا مگر قیام پاکستان کے بعد مولانا مصطفیٰ رضا خان نے بریلویوں کے شدید اصرار کے باوجود ہجرت نہ کی اور بریلی کے دارالعلوم منظر اسلام کے ذریعے اشاعت و تبلیغ کے کام میں سرگرم عمل ہیں وہابی علماء اس پر اعتراض کرنے سے نہ چو کے اور اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کیلئے یہ دلچسپ الزام لگایا کہ:

”مصطفیٰ رضا خان نے جائیداد اور املاک کے باعث ہجرت نہ کی۔“

(ہفت روزہ الفتح کراچی ۱۴۰ تا ۲۱۲ مئی۔ اقتباس صفحہ ۴۶)

معلوم ہوا کہ دیوبندی وہابی کتب و اقرا پردازوں کے اسکالر ان لوگوں کو سچ بولنا آتا ہی نہیں اگر سچی بات کریں تو اپنے دین و ملت پر ہاتھ دھو بیٹھیں۔

جناب شوکت صدیقی صاحب فرماتے ہیں:

”صرف ایک نقطہ نظر کو پیش کرنا تھا کوشش یہ کی تھی کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو لہذا حقائق کے اظہار میں بھی حتی الوسع احتیاط اور رواداری سے کام لیا تھا مگر یہ احتیاط اور رواداری

کام نہ آئی خطوط کا تانتا بندہ گیا۔ اس میں طرح
 طرح کے خطوط ہیں۔ کچھ دلچسپ ہیں کچھ محبت
 بھرے ہیں مگر سب سے اہم خطوط وہ ہیں جن میں
 جمال سرے سے مفقود ہے۔ جلال ہی جلال ہے
 ایسے خطوط کا لب لباب یہ ہے کہ بریلوی شرک و
 بدعت کرتے ہیں وہ قبر پرست پیر پرست ہوتے
 ہیں۔ حال و قال کی محفلوں اور مزاروں پر غرس
 کرا کے ذہنی عیاشی کا سامان فراہم کرتے ہیں شاہ
 احمد رضا خان انگریزوں کے پٹھو اور تحریک
 پاکستان کے بدترین دشمن تھے۔ انہوں نے قائد
 اعظم کے خلاف تکفیر کے فتوے دیے۔ ان کا
 تعلق علمائے سوء سے تھا وہ کم علمی اور ذہنی افلاس
 کے مریض تھے انہوں نے اسلام کو منہ کر کے اسے
 فضول اور قبیح رسم و رواج اور توہم پرستی میں مبتلا
 کر دیا۔ ساتھ ہی راقم الحروف (شوکت صاحب
 صدیقی) کو بھی مشرک و دہریہ اور ملحد قرار دیا۔
 ستم بالائے ستم یہ کہ بالشویکی بتایا گیا اور یہ نیک
 مشورہ دیا گیا کہ میں بریلویوں کے جال میں نہ
 پھنسون۔۔۔۔۔ یہ نیک مشورہ میں نے گرہ میں باندھ

لیا اور یقین دلاتا ہوں کہ میرا بریلویوں سے کوئی
 تعلق نہیں مگر اس سلسلے میں ایک بات کہنے کو
 ضرور دل چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بریلوی
 مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک مکتبہ فکر ہے
 جس کی بنیاد عشق رسول ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم)۔ ان کا سلسلہ حضرت اولیں قرنی سے ملتا
 ہے جنہوں نے یہ سن کر کہ جنگ بدر میں رسول
 اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دندان مبارک
 شہید ہو گیا، آپ نے تمام دانت بیقرار ہو کر توڑ
 ڈالے۔ یہ دباہیوں کے ساتھ بریلویوں کا تضاد اور
 اختلاف کی بنیاد ہے کہ وہ عشق رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اس فلسفہ کو خدائے وحدہ لا شریک کی
 ذات میں شرکت قرار دے کر شرک و بدعت
 بلکہ کفر قرار دیتے ہیں۔ برصغیر کے وہ تمام مسلمان
 جو اہلسنت کہلاتے ہیں شاہ احمد رضا خان کے
 مسلک سے براہ راست تعلق نہ ہونے کے باوجود
 اپنے رہن سہن طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار
 میں شاہ احمد رضا خان کی تعلیمات کی تقلید یا اتباع
 کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ تھوڑے بھی نہیں

برصغیر کی نوے فیصد آبادی پر مشتمل ہیں
 جمہوریت اس دور کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔
 اس جمہوریت کا تقاضہ ہے کہ جب فیصلہ کا وقت
 آئے تو اکثریت ہی کی بات تسلیم کرنی چاہئے اسلام
 نے بھی فیصلہ کے لئے اجماع کے طریقے کو جائز قرار
 دیا ہے لہذا کسی مسئلہ پر بریلویوں سے ہمدردی
 رکھنا اور ان کی بات پر کان دھرنا قطعی فطری امر
 ہے۔ اس موقع پر ابن رشد یاد آتا ہے وہ قرون
 وسطیٰ کے مسلمانوں کا عظیم مفکر تھا۔۔۔۔۔ اس کا
 مقولہ ہے کہ دنیا میں تین مذاہب ہیں اور وہ ہیں
 عیسائیت، یہودیت اور اسلام۔ عیسائیت خارج از
 امکان ہے، یہودیت بچوں کے لئے ہے، اسلام
 غریبوں کا مذہب ہے۔ اہلسنت بھی غریب مسلمان
 ہیں۔ شاہ احمد رضا خاں بھی امیر کبیر نہ تھے، نہ ان
 کی کوئی جائیداد و جاگیر تھی، نہ انہوں نے زرگری
 کے لئے کسی بینک سے سود پر قرض لے کر تولیا
 بنانے کا کارخانہ لگایا تھا، نہ وہ بقرعید پر قربانی کی
 کھالیں جمع کرتے تھے، نہ ان کے حلقہ ارادت میں
 سوداگران دہلی کی سی کوئی بالدار برادری تھی جو ان

کے لئے دولت کا انبار لگا دیتی ، نہ لندن اور واشنگٹن میں ان کا کوئی ایسا اسلامک مشن تھا جو ذرمبادلہ کی صورت میں ان کو بیرونی امداد فراہم کرتا ۔ شاہ احمد رضا خاں پر تحریک پاکستان کی مخالفت کرنا اور قائد اعظم کے خلاف کفر کا فتویٰ دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ یہ بددیانتی اور کذب و اقرا کا مظاہرہ ہے۔ مفتی احمد رضا خاں کا ۱۹۲۱ء میں وصال ہوا ۔ اس وقت تک تحریک پاکستان ایک طرف رہی لفظ پاکستان تک سننے میں نہ آیا تھا۔ مسلم لیگ اس وقت تک ایک بے جان اور مردہ سیاسی جماعت تھی۔ قائد اعظم مسلمانوں کے ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے ابھر کر سامنے نہ آئے تھے۔ اس وقت وہ صرف مسٹر جناح تھے۔ یہ دور تحریک ہجرت ، تحریک خلافت اور ترک موالات اور ترک عدم تعاون کا دور تھا۔ یہ تاریخی حقائق ہیں اور ایسے ہی واضح اور عیاں ہیں جیسے دن دن ہوتا ہے اور رات رات ہوتی ہے۔ ان حالات میں مسلم لیگ قائد اعظم یا تحریک پاکستان کی مخالفت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں

ہوتا۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خان نہ کبھی انگریزوں کی
 حکومت سے وابستہ رہے نہ ان کی حمایت میں کبھی
 فتویٰ دیا نہ کبھی اس بات کا کسی طور پر اظہار کیا
 کم از کم میری نظر سے ان کی ایسی کوئی تحریر یا تقریر
 نہیں گزری اگر ایسی کوئی بات سامنے آتی تو اس کا
 ذکر ضرور کرتا اس لئے کہ نہ میرا ان کے مسلک
 سے کوئی تعلق ہے نہ ان کے خانوادے سے۔ لہذا
 شاہ احمد رضا خان کو علمائے سوء کے زمرے میں
 شامل کرنا سراسر بہتان اور تہمت ہے۔۔۔۔۔
 بریلویوں پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ وہ محرمات و
 منکرات شرعیہ کی تردید کرتے ہیں، مثلاً مرنے
 والے کی فاتحہ کے نام پر طرح طرح کے مرغن
 کھانے پکواتے ہیں۔ قبروں کے آگے مردوں اور
 عورتوں سے سجدے کرواتے ہیں۔ امام اہلسنت
 مولانا احمد رضا خان کی تصانیف جو میرے مطالعہ
 میں آئی ہیں ان سے ان الزامات کی تردید ہوتی
 ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "جل الصوت
 نہی الدعوة امام اموت" میں ایک استفتاء کے
 جواب میں ایسی قبیح باتوں کے جواب میں کہا ہے

”اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا کیا؟
یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید
گناہوں سخت و شنیع فرائیوں پر مشتمل ہے۔ میت
کی طرف سے کھانے کی ضیافت کرنی منع ہے کہ
شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی
میں اور یہ بدعت شنیع ہے۔ اگر محتاجوں کے دینے
کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے
بکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ
سے کریں تو سب وارث موجود بالغ راضی ہوں۔“
بہر حال ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں
علمائے اہلسنت شافی جواب دے سکتے ہیں۔ یہ کم
حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مزدوروں میں،
کسانوں میں، دستکاروں میں، ہزمندوں میں، پھیری
لگانے والوں اور چھوٹے چھوٹے دوکانداروں میں
ڈھونڈنے سے بھی وہاں کوئی وہابی نہ ملے گا۔ وہابی
عام طور پر کھاتے پیتے لوگ ہوتے ہیں۔“

(ہفت روزہ الفتح کراچی۔ ۲۸ مئی تا ۳ جون ۱۹۶۶ء)

جناب شوکت صدیقی صاحب کوئی بریلوی فرد نہیں ایک
غیر جانبدار معروف صحافی ہیں ان کے بیان سے یہ حقیقت واضح

ہو جاتی ہے کہ دین قدیم یہی دین ہے جس کو آج "بریلوی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور وہابی دیوبندی دین جدید اور مذہب عنید ہے جو انگریزوں کے پیروں پر چل کے آیا۔

فیصلہ کن مرحلہ

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خان اختلافات کی راہ سے محاذ تکفیر پر نہ آسکتے تھے اس منزل پر پہنچنے کے لئے آپ نے الزامات کی راہ اختیار کی عبارات کے جوڑ توڑ کی تاریک راہوں سے اپنا سفر شروع کیا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے ص ۱۳، ص ۱۸، ص ۲۰ سے نکلے لے کر ایک مسلسل عبارت بنا ڈالی اس نئی عبارت کے بغیر کفر کا فتویٰ ملنا مشکل تھا پھر آپ نے تکفیر کی مہم سر کرنے کے لئے دور دراز کے سفر کئے۔ ان نئے معنی پر پھر حکم کفر حاصل کیا۔"

(مطالعہ بریلویت ص ۶۷ - ۶۸)

پھر لکھتے ہیں:

” مولانا احمد رضا خان کے الزامات
 اختلافات نہ بن سکے۔ جب آپ نے علمائے
 دیوبند پر الزامات لگائے تو علمائے دیوبند نے ان
 کا انکار کیا اور کہا کہ جو عقیدے تم ہمارے ذمے
 لگاتے ہو وہ ہمارے عقیدے نہیں ہیں اور اپنی
 عبارات کے مطالب کچھ اور بیان کئے۔ مولانا احمد
 رضا خان کے الزامات اور علماء دیوبند کی زیر بحث
 عبارات سب اردو زبان میں تھیں اور یہ حضرات
 اردو جانتے تھے ان حضرات نے مولانا احمد رضا
 خان کے الزامات کو کچھ اہمیت نہ دی اور سب
 مسلمانوں کو بلا تفریق مسلمان ہی سمجھتے رہے اس
 سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے
 اعتراضات ہر غیر جانبدار طبقے کی نگاہ میں الزامات
 ہی رہے کبھی اختلافات نہ بن سکے اور غیر جانبدار
 حضرات نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی۔“

(مطالعہ بریلویت، ص ۶۹)

ڈاکٹر خالد کا یہ فسانہ عجائب کذب و اقراء کا مجموعہ ہے کتابیں
 آج بھی بے بائگ دہل پکار رہی ہیں اور علمائے دیوبند کے اقوال کفریہ
 اب تک برابر شائع کئے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ عبارات کی

جوڑ توڑ کی تاریک راہ اور عبارت کی کھینچ تان میں نئے معنی پیدا کرنا کیسا دروغ بے فروغ ہے۔ یہ کیا علماء اسلام کو اپنی طرح پاگل اور جاہل سمجھتا ہے؟ مسئلہ اباحت اور کراہت کا نہ تھا، جس میں چنداں غور و فکر نہ کیا جاتا بلکہ علماء اعلام مسئلہ اباحت کو بھی بلا دلیل شریعت حکم نہیں لگاتے پھر جائز و ناجائز، حلال و حرام، نہیں نہیں، یہ کفر و اسلام کا معاملہ ہے گویا موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ علمائے حرمین شریفین طالب اللہ ثراہ وھل المجنۃ الاعلیٰ مشوہ مرکز اسلامیہ کے تاجدار، علم و عرفان کے ماہر پارے جن کے اسماء مواہیر سے کتاب مستطاب "حسام الحرمین شریف" مزین اور منور ہے جس کا جی چاہے مطالعہ فرمائے، علاوہ ازیں برصغیر ہندو پاکستان کے جید علمائے کرام دو سو اڑسٹھ جو کہ کتاب مستطاب "الصوارم السندیہ" میں ان علماء خمسہ دیا بند کو ان کی عبارات خبیثہ پر حکم کفر لگا رہے ہیں اور ان کے عقائد کفریہ کو حق جاننے والے کو بھی ان ہی کی طرح کافر بتا رہے ہیں۔ اور لیجئے دارالعلوم دیوبند کے ناظم شعبہ تبلیغ مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری فرماتے ہیں:

"جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے

اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔"

(اشد العذاب، ص ۲، مطبع مجتہاتی جدید دہلی سے طبع ہو کر

دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان کو کافر کہے یا کافر کو مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اس کفر کی علت بیان کرتے ہیں:

”جیسے کسی مسلمان کو اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بتایا حالانکہ کفر، کفر ہے اور اسلام، اسلام ہے۔“

(اشد العذاب، ص ۹، مطبوعہ ایضاً)

یہی مولوی مرتضیٰ حسن صاحب، امام احمد رضا خان کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

”اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ سمجھتے تو خود کافر ہو جاتے۔“

(اشد العذاب، ص ۱۳، مطبوعہ ایضاً)

اگر علماء دیوبند کی عبارات پیش کردہ کفریہ نہ ہوتیں تو

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب یوں تحریر نہ فرماتے بلکہ یوں لکھنا چاہئے تھا اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا اور وہ ایسے نہ تھے بلکہ واقعی مسلمان تھے تو مسلمان کی تکفیر کر کے وہ خود کافر ہو گئے۔ مگر یہ نہ لکھا، لکھا تو یہ لکھا "تو خان صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ سمجھتے تو خود کافر ہو جاتے۔"

تنبیہ

یہاں مرتضیٰ حسن صاحب کا یہ فرمانا کہ "بعض علمائے دیوبند" یہ جملہ اس بات پر دلیل قاطعہ ہے کہ امام احمد رضا نے تمام دیوبندیوں کو کافر نہ فرمایا، صرف ان علماء دیوبند کی تکفیر کی جنہوں نے کفریہ عبارات تحریر کیں اور طبع کرائیں۔

- ۱۔ ڈاکٹر کذاب کا یہ صریح جھوٹ ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے۔
- ۲۔ مولوی مرتضیٰ حسن کی عبارت سے یہ بات واضح ہو چکی کہ جس طرح مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی کفر ہے اور ڈاکٹر، امام احمد رضا کو مکفر المسلمین کہتا ہے یعنی ان کی تکفیر کر رہا ہے اور ان کو کافر بتا رہا ہے اگر مرتضیٰ کی عبارت کو حق قرار دیجئے تو ڈاکٹر کافر ہے اور کذاب ڈاکٹر کی مانند ہی تو مولوی مرتضیٰ حسن کافر ٹھہرتے ہیں اب یہ ہی فیصلہ کریں کہ دونوں میں کون کافر ہے۔

۳۔ مولوی مرتضیٰ حسن کی پشت پر ساری امت دیا بند ہے اور ڈاکٹر کا موند بھی کوئی ہے؟ جو ان کے بیان کی تصدیق و تصویب کرے۔
 ۴۔ کیا علمائے دیوبند اپنی یا اپنے علماء کی تحریر کردہ عبارات کے سمجھنے سے قاصر تھے؟

۵۔ اگر علماء دیوبند اپنے اکابر علماء دیوبند کی عبارات کا معنی مفہوم جانتے تھے اور ان کے مطالب کو پہچانتے تھے تو ان علماء نے اس کی تصریح کیوں نہ کی؟

۶۔ اگر عبارات متنازعہ فیہ کا امام احمد رضا نے بقول ڈاکٹر غلط مطالب بیان کئے جو حقیقت کے خلاف تھے تو مرتضیٰ حسن نے ان کی تکفیر پر رجسٹری کیوں کی؟

۷۔ اللہ جل مجدہ فرماتا ہے: "ان الدین عند اللہ الاسلام" تو دین صرف اسلام ہی ہے باقی تمام ادیان باطل اور کفر ہیں ڈاکٹر خالد امام احمد رضا خان کے متعلق کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ایک نیا دین ترتیب دیا گویا کافر اور کافر گر کہا اور مولوی مرتضیٰ حسن کہتے ہیں کہ اگر امام احمد رضا ان علمائے دیوبند کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ امام احمد رضا خان کو مسلمان اور اعلیٰ درجہ کا مسلمان مانتے ہیں اور مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے تو مرتضیٰ حسن کی تحریر سے ڈاکٹر خالد قطعاً اور یقیناً کافر ٹھہرے یا پھر ڈاکٹر خالد مولوی مرتضیٰ حسن کا کفر ثابت کرے اور ان کے کافر ہونے پر دلیل

قائم کرے؟ کیونکہ کافر کو مسلمان جانتا بھی کفر ہے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانویؒ امام احمد رضا خان کے متعلق فرماتے ہیں:

”اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خان بریلوی

کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔“

(اسوۃ اکابر ص ۸)

ڈاکٹر کیا کہتے ہو اپنے دین کے حکیم الامت اور مجدد ملت کے بارے میں۔ ان کی تو تمنا ہے کہ اگر موقع ملتا تو امام احمد رضا خان کے پیچھے نماز پڑھ لیتا۔ کیا کافر کے پیچھے آپ لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے؟ اسلامی شریعت تو فاسق معین کی امامت کو گوارہ نہیں کرتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تھانوی صاحب کی نگاہ میں امام احمد رضا خان اعلیٰ درجہ کے مسلمان تھے۔ کیا حکم لگاتے ہو تھانوی صاحب کی اقتداء پر؟ کیا تم ان کو کافر جانتے ہو؟ یا ایک مسلمان کو کافر ہی نہیں بلکہ مکفر المسلمین کہہ کر تم خود کافر ہوئے؟

اور لیجئے یہی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق ان کے سوانح نگار محذور الحسن روایت کرتے ہیں:

”مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی ان

کے برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک

حمایت فرمایا کرتے تھے اور شہود کے ساتھ یہ فرمایا

کرتے تھے کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب

واقعی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو۔“

(اشرف السوانح، جلد اول، ص ۱۲۸)

ان ہی تھانوی صاحب کا ایک اور حوالہ ملاحظہ کیجئے :

فرماتے ہیں کہ:

”وہ مجھ کو کافر سمجھتے ہیں تو پھر میں بھی ان

کی بقا کے لئے دعائیں مانگتا ہوں کیونکہ وہ بعض

مسائل میں غلو کریں اور مجھ کو برا کہیں، لیکن تعلیم

تو قرآن و حدیث ہی کی کرتے ہیں ان کی وجہ سے

دین تو قائم ہے۔“

(اسوۃ اکابر، ص ۱۵)

تھانوی صاحب فرما رہے ہیں کہ ان کی وجہ سے دین تو قائم

ہے اور ڈاکٹر خالد ان کو کافر سمجھتے ہیں۔ اب حکم لگائیں دونوں میں

ڈاکٹر کافر ہے یا تھانوی صاحب؟

مولوی سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

”اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا

خان بریلوی مرحوم کی چند ایک کتابیں دیکھیں تو

میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ حیران تھا

کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن

کے متعلق کل تک یہ سنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں جس قدر مولانا احمد رضا خان مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی صاحب و حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی و حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں ہے جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے۔“

(ماہنامہ ندوہ، ص ۱۰، اگست ۱۹۱۳ء)

فرمائیے ڈاکٹر خالد! یہ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کو کیا سمجھتے ہو یہ فیصلہ تم خود ہی کر لو کہ اپنی عبارات کے آئینے میں تم کافر ہو یا مولوی سید سلیمان ندوی کو کافر قرار دیتے ہو؟

ڈاکٹر صاحب! سید سلیمان ندوی کو دیکھ لیا، اب ان کے استاد محترم جناب مولوی شبلی صاحب نعمانی کو بھی ملاحظہ فرمائیے،

دیکھئے یہ فرما رہے ہیں:

”مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت ہی متشدد ہیں مگر اس کے باوجود مولوی صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجے کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا صاحب کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس احقر (شبلی) نے بھی آپ کی متعدد کتابیں دیکھی ہیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی دیکھی ہیں اور نیز یہ کہ مولانا صاحب کی زیر سرپرستی ایک ماہوار رسالہ ”الرضا“ بریلی سے نکلتا ہے جس کی چند قسطیں بغور و خوض دیکھی ہیں جس میں بلند پایہ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔“

(رسالہ الندوہ، ص ۱۰۱، اکتوبر ۱۹۱۳ء)

ڈاکٹر! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید ”پرکاش“ کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں، پرکاش کے کو بھتے ہیں یہ آپ کے مسلم سند یافتہ شمس العلماء شبلی نعمانی ہیں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں ”سیرۃ النبی“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ فرما رہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب

کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس دور کے عالم دین کھلا لینے والوں میں آپ کے اکابر و اصاغر سب داخل ہیں مثلاً:-

(۱) مولوی محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ بانی دارالعلوم دیوبند۔

(۲) مولوی محمد مظہر نانوتوی صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور،

متوفی ۱۳۰۶ھ۔

(۳) نواب صدیق حسن قنوجی، متوفی ۱۳۰۷ھ۔

(۴) مولوی رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ۔

(۵) مولوی احمد حسن امردہوی، متوفی ۱۳۳۰ھ۔

(۶) مولوی نذیر حسن دہلوی، متوفی ۱۳۳۰ھ۔

(۷) مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۳۶ھ۔

(۸) مولوی انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۰ھ۔

(۹) مولوی اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۳ھ۔

(۱۰) مولوی محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین دیوبند۔

(۱۱) مولوی رفیع الدین مستم دارالعلوم دیوبند۔

(۱۲) مولوی محمود حسن استاد مولوی حسین احمد۔

(۱۳) مولوی حسین احمد ٹانڈوی صدر المدرسین دیوبند۔

ڈاکٹر! یہ تمہارے دین کے امام و اکابر ذی الاحترام ہیں۔ فقیر نے چند نام بطور نمونہ پیش کئے، مولوی شبلی نعمانی جو شمس العلماء ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے اس دور کے

تمام عالم، پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تو تم کس گنتی و شمار میں ہو تم
تو ان ہی اکابر کے خوشہ چین اور فضلہ خوار ہو۔ اس سے تم اپنا مقام خود
متعین کر سکتے ہو۔

اور ملاحظہ کیجئے مولوی فضل عظیم بہاری جن کا تعلق گردہ
دہلیہ میں اہلحدیث سے ہے، فرماتے ہیں:-

”گزشتہ دنوں بندہ اہلحدیث کی سالانہ
کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بہار سے پٹنہ
گیا تو اتفاقاً اہل بدعت کے رہنما جناب مولانا احمد
رضا خان صاحب بریلوی کا فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ
افریقہ مل گیا۔ پہلے تو میرے بعض دوستوں نے
اسے پڑھنے سے ہر چند روکا مگر اس کے باوجود بھی
اس بندہ نے رات کے وقت ان دونوں کتابوں کا
مطالعہ کیا تو یک لخت جو نفرت میرے دل میں اہل
بدعت کے رہنما مولانا احمد رضا خان صاحب کے
متعلق تھی وہ ختم ہو گئی اور میرے دل میں جذبہ
رحم ابھرنے لگا اور یہ بات تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا
کہ واقعی موجودہ دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم
دین ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہے۔“

(اخبار ہند میرٹھ ۱۳۰ دسمبر ۱۹۱۳ء)

مولوی فضل عظیم غیر مقلد کا بیان بھی مولوی شبلی نعمانی کے بیان کی تائید کر رہا ہے معلوم ہوا کہ امام احمد رضاؒ اغیار کی زبان پر بھی اپنے زمانے کے بے نظیر محقق اور عالم دین ہیں مخالفین کو بھی مخالفت شدید کے باوجود اس امر کا مجبوراً اعتراف کرنا پڑا۔
اور ملاحظہ کیجئے دیوبندیوں کے مایہ ناز امام مولوی انور کشمیری فرماتے ہیں:

”جب بندہ (انور کشمیری) ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث شریف کی شرح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کے جزئیات دیکھنے کی ضرورت درپیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات، اہل حدیث حضرات و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں۔ واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خان ایک زبردست عالم

دین اور فقیہ ہیں۔“

(رسالہ دیوبند، ص ۲۱، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے مایہ ناز سید العلماء مولوی انور کشمیری بھی امام احمد رضا خان کو ہی نہیں بلکہ ان کی تحریروں کو مشکل کشا سمجھتے ہیں اور باوجود مخالفت طبعیہ کے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امام احمد رضا خان صاحب کی تحریروں شستہ اور مضبوط ہیں، وہ زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔ یہ دین کا عالم اور فقیہ مانتے ہیں اور ڈاکٹر، نئے دین کا مؤجد کہتا ہے۔ اب بتائیے ان میں بچا کون ہے یہ سارے علماء اکابر جھوٹے ہیں یا ڈاکٹر خالد محمود کذاب و مفتری ہے اور دونوں سچے ہو نہیں سکتے کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اور لیجئے مولوی اعزاز علی صاحب دیوبندی فرماتے ہیں:

”جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہم دیوبندی ہیں اور بریلوی علم و عقائد سے ہمیں کوئی تعلق نہیں مگر اس کے باوجود بھی احقر یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر، بدعتی، مشرک کہتے رہے بہت وسیع النظر اور بلند خیال، علو ہمت عالم دین،

صاحب فکر و نظر پایا ہے۔ آپ کے دلائل قرآن و سنت سے مقصاد نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہذا میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ جات میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے جا کر تحقیق کریں۔“

(رسالہ انور تھانہ بھون، ص ۱۰، شوال الکریم ۱۳۴۳ھ)

معروف دیوبندی مولوی اعزاز علی صاحب بھی امام احمد رضا خان صاحب کو صاحب فکر و نظر عالم دین جانتے ہیں اور مشکل میں مشکل کشائی کرنے والا مانتے ہیں، کیوں؟ مسٹر خالد محمود کیا حکم ہے مولوی موصوف کے بارے میں؟

دیوبند کے معروف مولوی شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم

میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بہت ہی

بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے۔ مولانا احمد

رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا ایک بہت بڑا

سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

(ہادی دیوبند، ص ۲۱، ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ)

مولوی شبیر احمد عثمانی بھی امام احمد رضا خان صاحب کو

بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر! ان پر کیا حکم لگاتے ہو؟

حکیم الامت دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی کے کلمات، مجاہد ملت دیوبند جناب شورش کاشمیری کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں:-
”مولانا تھانوی نے فرمایا، میرے دل میں

احمد رضا خان کے لئے بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر مکتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کسی اور غرض سے تو کافر نہیں مکتا۔“

(چٹان ۲۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء)

یہ سارے علمائے وہابیہ و دیا بند بطور اجمال جن کے بیان مذکور ہوئے سب امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کے محاسن بیان کر رہے ہیں اور ان امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کو اپنے زمانے کا بے مثال عالم دین اور بے نظیر فقیہ اسلام اور بلند پایہ محقق کہنے پر مجبور ہیں یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو امام احمد رضا سے طبعاً نفرت اور عداوت تھی ماسوا ان کے تمام عالم اسلام زمانے کے سارے مسلمان ان کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام، مرکز دائرہ اسلام کا سردار تسلیم کرتے ہیں اور آج تمام مسلمان ان کو مجدد اسلام، بے مثل فقیہ ذوالاحترام مانتے ہیں اور ڈاکٹر خالد محمود ان کو نیا دین ترتیب دینے والا بتا رہا ہے گویا اس وقت سے آج تک کے تمام عالم اسلام کے مسلمانوں

کو نئے دین کا ماننے والا اور پیروکار بتا رہا ہے گویا بالفاظ دیگر سب کو کافر و مشرک کہہ رہا ہے ثابت یہ ہوا کہ ڈاکٹر خالد محمود "مکفر المسلمین" ہے یعنی "سارے مسلمانوں کو کافر کہنے والا" ہے ان میں عامۃ المسلمین کے ماسوا وہ بھی جو مسلمانوں کے امام علمائے اعلام اساطین دین اسلام حرمین شریفین کے مقتیان کرام سید العلماء الاعلام سند الفقہاء الکرام سب داخل اور شامل ہیں بلکہ زمانہ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام مسلمین مومنین صالحین سب ہی کو کافر و مشرک ٹھہرایا کیونکہ امام احمد رضا خان قدس سرہ نے وہی عقائد و اعمال اختیار فرمائے اور ان ہی کی ترویج و اشاعت فرمائی جس پر صحابہ و تابعین و اولیائے کاملین و علماء راسخین تھے جو قرآن کریم و احادیث پاک سے ثابت و واضح ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر خالد محمود سب کو جھٹلاتا اور کافر بتاتا ہے۔ ایسا مکفر المسلمین کون ہوگا؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) دلیل و ثبوت کے لئے ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب "سبیل المومنین فی قرآن مبین" اور "خیر الہدیٰ لدفع الطغیٰ" مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق علمائے اعلام و مقتیان کرام اور دانشمندان کی آراء سے ان کا دین حق و صواب کی جانب دعوت دینا اور مسلمانوں کو سیدھی راہ چلانا ثابت اور ظاہر ہے۔

نیز ان مناقب و محامد اور شواہد سے یہ بات قطعاً واضح ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے جن حضرات خمسہ کی تکفیر فرمائی وہ بالکل حق و صواب اور باعث نجات ہے کہ ایسے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے اور جو شخص بھی ان عقائد کفریہ جن پر فتویٰ دیا گیا، ان کو حق جانے اس کا اسلام سے کیا علاقہ یعنی وہ کفر کو اسلام سمجھ رہا ہے اور یہ کفر ہے تو من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر اپنی جگہ پر مسلم ہے اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو سارے دنیا کے مسلمان مشرک اور کافر ٹھہریں۔

دیوبندی کون؟

دیوبندی اور بریلوی کہلانا زبان اور زمین کی نسبت پر موقوف نہیں ہے بلکہ دینی عقائد پر ان کا دار و مدار ہے دارالعلوم دیوبند سے متعلق رکھنے والے علماء نے جو عقائد وضع فرمائے اور دین میں داخل کئے ان عقائد کو حق جاننے والے اور ان علماء کو اپنے دین کا امام ماننے والے ”دیوبندی“ کہلاتے ہیں اور جو لوگ ان علماء دیوبند کے وضع کردہ عقائد کو منافی اسلام اور کفر سمجھتے ہیں اور قائل کو کافر جانتے ہیں ان کو ”بریلوی“ کہا جاتا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ وہ عقائد کون سے ہیں جو علماء دیوبند نے وضع فرمائے۔ ان تمام اقوال و عقائد کا احصی اس مختصر میں ناممکن ہے۔ صرف چند عقائد ان میں ملاحظہ فرمائیں، وہ عقائد یہ ہیں:

(۱) آیت کریمہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں، یہ سمجھنا عوام کا خیال ہے، بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

”قبل عرض جواب گزارش یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔“

(تخذیر الناس - ص ۲-۳۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔

۲۸ اپریل ۱۹۳۹ء اور یہی مضمون ماہنامہ خالہ دیوبند۔

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ص ۱۸-۱۹ پر شائع ہوا)

(۲) اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اس لئے کہ آپ باعتبار زمانہ آخری نبی نہیں ہیں۔ یہی مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم

دیوبند لکھتے ہیں:

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں
بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم
ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(تحذیر الناس ص ۱۳، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند و ماہنامہ خالد

دیوبند - ماہ ربیع الثانی ۵۸ھ ص ۹۲)

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد اگر کوئی
نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں فرق نہ
آئے گا چنانچہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

”بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی
(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کچھ فرق نہ آئیگا۔“

(تحذیر الناس ص ۲۳، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند - ماہنامہ خالد

دیوبند بابت جمادی الثانی ۵۸ھ ص ۳۰)

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی، حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں نہیں مانتے، بعد زمانہ اقدس کے دوسرا
نبی پیدا ہونا ممکن جانتے ہیں، صاف لکھ دیا بلکہ بعد زمانہ نبوی کوئی نبی
پیدا ہو الخ۔ پھر بھی دیوبندیوں کے مقتدا ہیں مولوی حسین احمد صدر
المدرسین دیوبند، مولوی قاسم نانوتوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا شمس الاسلام دالمسلمين،
 حجة الله على العالمين، مركز دائرة التحقيق و التدقيق
 قطب افلاك الحكم و اسرار التشريع و التخليق
 مولانا محمد قاسم نانوتوی۔“

(الشهاب الثاقب ص ۷۲۔ کتبخانہ رحیمہ دیوبند)

(۴) انبیاء امت سے علم میں ممتاز ہیں عمل میں امتی مساوی
 ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں یہی مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:
 ”انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے
 ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل
 اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے
 ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“

(تحدیر الناس۔ ص ۲۰۲ ایضاً، ماہنامہ خالد دیوبند، بابت ماہ

ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ص ۲۰)

(۵) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا شرک ہے یعنی خدا کا شریک ٹھہرانا
 ہے اور شیطان و ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ (معاذ اللہ)
 مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد بالاتفاق
 فرماتے ہیں:

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و

ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا قرعہ عالم
 کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس
 فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا
 حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص
 سے ثابت ہوئی قرعہ عالم کی وسعت علم کی کونسی نص
 قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے
 ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(براہین قاطعہ - ص ۱۵۰، مکتب خانہ امدادیہ دیوبند)

محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کو علم میں ممتاز ٹھہرایا اور امت کو اعمال میں بڑھ جانے والا بتایا
 مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے لئے علم محیط زمین ایسا شرک ٹھہرایا جس میں ایمان کا کوئی
 حصہ نہیں اور شیطان و ملک الموت کے لئے علم محیط زمین نص سے
 ثابت بتایا گویا شیطان و ملک الموت کو خدا کا شریک بنایا۔ تفصیل
 کے لئے مطالعہ کیجئے ہماری کتاب ”خیر الہدیٰ لدفعہ الطغیٰ“

(۶) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 لئے علم غیب مانتا شرک صریح ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی
 فرماتے ہیں:

”علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور

مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمہا الاہو خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے علم غیب کا کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ کامل محبوب ص ۹۶)

نیز سی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں :
 ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ کامل محبوب ص ۹۶)

مولوی اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں :
 ”غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔“
 (تقویۃ الایمان ص ۳۴ - مکتبۃ الاسلام و سن پورہ لاہور)

مولوی عاشق الہی میرٹھی لکھتے ہیں : (۷)

”جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا

اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا۔ سائیں توکل شاہ
 انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی
 (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان
 کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل
 شاہ نے گردن جھکا لی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر
 منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے
 لوگو تم کیا کہتے ہو۔ میں مولانا رشید احمد صاحب کا
 قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“
 (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۳۲۲)

نمبر ۱۔ سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم، علماء دیوبند کے
 پرستار فضلہ خوار ہیں۔

نمبر ۲۔ عالم غیب اور عالم شہادت دونوں عالم مختلف ہیں۔ یہ زمین و
 آسمان اور اس کے درمیان جو بھی ہے وہ عالم شہادت میں ہے اور اس
 کے ماوراء عرش و کرسی، لوح محفوظ وغیرہ عالم غیب میں ہیں۔

نمبر ۳۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے
 ثابت کرنے کے لئے سائیں توکل شاہ کے پاس علم ہوتا تو عالمانہ دلائل
 پیش فرماتے اب چونکہ مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھ دیا کہ غیب کا
 دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے چنانچہ سائیں توکل
 شاہ نے جب چاہا گردن جھکا دی اور غیب کا علم حاصل کر لیا۔ فرمایا لوگو!

”کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد گنگوہی کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“

عرش عالم غیب میں ہے۔ علماء دیوبند کا پرستار، فضلہ خوار عرش کے بھی آگے رشید احمد کا قلم چلتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ علماء دیوبند کے پرستار فضلہ خوار کا یہ عالم ہے کہ جب چاہے غیب کا علم (وہ بھی عرش کے آگے) حاصل کر لے تو اندازہ لگائیے کہ خود علمائے دیوبند کے علم کا عالم کیا ہوگا۔ مولوی اسمعیل کی شریعت کے مطابق جب چاہے دریافت کر لے یہ خدا ہی کی شان ہے۔ جب سائیں تو کل شاہ کو یہ منصب حاصل ہے تو سائیں کے آقائے نامدار دیوبند کے تاجدار علماء روزگار کی شان کا عالم کیا ہوگا؟

(۸) دیوبندی عقیدہ ہے کہ خدا کا جھوٹ ممکن ہے چنانچہ مولوی خلیل احمد اور مولوی رشید احمد گنگوہی بالاتفاق فرماتے ہیں:

”امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے۔“

(براہین قاطعہ، ص ۲)

امام الوہابیہ مولوی اسمعیل دہلوی فرماتے ہیں:

”لا نسلم کہ کذب مذکور بمعنی مسطور باشد“

(بیکروزی، ص ۱۳۵)

یعنی ہم نہیں جانتے کہ خدا کا جھوٹ محال ہو نیز خدا کا جھوٹ

ممکن ثابت کرنے کیلئے مولوی عاشق الہی نے سائنس توکل شاہ کی حکایت تذکرۃ الرشید جلد دوم میں طبع کرائی جو پچھلے اوراق میں مذکور ہے۔

(۹) دیوبندی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کلی کا ثبوت عقلاً و نقلًا باطل ہے۔ اگر بعض علوم غیبیہ ثابت ہوں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص، ایسا علم غیب تو زید و عمر ہر بچہ و پاگل بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ گویا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض علم ہو تو ایسا علم غیب تو ہر عامی بلکہ تمام حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔

چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی

ہے تو چاہئے سب کو عالم الغیب کما جاوے پھر اگر
 زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم
 الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات
 نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ
 انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت
 سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو
 نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔
 اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی
 ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل
 نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔“

(حفظ الایمان ص ، مکتبہ تھانوی متصل مولوی مسافر خانہ)

(بندر روڈ کراچی)

ملاحظہ کیجئے تھانوی صاحب کیا در شہوار نکال کر لاتے ہیں
 جب ہی تو مولوی الیاس دہلوی بانی تبلیغی جماعت فرما رہے ہیں کہ:

”حضرت مولانا (اشرف علی) تھانوی نے

بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم

تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی

تعلیم عام ہو جائے گی۔“

(ملفوظات الیاس - ص ۵۰)

آج تک کسی مرد فرزانہ کو یہ جسارت نہ ہو سکی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہہ سکے کہ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون (بچہ، پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ اس سعادت دیوبندیہ پر مولوی عاشق الہی بے خود ہو کر فرماتے ہیں:

”واللہ العظیم مولانا (اشرف علی) تھانوی

کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔“

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۱۱۳)

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

دیوبند کے کئی رنگ و بو ملاحظہ ہوں۔ مولوی محمد اسماعیل

دہلوی فرماتے ہیں کہ:

۱۔ علم غیب جب چاہے دریافت کر لے یہ شان خدا ہی کی ہے جو سائیں توکل شاہ کو حاصل ہے ان کے آقاؤں دیوبند کے علماء کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ علم غیب حق تعالیٰ ہی پاس ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا کسی غیر کے لئے ثابت کرنا شرک صریح ہے۔

۳۔ مولوی اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ: بعض علوم غیب تو ہر زید و عمرو، بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی

حاصل ہیں۔

اب انصاف کیجئے ان میں کون سچا ہے ؟

مولوی اسماعیل دہلوی کے فتویٰ سے علماء دیوبند کا فضلہ خوار خادم و وفادار سائیں تو کل شاہ خدا ٹھہرا تو علماء دارالعلوم دیوبند خدا کے بھی خدا ٹھہرے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کی رو سے مولوی اشرف علی تھانوی مشرک ہوئے کہ خدا کے سوا کسی اور کے لئے علم غیب ثابت کرنا شرک صریح ہے اور تھانوی جی تو تمام مخلوق کہ حیوانات و بہائم اور تمام کفار و نابکار کے لئے علم غیب کو ثابت فرما رہے ہیں اور جب مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتویٰ کے مطابق شرک صریح میں گرفتار ہو کر مشرک ہوئے تو ان کے مداح خواں غلام مولوی عاشق الہی اور مولوی الیاس دہلوی بھی کافرو مشرک ٹھہرے کہ مشرک کو مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کا مقتدی اور امام مان رہے ہیں۔

ہم نے بطور اختصار صرف سات ہی عقائد کا حوالہ پیش کیا تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے ہماری کتاب ”سبیل المومنین فی قرآن مبین“ اور ”خیر الہدیٰ لدفع الطغیٰ“ اور ”مصابح الظلام علی رد اعداء الاسلام“ وغیرہ۔

ضروری نوٹ :- جن لوگوں کے ایسے عقائد ہیں وہ البتہ دیوبندی ہیں اور جن حضرات کے ایسے عقائد نہیں اور نہ ان عقائد کو حق مانتے

ہیں بلکہ ان اقوال کو کفر جانتے اور قائل کو کافر سمجھتے ہیں وہ ہرگز دیوبندی نہیں، پکے مسلمان سچے سنت والجماعت ہیں ان کو ہرگز ہرگز دیوبندی نہ کہا جائے گا۔ ان حضرات کو دیوبندی کمنا سخت گناہ ہے جیسے کسی مسلمان کو قادیانی کمنا جرم ہے اسی طرح کسی مسلمان کو دیوبندی کمنا بھی جرم ہے کیونکہ علماء عرب و عجم نے ان عقائد و اقوال اور ان جیسے ہی اقوال پر حکم کفر لگایا اور قائلین کی تکفیر فرمائی جو مجموعہ "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" میں مطبوعہ ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ہم ایک تقریظ منیر حضرت غیظ المنافقین و فوز المواقفین حامی سنت ماحی بدعت محافظ کتب حرم علام جلیل مولانا سید اسماعیل خلیل ادامہما اللہ بالفرد والتبجیل سے نقل کرتے ہیں:

(اس تقریظ کے ایک حصے کا ترجمہ ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

"سب خوبیاں اللہ کو جو اکیلا سب پر غالب ہے۔
قوت و عزت و انتقام و جبروت والا جو صفات کمال
و جلال کے ساتھ متعالی ہے۔ کافروں سرفروشوں،
گمراہوں کی باتوں سے منزہ ہے جس کا نہ کوئی ضد
ہے نہ کوئی مانند ہے نہ نظیر پھر درود و سلام ان پر
جو سارے جہاں سے افضل ہیں ہمارے سردار محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابن عبد اللہ اور تمام انبیاء

درسل کے خاتم اپنے پیرو کو رسوائی اور ہلاکت سے بچانے والے اور جو ہدایت پر نابینائی کو پسند کرے اسے منحول کرنے والے۔ حمد و سلام کے بعد کہتا ہوں کہ یہ طائفے جس کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں ان میں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں کوئی تو دین متین کو پھینکنے والا ہے اور ان میں کوئی ضروریات دین کا انکار کرتا ہے جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے تو اسلام میں ان کا نام و نشان کچھ باقی نہ رہا۔“

(حسام الحرمین شریف ص ۱۳۱ اشرفی کتب خانہ اندرون دہلی)

(دروازہ لاہور)

یہ تقریظ تھی محافظ کتب حرم مکہ معظمہ کی۔ اب ایک تقریظ کا کچھ حصہ مدینہ طیبہ کے عمدة العلماء افضل الافاضل و امثل الامثال مفتی مولانا عثمان بن عبدالسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ترجمہ ہو ہذا۔

بسم الله الرحمن الرحيم ۝

”ایک اللہ کو ساری خوبیاں بعد حمد و صلوة بیشک
میں اس روشن رسالے اور ظاہر و واضح کلام پر مطلع
ہوا تو میں نے پایا کہ ہمارے مولیٰ علامہ اور دریائے
عظیم الفہیم حضرت احمد رضا خان نے بیشک اس
گروہ خارج از دین کافر فساد یوں کی راہ چلنے والے
کے رد کے لئے فریاد رسی کی تو کتاب المعتمد
المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں
پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر پوچھ و
پلچرکے نہ چھوڑا تو اسے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ
اسی روشن رسالے کا دامن پکڑے جسے مصنف نے
لکھ دیا تو ان گردہوں کے رد میں ظاہر و روشن و
سرکوب دلیل پائے گا۔ خصوصاً وہ جو اس گروہ
خارج از دین کے باندھے ہوئے نشان کھول دینے
کا قصد کرے۔ وہ گروہ خارج از دین کون ہے؟
جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام
احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شان
الوہیت و رسالت کا گھٹانے والا قاسم نانوتوی
اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبٹھی اور

اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا -
 اللہ تعالیٰ حضرت جناب احمد رضا خان کو خیر عطا
 کرے کہ اس نے شفا دی اور کفایت کی اپنے
 فتوے سے جو کتاب المعتمد المستند میں لکھا جس پر
 آخر میں علمائے مکہ معظمہ کی تقریظیں ہیں۔“
 (حسام الحرمین صفحہ ۱۸۹-۱۹۱)

جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری دین کا منکر ہو وہ
 کافر ہے اور کافروں کے متعلق اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:
 ”ولا تصل علی احد منہم مات ابدا
 ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ
 وماتوا وھم فسقون“
 ”اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی
 نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا
 بے شک وہ اللہ اور رسول کے منکر ہوئے اور فسق
 ہی میں مر گئے۔“

ڈاکٹر خالد محمود کا افلاس فہم

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:

”خدا سے لڑائی لڑنا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی، نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث، (صلی اللہ علیہ وسلم) معطی اور قاسم حدیث کے الفاظ ہیں موصل کا اضافہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی ایجاد ہے تاہم بندوں کے لئے یہ تجویز کہ وہ خدا سے لڑائی لیں، بڑی سخت گستاخی ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۵۲)

ڈاکٹر صاحب کو اپنے افلاس فہم کا ماتم کرنا چاہیے تھا کہ امام احمد رضا خاں کے شعر پر اعتراض۔ اگر علم ہوتا اور عقل ساتھ دیتی تو یہ نوبت نہ آتی امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرما رہے ہیں:

”دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا، مرا کیا جرم

حق فاصل ہے یا غوث، خدا سے لیں لڑائیں وہ

ہے معطی، نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث۔

یعنی مجھ کو اپنے فضل و کرم سے دینے والا اور ان کو

محروم رکھنے والا اللہ عزوجل ہی ہے اس میں میرا

کیا تصور یہ اللہ عزوجل کا فیصلہ ہے تو اسے
 حاسدو، جلنے والو! اگر مجھ کو دینے پر جلتے ہو تو اللہ
 عزوجل سے لڑائی لو کہ اللہ عزوجل دینے والا
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقسیم فرمانے والے
 غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے
 حاصل ہونے والا ہے۔“

ڈاکٹر کی مفلسی فہم کی داد دیجئے کہ غریب کو موصل کا بھی
 علم نہیں، کہتے ہیں کہ مولانا کی اپنی ایجاد ہے کم سے کم اردو لغت دیکھ
 لی ہوتی تو یہ بے قراری نہ رہتی۔

نیز ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ بندوں کے لئے یہ تجویز کہ وہ
 خدا سے لڑائی لیں بڑی سخت گستاخی ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب تم اور
 تمہاری جماعت خدا سے لڑتی ہی کیوں ہے کیا تم کو یہ بھی نہیں معلوم
 کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

”من کان عدو اللہ وملئکة ورسله

وجبریل ومیئکل فان اللہ عدو للکفرین ○

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس

کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ

دشمن ہے کافروں کا۔“

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندوں کی دشمنی اللہ سے دشمنی

اور اللہ کے محبوب بندوں سے لڑنا اللہ عزوجل سے لڑنا ہے اور تمہارے دین کے استاذ اول ابلیس لعین نے تو اللہ عزوجل کی جناب میں جھگڑا کیا اور لڑائی لڑی۔ قرآن کریم میں ہے :

”قال فبما اغويتني لا تعدن لهم

صراطك المستقيم ○ (سورة الاعراف۔ آیت ۱۶)

ابلیس نے کہا تو قسم ہے اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔“

اور کہتا ہے :

”قال ارئيتك هذا الذي كرمت على

لئن اخرتن الى يوم القيمة لا حتتنك دريته

الا قليلا ○ (بنی اسرائیل۔ آیت ۲۶) ابلیس بولا :

دیکھ تو جو یہ تو نے مجھ سے معزز رکھا اگر تو نے مجھے

قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو

پیس ڈالوں گا مگر تھوڑا۔“

ڈاکٹر صاحب ! یہ جھگڑا کرنا لڑائی لڑنا نہیں تو اور کیا ہے ؟

اللہ عزوجل نے فرمایا :

”قال اذهب فمن تبعك منهم فان

جهنم تراؤ كم جزاء موفورا ○ فرمایا دور ہو تو

ان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بیشک اس کا
بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا۔“
ان لوگوں کے لئے فرماتا ہے:

”استحوذ علیہم الشیطن فانہم
ذکر اللہ اولئک حزب الشیطن ○ ان پر شیطان
غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان
کے گروہ ہیں۔“

اللہ عزوجل ان لوگوں کو دوزخ میں ڈالنے کے بعد فرمائے گا:

”الذین یصدون عن سبیل اللہ
ویبغونها عوجاً وہم بالآخرۃ کفرون ○
(الاعراف - آیت ۴۵) جو اللہ کی راہ سے روکتے
ہیں اور اسے کجی چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار
رکھتے ہیں۔ یہ شیطانی گروہ کی نشانی ہے۔“
ان کے ایک گروہ کے متعلق فرماتا ہے:

”فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوا یصلحہ اشتتنا بما تعدنا ان کنت من
المرسلین ○ (الاعراف - آیت ۷۷) پس ناقہ کی
کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے
سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا

تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔“

پس اللہ عزوجل سے لڑائی کی ابتدا جو تمہارے استاذ اول ابلیس نے کی وہ قرنا فقرنا آج تک جاری ہے۔ رسولوں کی شان میں تم لوگوں کی زبان لمبی اور زالی ہے خدا سے لڑائی آج بھی جاری ہے اور اللہ عزوجل کی حمایت میں لڑنے والے جو مومن ہیں اللہ عزوجل ان کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

”لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم
الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانو
اباءهم اوابنائهم اواخوانهم اوعشیرتہم اولئک کتب
فی قلوبہم الایمان وایدیہم بروح منہ
یدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر
خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
اولئک حزب اللہ ۝ تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو
یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں
ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے
مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا
کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے
ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی
مدد کی اور انہیں باغوں (جنت) میں لے جائے گا

جن کے نیچے نہریں بہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں
 اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی
 جماعت ہے۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری
 عمر یہی درس دیا جس کو یقین نہ آئے وہ تمسید ایمان آیات قرآن اور
 وصایا شریف وغیرہ کی جانب رجوع لائے۔ مطالعہ فرمائے حق مثل
 آفتاب روشن ہو جائے گا۔

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں :

”رضا خانی فکر و عمل“ مولانا احمد رضا

خاں ان امیدوں سے تھے اسے انہی کے الفاظ میں
 سنئے: شاعر تھے بات اگل دی:

ص کافی سلطان نعت گویاں ہے رضا
 انشاء اللہ میں وزیر اعظم

”اے رضا ہم نعت خوانوں بریلویوں کو
 حکومت کی سرپرستی کافی ہے۔ انشاء اللہ کسی نہ
 کسی وقت ضرور وزیر اعظم بنوں گا۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۳۵)

شعر نعت کا جو مطلب بیان کیا یہ، حکومت کی سرپرستی
 کافی ہے کس جملہ کا مطلب ہے؟ حالانکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مولانا کفایت علی صاحب علیہ الرحمہ کی نعمتوں پر اعتماد فرما کے ان کو نعت گو یوں کا سلطان فرما رہے ہیں اور خود کو اللہ کے چاہنے سے ان کا وزیر اعظم بتا رہے ہیں۔ مگر جہالت و حماقت کا کیا علاج؟ نیز ڈاکٹر لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں شعر کے ہر صنف میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے، خود لکھتے ہیں:
 ص ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
 جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۳۶)

ڈاکٹر مفتی کو یہ شعر تو بہت کھلا، ضبط نہ ہو سکا مگر اس کے علاوہ متعدد اشعار ہیں ان سے آنکھیں بند کر لیں۔ اعلیٰ حضرت ہی تو ہیں جو کہتے ہیں:

ص بدکار رضا خوش ہو بد کام بھلے ہوں گے
 وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

(مدائق بخشش - حصہ اول - ص ۱۳)

ص ٹھوکریں کھاتے پھر دو گے ان کے در پر پڑ رہو
 قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

(ایضاً - ص ۱۵)

مزید فرماتے ہیں:
 ص کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
 کہ رضائے عجمی ہو سگ حسان عرب
 (ایضاً - ص ۱۹)

ص مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
 ترا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر
 (ایضاً - ص ۱۹)

ص کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا
 تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
 (ایضاً - ص ۳۲)

ص کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شمار
 تو اور رضا سے حساب مانگے رضا بھی کوئی حساب میں ہے
 (ایضاً - ص ۶۱)

ص مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
 ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے
 (ایضاً - ص ۶۳)

یہ اور ان جیسے مقامات سب کو فراموش کر کے ایک شعر کو
 نشانہ بنالیا۔ حالانکہ وہ شعر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کا ہے
 بھی نہیں اس کا واقعہ یوں ہے:

”اعلیٰ حضرت فن شاعری میں بھی اپنے وقت کے امام تھے۔ حضرت داغ دہلوی کے اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاد زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی فن شاعری میں حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ استاد زمن کی جب چند نعمتیں جمع ہو جاتی تھیں تو اپنے صاحبزادے حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے بدست اپنے استاد حضرت داغ دہلوی کے پاس اصلاح کے لئے روانہ فرماتے تھے۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ استاد زمن حسن میاں صاحب کا کچھ کلام لے کر مولانا حسنین رضا خاں صاحب دہلی جا رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا کہاں جانا ہو رہا ہے۔ حسنین میاں صاحب نے عرض کیا والد صاحب کا کلام لے کر استاد داغ دہلوی کے پاس جا رہا ہوں۔ اعلیٰ حضرت اس وقت وہ نعت پاک قلم بند فرما رہے تھے جس کا مطلع ہے:

ص۔ ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ابھی مقطع نہیں لکھا تھا۔ فرمایا لیجئے چند اشعار ہو گئے ہیں ابھی مقطع نہیں لکھا ہے۔ اس کو دکھاتے لانا۔ مولانا حسنین میاں صاحب جب دہلی پہنچے اور استاذ الشعراء حضرت داغ دہلوی سے ملاقات کی اپنے والد ماجد استاد زمن کا کلام پیش کیا۔ حضرت داغ دہلوی نے اس کی اصلاح کی جب اصلاح فرما چکے تو مولانا حسنین میاں صاحب نے

اعلیٰ حضرت کا وہ کلام پیش کیا۔۔۔۔۔ اور کہا یہ کلام چچا جان اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب نے چلتے وقت دیا اور فرمایا تھا کہ یہ بھی دکھاتے لانا۔ حضرت داغ دہلوی نے فرمایا اس نعت پاک میں تو کوئی ایسا حرف بھی مجھے نظر نہیں آتا جس میں کچھ قلم لگا سکوں اور یہ کلام تو خود لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا یہ کلام تو لکھوایا گیا ہے۔ میں اس کلام کی فن کے اعتبار سے کیا کیا خوبیاں بیان کروں بس میری زبان پر تو یہ آ رہا ہے کہ:

ص۔ ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور فرمایا: اس میں مقطع تھا بھی نہیں لیجئے مقطع بھی ہو گیا۔

نیز اعلیٰ حضرت کو ایک خط لکھا کہ اس نعت پاک کو اپنے دیوان میں اس مقطع کے ساتھ شامل کریں اس مقطع کو علیحدہ نہ کریں نہ دوسرا مقطع کہیں۔“

علمائے دیوبند کی دیانت کا نمونہ

دہابیت کے اراکین خمسہ (۱) امام مولوی اسماعیل دہلوی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) محمد قاسم نانوتوی (۴) خلیل احمد انبٹھی (۵) اشرف علی تھانوی ہیں۔ دیوبندی دھرم کے آئمہ خمسہ (۱) رشید احمد گنگوہی (۲) محمد قاسم نانوتوی (۳) خلیل احمد انبٹھی (۴) اشرف علی تھانوی اور حسین احمد ٹانڈوی ہیں۔ دیوبندی دین کے یہ پانچ امام ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی امام الائمہ ہیں اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویت الایمان“ دیوبندی دین کی اساسی کتاب ہے۔ اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

”تقویت الایمان نہایت ہی عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ کامل محبوب ص ۴۱ محمد سعید اینڈ سنز

قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

حضرات جانتے ہیں کہ یہ حکم لگانے والے بابت تقویت

الایمان، کون ہیں یہ وہ ہیں جن کے بارے میں مولوی عاشق الہی میرٹھی لکھتے ہیں:

”قطب عالم، قدوة العلماء، غوث الاعظم،
اسوة الفقهاء، جامع الفضائل والفواضل العلیۃ مستجمع
الصفات والخصائل البسیۃ السنیۃ حامی دین مبین
مجدد زمان و سیلتنا الی اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد
شیخ المشائخ مولانا الحافظ المولوی رشید احمد صاحب
محدث گنگوہی۔“

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۲)

اور مولوی حسین احمد صاحب صدر المدرسین دیوبند فرماتے ہیں:

حضرت مولانا شمس العلماء العالمین،
بدر الفضلاء اکاملین ابو حنیفۃ الزمان جنید دوران
امام ربانی و محبوب سبحانی جناب مولوی حافظ
رشید احمد گنگوہی۔“

(الشہاب الثاقب، ص ۸۰)

اور لیجئے یہی دیوبندیوں کے غوث الاعظم امام ربانی محبوب
سبحانی اور چنین و چننا بذات خود ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ ان کے
سوانح نگار مولوی عاشق الہی میرٹھی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں،
فرماتے ہیں:

”آپ (رشید احمد گنگوہی) نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے: سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔“

(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۱۷)

اب نہ قرآن کریم کی ضرورت نہ حدیث شریف کی حاجت، دیوبندی دھرم میں ہدایت و نجات موقوف ہے رشید احمد کے اتباع پر اور حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے تو تاکید فرمادی کہ ”تقویت الایمان“ کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے تو دیوبندی دھرم کا اسلام برائے نام تقویت الایمان پر موقوف ہے ان کے نزدیک قرآن کریم کا ہرگز یہ مرتبہ نہیں (معاذ اللہ) اگر اس میں کسی کو کلام ہے تو ثبوت دے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی یا دیگر ائمہ دیوبند میں سے یا نہ کسی معروف دیوبندی معروف مولوی نے یہ لکھا ہے کہ قرآن شریف کا رکھنا اور اس کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے ہاتوا برہانکم ان کنتم صدقین۔

معلوم ہوا کہ نیا دین ہے اور نئی کتاب ہے اس کا اوتار بھی نیا ہے یعنی مولوی اسماعیل اگر پرانا کھئے تو سب قدامت کو عین اسلام سے

محروم قرار دیجئے کہ جب تک تقویت الایمان عالم وجود میں نہ آئی تھی جب تک سب ہی لوگ عین اسلام (دیابند) سے محروم تھے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ دین جدید تسلیم کیا جائے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا مرتبہ

دیوبندی دھرم میں مولوی محمد قاسم نانوتوی ”بانی دارالعلوم دیوبند“ کے حوالہ ہی سے محتاج تعارف نہیں مزید براں مولوی حسین احمد صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ان کے متعلق فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا شمس الاسلام دالمسلمین .
حجۃ اللہ علی العلمین . مرکز دائرة التحقیق والتدقیق
قطب افلاک الحکم و اسرار التشریع والتخلیق . مولانا
محمد قاسم نانوتوی۔“

(الشہاب الثاقب . ص ۷۲)

مولوی خلیل احمد انبٹھی کا مرتبہ

سہی مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

زبدۃ العلماء الکاملین . امام الفقہاء و
المحدثین رئیس الاصفیاء والمفسرین محی السنۃ

البیضا قاصح البدع الظلماء حضرت مولانا الحاج المحافظ
 المولوی خلیل احمد صاحب۔“
 (الشباب الثاقب ۱۰ ص ۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی کا مرتبہ و مقام

یہ مولوی اشرف علی تھانوی حکیم الامت دیوبندیہ مجدد ملت
 وہابیہ ہیں۔ ان کے متعلق مولوی عاشق الہی صاحب فرماتے ہیں:
 ”واللہ العظیم مولانا (اشرف علی) تھانوی
 کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے۔“
 (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۱۱۳)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا صدر المدرسین دیوبند ہونا ہی
 امتیاز عرفی کو کافی ہے اس کے علاوہ آپ حسین احمد دیوبندیوں کے شیخ
 الاسلام بھی ہیں اور رسالہ ”شیخ الاسلام نمبر“ آپ کی یادگاز میں جاری کیا
 گیا اس کا ایک حوالہ حسین احمد کے متعلق جناب مشتاق احمد صاحب
 نظامی سے سنئے فرماتے ہیں:

”تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کو چوں
 میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس
 کے عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں
 سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی

کر سکے ہو کہ رب العلمین اپنی کبریائیوں پر پردہ
 ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آکر رہے گا۔“
 (خون کے آنسو، حصہ اول، ص ۱۹۷، بحوالہ شیخ الاسلام نمبر،
 صفحہ ۵۹)

حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب، ماہر صاحب کی دیانت پر
 تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ماہر صاحب اب آئندہ احتیاط سے کام
 لیجئے گا جس کو آپ نے شیخ الاسلام مولانا حسین
 احمد سمجھ رکھا ہے (معاذ اللہ) وہی اللہ تعالیٰ ہے جو
 اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کر اتر آیا ہے آئندہ
 جب شرک نمبر میں آپ اپنے معبودوں کی
 فرست مرتب کیجئے گا تو اس کھدر پوش خدا کو بھی
 شامل کر لیجئے گا۔“

(خون کے آنسو، جلد اول، ص ۱۹۸، مکتبہ نبویہ گنج بخش لاہور)

بہر نوع یہ بیخ گنج اولیائے دیوبند ہیں اور ان سب کے امام
 مولوی اسماعیل دہلوی ہیں، زیر بحث لاتے ہیں اور ان کے دین اور
 ایمان کا نمونہ دکھاتے ہیں جن علمائے دیوبند کے اقوال شنیعہ پر علمائے
 اسلام عرب و عجم نے ان علمائے دیوبند کی تفسیر فرمائی اور فرمایا کہ جو ان
 کے اقوال کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کو مسلمان جانے یا کافر کہنے

میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تو علماء دیوبند نے عامۃ المسلمین کو فریب دینے کی غرض سے ایک کتاب مسمیٰ "المسند علی المفند" مولوی خلیل احمد انبٹھی نے ترتیب دی، جس پر اکابر علماء دیوبند بشمول مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ چوبیس مولویوں کی تصدیق اور تقریظ موجود ہے جو کتب خانہ رحیمہ دیوبند سے شائع کی گئی اس وقت وہی ہمارے پیش نظر ہے اس کی عبارات ملاحظہ فرمائیں اور ان کے کذب و اقراء کے شاہکار کی داد دیں۔

(۱) مولوی خلیل احمد انبٹھی سوال نمبر ۱۸ کے جواب میں حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد

اس امر کے ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے

جن کو ذات و صفات اور تشریحات یعنی احکام

عملیہ حکم نظریہ اور حقیقت ہائے حقہ و اسرار مخفیہ

وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان

کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ

نبی رسول۔ بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم

عطا ہوا۔"

اور لیجئے سوال نمبر ۱۹ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”مہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ مسئلہ کہا پایا جاسکتا ہے۔“

(المسند، ص ۲۵-۲۶)

یہاں اقرار ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف سے کسی کے علم کو زیادہ مانے وہ کافر ہے تو شیطان کے علم کو زیادہ کہنا ہماری تصنیف میں کہاں پایا جاسکتا ہے اور یہی مولوی خلیل احمد انبٹھی اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس

فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا
حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص
سے ثابت ہوئی مگر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص
قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے
ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(براہین قاطعہ ص ۱۵۰، کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم محیط زمین شیطان و ملک الموت کے
لئے نص سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ)
اس علم سے محروم ہیں اور جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
لئے یہ علم ثابت کرے وہ مشرک ہے۔ مولوی خلیل احمد کی پہلی
عبارت جو المہند سے منقول ہے اگر اس کو صحیح تصور کیا جائے تو خلیل
احمد خود اپنی عبارت مذکورہ سے کافر اور اگر براہین قاطعہ کی عبارت کو
حق سمجھے تو خلیل احمد اس عبارت کی رو سے مشرک ٹھہرے اور اگر
دونوں عبارتوں کی صحت پر اعتماد کیا جائے تو خلیل احمد کے خداؤں
میں دو خداؤں کا اور اضافہ تسلیم کیجئے اور براہین کی عبارت بھی غمازی
کر رہی ہے کہ شیطان و ملک الموت مخلوق میں داخل نہیں پس خدا کا
علم مخلوق کے لئے ثابت کرنا ضرور شرک ٹھہرے گا۔

سوال نمبر ۲۱، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولایت

کے بارے میں جواباً تحریر فرماتے ہیں:

”حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سینہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے اس کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیداری اور خواب کا تذکرہ ہو۔“

(المند، ص ۳۰-۳۱)

اور یہی مولوی خلیل احمد انبٹھی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں ذکر ولادت شریفہ (میلاد شریف) کو نفس ولادت پر محمول کر کے اور قیام کو حیلہ بنا کر یوں تبرا کیا:

”یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادۃ میں تشریف لائے اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہئے اب ہر روز کونسی ولادت مکرر

ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔“

(برائین قاطعہ ۱۰ ص ۱۳۸ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

استغفر اللہ و معاذ اللہ کس شاطرانہ تلبیس کے ساتھ ذکر ولادت شریف (میلاد شریف) کا انکار ہی نہیں بلکہ گستاخی کے ساتھ انکار کیا جا رہا ہے۔ تعجب تو یہ ہے کہ ذکر ولادت اور نقل جنم سازی یعنی ڈرامہ بازی کا بھی شعور نہیں کہ دونوں میں فرق کر سکے پھر ذکر ولادت شریف یعنی حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے ان آیات مبارکہ کی تلاوت قیام و قعود کہ نمازی نماز کے قیام میں بھی کرتا ہے اور قاری بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے وہ بھی تو ذکر تشریف آوری حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آمد کا ہے اور یہاں میلاد میں بھی ذکر ان کی آمد کا ہوتا ہے اگرچہ قیام کے ساتھ ہو۔ قیام میں کیا ہے درود و سلام ہی تو

ہے جس کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین
 آمنوا صلوا علیہ وسلمو تسلیما۔ ہے کوئی مائی کا لال جو یہ ثابت
 کر دے کہ کھڑے ہو کر یا وقت ذکر ولادت درود و سلام کی ممانعت فرمائی
 ہو۔ پھر شقاوت کا یہ عالم کہ کھنیا جو کافر اور سانگ اس کی جنم کا
 مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے، ذکر ولادت کو اس سے بھی بدتر بتا رہا ہے
 (معاذ اللہ) یہ قلب و ذہن کی خباثت کا ثمرہ ہے، سچ ہے شراب کی
 بوتل میں سے شراب ہی برآمد ہوگی لیبل کے بدلنے سے شراب کی
 ماہیت نہ بدل جائے گی۔ دونوں عبارتوں کا لکھنے والا خلیل احمد ہی ہے۔
 ملاحظہ کیجئے وہاں وہ اور یہاں یہ، یہی تو کفر و نفاق ہے، رہا قیام و سلام کا
 وہ تو ان دیوبندیوں، رشید احمد وغیرہ کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب
 خود میلاد شریف میں قیام و سلام کے عامل تھے، ملاحظہ کیجئے ”فیصلہ ہفت
 مسئلہ“ نیز حضرت شیخ محقق علامہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ان کا زہد و تقویٰ عبادت
 و ریاضت ضرب المثل ہے، باوجود اس کے وہ اپنی دعا میں اپنے مالک
 و مولیٰ اللہ رب العالمین سے عرض کرتے ہیں:

”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے

جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق

سمجھوں۔ میرے تمام اعمال میں فساد نیت موجود

رہتی ہے، البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل صرف تیری

ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیبہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا رہا ہوں۔ اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہو سکتی۔“

(اخبار الاخیار شریف ص ۶۲۳ ترجمہ مولوی سحان محمود استاد الحدیث دارالعلوم کراچی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی)

غور کیجئے مومنین کس شان سے خلوص و محبت کے ساتھ محفل میلاد میں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں سلام پیش کرتے ہیں مگر دیوبندی خارج از اسلام ہیں ان کو سلام اور درود سے کیا علاقہ وہ تو جہنم کنھیا کو اپنے حق میں اس سے بہتر جانتے ہیں اور

درود و سلام کھڑے ہو کر پڑھنے والوں کو ہنود سے بدتر سمجھتے ہیں۔
 ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ مولوی رشید احمد گنگوہی
 فرماتے ہیں:

”یہ محفل چونکہ زمانہ فرعالم علیہ السلام
 میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور
 تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہ الرحمہ
 میں نہیں ہوئی اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے
 ایک بادشاہ نے کیا اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق
 لکھتے ہیں لہذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے۔“
 (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۲)

نیز اسی فتویٰ رشیدیہ میں سوال ہے:
 ”العقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات
 صحیح درست ہے یا نہیں؟ (تو اس کے جواب میں
 فرماتے ہیں) انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔“
 (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۱۳۶ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)
 معلوم ہوا کہ قیام وغیرہ کا بہانہ ہے اور گالی دینا ان کا ترانہ
 ہے۔ نیز ایک سائل سوال کرتا ہے:

”جس عرس میں صرف قرآن شریف
 پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز

ہے یا نہیں؟ (اس کے جواب میں لکھتے ہیں)
 کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں
 اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے ۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب - ص ۱۳۷ - محمد سعید تاجران

کتب قرآن محل کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم سے عداوت رکھتے اور ان کے ذکر ولادت شریفہ (میلاد مبارک)
 کو برا جانتے ہیں اور تبرا بازی اور گستاخی کو شعر مادر بنانے کی خاطر
 مسلمانوں پر طرح طرح کے بہتان لگاتے اور محفل میلاد میں ان امور
 مذمومہ جو ان کے ذہن کی خباثت ہے اقراء کرتے ہیں ۔ محفل میلاد
 بحمدہ ان کے لگائے ہوئے بہتانوں سے پاک ہے اور اگر بالفرض باطل
 کوئی امر خلاف شرع ہو بھی تو اس کی اصلاح لازم نہ کہ ذکر ولادت شریفہ
 کو حرام کہا جائے (معاذ اللہ) یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی دیوبندی مولوی کہتا
 ہے کہ اے مسلمانو! مسجد میں برے کام بھی ہوتے ہیں ، جوتیاں بھی
 چوری ہو جاتی ہیں ، مال و اسباب بھی چوری ہو جاتا ہے لہذا مسجد کا بنانا
 حرام ہے اور مسجدوں کو گرا دینا ضروری ہے ۔ تو ہر مسلمان یہی کہے گا
 کہ یہ مولوی مسجدوں کا دشمن ، اسلام کا باغی ہے ۔ علیٰ هذا القیاس ۔

(۲) مولوی خلیل احمد انبٹھی ، الہند میں لکھتے ہیں :

” ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے

کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔“

(المسند - ص ۳۷۰، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

مولوی خلیل احمد صاحب المسند میں کہہ رہے ہیں جو یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے اور خود براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:

”اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے

آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو

خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔“

(براہین قاطعہ - ص ۳)

مولوی خلیل احمد انبٹھی، المسند میں تو فرماتے ہیں جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑا بھائی سمجھے وہ خارج از ایمان ہے اور یہاں براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہنا

نص کے مطابق ہے یعنی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھائی کہتا ہے وہ نص (قرآن و حدیث) کے مطابق ہی کہتا ہے۔ اگر یہ کہنا نص کے مطابق ہے تو وہ خارج از ایمان کہنا کفر ہو گا اور اگر وہ خارج از ایمان کہنا حق ہے تو یہ کہنا کفر ہو گا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

دیوبندی دھرم کا نص قطعی

دیوبندیوں کے امام الائمہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

”انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔۔۔۔۔ اولیاء و انبیاء و امام و امام زادے پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔“

(تقویت الایمان۔ ص ۸۵، مکتبۃ الاسلام بن پورہ لاہور)

یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق دیوبندیوں کے امام ربانی غوث اعظم رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں کہ تقویت الایمان کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے، اس نے فرمادیا کہ سب

انبیاء انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔

اگر ”المسند“ کا فتویٰ حق و صواب جانتے ہیں تو مولوی اسماعیل کے خارج از ایمان ہونے کا فتویٰ شائع فرمائیں۔ علاوہ ازیں تقویت الایمان کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل اپنے باپ کا منکر ہے اور اپنے کو بھائی کا بیٹا (معاذ اللہ) کہتا ہے۔ جب انبیاء بڑے تو یہ جس سے پیدا ہے وہ منجھلا بھائی ہوگا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

الغرض علمائے دیوبند کی تقریباً تمام تصانیف دجل و فریب کا مجموعہ ہے۔ ہم نے صرف ”المسند“ کے جو ان کی مایہ ناز اور صد افتخار کتاب ہے تین حوالے پیش کئے انصاف پسند مسلمان کے لئے ایک حوالہ ہی کافی ہے۔ یہ لوگ دیوبندی لوگ تو اپنے من گھڑت عقائد کو ثابت کرنے کے لئے فرضی کتابیں اور ان کے مطاب و غیرہ بھی گڑھ لیتے ہیں۔ ثبوت کے طور پر دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد صدر المدرسین دیوبند ہیں۔ یہ صدر المدرسین دارالعلوم کا امتیاز کچھ کم تو نہیں ہے۔ ان کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور حاضر ہے۔

مصنوعی کتابیں

شیخ الاسلام دیوبند جن کا حوالہ گزرا، کا دجل عظیم و اقراء لنیم ملاحظہ کیجئے۔ اپنی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ ۹۸ - ۹۹ پر فرماتے ہیں:

(۱) "جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم

خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام

فرماتے ہیں۔"

(۲) "مولوی رضا علی خان صاحب

ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیٹاپور، ص ۳۰

میں فرماتے ہیں۔"

(الشہاب الثاقب - ص ۹۹)

ہے کوئی دیوبندی غیرت مند جو ان کتابوں کو یعنی خزینۃ الاولیاء کا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہدایۃ الاسلام حضرت مولانا رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ثابت کر دے ان کتابوں کا ساری دنیا میں کہیں بھی اس نسبت سے کوئی نشان نہیں ملتا وہ جناب شیخ الاسلام دیوبند نے اپنے دل سے گڑھ کر مسلمانوں کو فریب دیا۔ پس علمائے دیوبند کی دیانت و صداقت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے جس دین کی اساس ہی کذب و اقراء اور دجل فریب پر رکھی گئی ہو اس دین کے

پرستاروں اور حاشیہ برداروں کی شان عالی اور ایمان شالی کا نمونہ پیش کرنے سے زمانہ قاصر ہے امتیاز حق و باطل کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

انگریز حکومت کے وفادار علماء

ڈاکٹر خالد اینڈ کمپنی، امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انگریز سے وفاداری تو کجا انگریزوں سے تعلق بھی کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کر سکتے بلکہ ان کے فتادی اور افکار سے انگریزوں کی دشمنی ثابت ہے جیسا کہ الفتح کراچی کی عبارت گزری البتہ انگریزوں کے بچے جاں نثار اور خدام وفادار وہابی علماء اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے سوانح نگار مولوی عاشق الہی میرٹھی لکھتے ہیں:

”جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی
انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی
نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے
سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔“
(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۳۰)

انداز تحریر بباغ دہل پکار رہا ہے کہ انگریزوں کی وفادار اور خدمت گزار ہستیاں دارالعلوم دیوبند والی ہیں وہ کمپنی راج کو رحمدل گورنمنٹ سمجھتی ہیں وہ انگریز جس نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی،

جس نے مسلمانوں کی نعشیں درختوں پر لٹکا کر چیل کوؤں سے نچوا کر
 بھٹی میں مسلمانوں کو جلایا، مساجد کو گھوڑوں کی لید سے نبس کیا وہ
 انگریز جس نے ظفر شاہ کے ناشتے میں ان کے لڑکوں کا سر بھجھا، علماء
 دیوبند کے نزدیک رحمدل ہے اور اس کا زمانہ امن و عافیت کا زمانہ تھا۔
 نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی
 اس سے اشارہ ہے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ اور علماء
 اہلسنت اور جنرل بخت خان وغیرہ جنہوں نے انگریز راج کے خلاف
 جہاد کیا۔ ان انگریزوں سے وفاداری اور ان کی خدمت گزاری کا حق جو
 علماء دیوبند نے ادا کیا خوب ظاہر ہے۔ نیز عاشق الہی صاحب، مولوی
 رشید احمد گنگوہی کے متعلق فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کو
 یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ
 اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا
 ہے اور ان کی گرفتاری و تلاش میں دوش آیا
 چاہتی ہے مگر آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے
 حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب
 حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار رہا ہوں تو
 جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیگانہ ہو گا اور مارا
 بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو

چاہے کرے۔“

(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۸۰)

کس قدر انگریز کی فرمانبرداری پر ناز ہے۔ کہاں وہ عین اسلام تقویت الایمان کا حکم ایمان کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور انگریزوں کے پیروں پر نثار ہوئے تو ایسا اعتماد کامل ہوا کہ اگر مارا بھی گیا تو سرکار انگریز مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

انگریزوں کی حمایت میں مرنے والا شہید

مولوی عاشق الہی صاحب فرماتے ہیں:-

”اس گھبراہٹ کے زمانہ میں جب کہ عام لوگ بند کواڑوں گھروں میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستور ان کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت جبہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ آپ کو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے

لئے شاملی کرانہ یا مظفرنگر جانے کی ضرورت ہوئی
 غایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانیت
 قلبی کے ساتھ واپس ہوئے ان ایام میں آپ کو ان
 مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول
 پھرتے تھے حفاظت جان کے لئے تلوار البتہ پاس
 رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح
 نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا
 کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق
 جانی مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی) اور طبیب
 روحانی حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن
 صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندو قچیوں سے مقابلہ
 ہو گیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف
 باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ
 تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور
 سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا اللہ رے
 شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر
 کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو
 جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواں لے لئے جم
 غفیر بندو قچیوں کے سامنے ایسے جے رہے گویا زمین

نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں
اور حضرت حافظ ضامن صاحب زیر ناف گولی کھا
کو شہید بھی ہوئے۔“
(تذکرۃ الرشید، جلد اول، ص ۴۳، ۴۵)

غور فرمائیے کہ مولوی رشید احمد بمعہ رفقاء کس شان سے
اپنی سرکار انگریز کے مخالف باغیوں یعنی جنگ آزادی کے مجاہدین
کے مقابلہ میں اپنی سرکار انگریز پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا اور
حافظ ضامن صاحب انگریزوں کی حمایت میں مارے گئے وہ دیوبندی
شہید ہوئے۔

علمائے دیوبند کی یہی وفاداریاں تھیں کہ ان کی سرکار
گورنمنٹ برطانیہ ان پر انعام و اکرام کی بارش کرتی رہی جس کا معاملہ
کھل گیا وہ ظاہر ہو گیا اور جس کا کھل نہ سکا وہ مستور اور پوشیدہ رہا مثلاً
مولوی حفیظ الرحمن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند
فرماتے ہیں:

”الیاس صاحب۔۔۔ کی تبلیغی تحریک

کو ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید

احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔“

(مکالمۃ الصدرین - ص ۸، مطبوعہ رحمانی پریس دہلی)

غور طلب یہ امر ہے کہ اسلام و مسلمان دشمن انگریز کو کلمہ

شہادت اور نماز کی نشر و اشاعت سے کیا دلچسپی تھی وہی نہ کہ دین میں کلمہ و نماز کے پردے میں اقتراف پیدا کیا جائے علاوہ ازیں مکالمۃ الصدرین کے مرتب مولوی طاہر احمد صاحب قاسمی تحریر فرماتے ہیں:

”مولوی شبیر احمد صاحب صدر جمعیت

الاسلام گلگتہ نے مولوی حفیظ الرحمن صاحب کے

جواب میں کہا کہ دیکھئے مولانا اشرف علی صاحب

تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ پیشوا

تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے

سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی

جانب سے دیئے جاتے تھے۔“

(مکالمۃ الصدرین ص ۱۰-۱۱)

غور طلب یہ امر ہے کہ اسلام دشمن انگریز اس زمانہ میں اتنی

بڑی رقم چھ سو روپیہ ماہوار کس لئے دیتی تھی؟ اس حکومت کو اسلام اور

اشاعت اسلام سے کیا دلچسپی تھی؟ یہی نہ کہ مسلمانوں میں اقتراف و

انشقاق پیدا کرنا ان کو آپس میں لڑانا ایک دوسرے کا دشمن بنانا اس

مقصد کے لئے بہشتی زیور اور حفظ الایمان وغیرہ کتب لکھائی گئیں۔

بہشتی زیور میں یہاں تک لکھ مارا کہ سہرا باندھنا شرک ہے۔ کیا

دیوبندی مذہب والے اپنے خدا کے سر پر سہرا باندھتے ہیں؟ جو ان کا

نشان بندگی ہے جس کو شرک کہا گیا۔

علماء دیوبند کو یہ انگریز حکومت سے عہد وفاداری اور خدمت نمک خواری اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملی ہے ان کے امام الائمہ مولوی اسماعیل اور ان کے پیر سید احمد بھی انگریزوں کے وفادار اور نمک خوار رہے ہیں وہ اس انگریزی حکومت کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار اور رازدار تحریک جہاد کے خاص رکن فرماتے ہیں کہ:

”سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری (انگریز حکومت) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔“
(سوانح احمدی، حصہ سوئم، ص ۱۳۹)

یہی مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

”آپ (سید صاحب) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور علانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریز کی مخالفت سے منع کیا ہے۔“
(سوانح احمدی، حصہ ہفتم، ص ۱۳۶)

علاوہ ازیں مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

”یہ بھی ایک صحیح روایت ہے کہ جب

آپ (سید صاحب) سکھوں سے جہاد کرنے کو تشریف لے جا رہے تھے کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جاوے گا کیونکہ سینکڑوں کوس سفر کر کے سکھوں کے ملک سے پار ہو کر افغانستان میں جانا اور وہاں برسوں رہ کر سکھوں سے لڑنا یہ ایک ایسا امر محال ہے جس کو ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصد ہے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرنے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی اور

سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں علانیہ دعوے بھتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصولی مذہب طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔“

(سوانح احمدی، حصہ اول، ص ۱۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سید صاحب کے نزدیک وہابی ٹولہ مولوی اسماعیل اینڈ پارٹی ہی مسلمان تھی باقی جن مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے وہ مسلمان نہ تھے وہابی ٹولہ اپنے مذہب کی ترویج انگریزی سرکار کے بل بوتے پر کر رہا تھا اگر کوئی مسلمان مزاحمت کرتا تو ان کی انگریزی سرکار اس کو سزا دیتی تھی۔

انگریزوں کی خدمت گزاری

مولوی محمد جعفر تھانسیری فرماتے ہیں:

”جب نماز عشاء ہو چکی اس وقت دیدبانوں نے عرض کیا کہ فاصلہ دور دراز سے دو تین مشعلیں اس طرف کو آتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آتے آتے جب وہ مشعلیں کنارہ کے نزدیک پہنچی تو دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار بہت سا کھانا قسم قسم کا بینکیوں میں رکھوائے ہوئے چلا آتا ہے اس نے کشتی کے نزدیک آکر پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں؟ جب حضرت (سید صاحب) نے کشتی میں سے جواب دیا تو وہ گھوڑے سے اتر کر اور اپنی ٹوپی سر سے اتار کر بہت ادب سے حضرت کے سامنے کشتی میں آیا اور بعد سلام و مزاج پرسی کے عرض کیا کہ تین روز سے میں نے نوکر واسطے لانے خبر تشریف آوری حضور اس طرف تعینات کر رکھے تھے، سو آج انہوں نے مجھ کو خبر دی، سو یہ ماحضر واسطے حضور اور کل قافلے کے تیار کر کے لایا ہوں براہ بندہ نوازی اس کو قبول

فرمائیں حضرت (سید صاحب) نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ فوراً وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے کر قافلے میں تقسیم کر دو۔ قریب دو گھنٹی تک وہ انگریز حضور میں حاضر رہا اور پھر رخصت لے کر مع اپنے آدمیوں کے واپس چلا گیا۔“

(سوانح احمدی، حصہ اول، ص ۲۸-۲۹)

نیز اس کو روایت کیا سید صاحب کے بھانجے سید محمد علی نے مخزن احمدی صفحہ ۶۷ میں اور ابوالحسن ندوی نے سیرت سید احمد حصہ اول صفحہ ۱۹۰ میں وغیرہم۔

سید صاحب اور اسمعیل دہلوی کی یہ تحریک بقول علماء دیوبند انگریزوں کے خلاف جہاد تھا تو انگریز کا سید صاحب کی خدمت میں طرح طرح کا کھانا لے کر حاضر ہونا اور تین روز سید صاحب کا انتظار کرنا اور ادب و احترام کا یہ عالم کہ ٹوپی ہاتھ میں لے کر، برہنہ سر بہت ادب و احترام سے حاضر ہو کر مزاج پرسی کرنا اور کل قافلہ کا کھانا بطور نیاز مندانہ پیش کرنا کیا معنی۔ انگریز پوچھتا ہے کہ پادری صاحب کہاں ہیں تو سید صاحب فوراً بنفس نفیس جواب دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوستی پرانی ہے پھر خدا جانے دو گھنٹی کے درمیان محب و محبوب میں کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔

علاوہ ازیں دوسری روایت سید صاحب کے بھانجے محمد علی

صاحب یوں بیان فرماتے ہیں:

”صبح دم (از غازی پور) کوچ نمودہ بہ دانا
پور رسیدند و چون عملہ انگریز و دیگر ساکنان کہ از
مدت طویل انتظار تشریف آوری داشتند۔“
(مخزن احمدی، ص ۱۰۰، مطبوعہ مفید عام آگرہ)

سبحان اللہ! انگریز دشمن اسلام اور مسلمان تو کجا مسلمانوں کے
آقا و مولیٰ اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکروں کو
اسلام اور مسلمانوں سے کیا دلچسپی کہ وہ سید صاحب اور مولوی اسماعیل
کی مسلمان ہونے کی حیثیت سے عزت کرتے اور ان کے تشریف آوری
کے انتظار کی گھڑیاں گنتے جیسا کہ محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ
”صبح غازی پور سے روانہ ہو کر دانا پور پہنچے تو وہاں انگریزی عملہ اور
دوسرے ساکنان کہ لمبی مدت سے سید صاحب کی تشریف آوری کے
منتظر تھے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سید
صاحب اور اسماعیل دہلوی کی انگریزوں کی نظر میں یہ قدر و منزلت نہ تھی
بلکہ اسلام سے بغاوت اور مسلمانوں میں اقراق و انشقاق پیدا کرانے کی
وجہ سے یہ خاطر و مدارات کی جا رہی تھیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی کی انگریزوں سے محبت و جاں نثاری

مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری فرماتے ہیں:

”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام
گلگتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید
وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے مولانا سے یہ
فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست
ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا (اسماعیل
دہلوی) نے فرمایا کہ ایسی بے روریا اور غیر متعصب
سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔“
(سوانح احمدی، ص ۵۰)

نیز مرزا حیرت دہلوی فرماتے ہیں:

”گلگتہ میں مولانا اسماعیل نے جہاد کرنا
وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی
کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا
آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔
آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کرنا کسی طرح

واجب نہیں ہے ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں
 دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ
 ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ہمیں ان کی
 حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ
 آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں
 اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔“

(حیات طیبہ - ص ۲۹۶)

انگریزوں سے محبت اور دوستی کی یہ ایک واضح علامت ہے وہ
 انگریز جو اللہ جل جلالہ کے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کو نہیں مانتا، حق نہیں جانتا وہ بھلا اسمعیل دہلوی اور سید احمد
 کو اسلام کی نسبت سے گھاس ڈالتا۔ حاشا کلمہ۔ یہ زرخیز غلام تھے اور
 اسلام کے مٹانے میں منافق بن کر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے
 کے درپے تھے مگر اللہ عزوجل خود اپنے دین کا محافظ ہے اس جلیل و
 جبار نے ان ہی دشمنان دین کو مٹا دیا اگر اس کی تصویر دیکھنی ہے تو
 ہماری کتاب ”تقویت الایمان بمقابلہ عظمت قرآن“ کا مطالعہ فرمائیں
 جس شقی نے اللہ کے محبوبوں کو (معاذ اللہ استغفر اللہ) چار سے زیادہ
 ذلیل لکھا وہ عبارت آج بھی تقویت الایمان میں موجود ہے اور وہابیہ
 سینے سے لگائے ہیں بلکہ دلوں میں دبائے بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ تو فرمائے۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون ۝

”اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔“ اس ارشاد باری کے مقابل مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

”اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔“

(تقویت الایمان، ص ۲۰، مکتبۃ الاسلام و سن پورہ لاہور)

گویا مولوی اسماعیل اللہ کی مخلوق معظم انبیاء مرسلین و ملائکہ و ملائکہ مقربین (معاذ اللہ) سب کو اللہ کی شان کے آگے چار سے زیادہ ذلیل کہہ رہا ہے یعنی اللہ کی شان کے آگے چار اتنا ذلیل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک تحریک تھی جب ہی توسید صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا۔ ملاحظہ فرمائیں دیوبندی دھرم کے امام ربانی مولوی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

”حافظ جانی ساکن نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے بہت سی کراستیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی

ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے
 ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا
 جہاد مسمیٰ یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔
 (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، ص ۲۷۰، مکتبہ بحر العلوم این پی ۸/۱۶)
 غلام شاہ اسٹریٹ۔ کراچی)

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے
 پیر سید احمد صاحب مسلمانوں کے سامنے کھڑے سینہ پیٹ رہے ہیں
 ماتم کر رہے ہیں کہ سکھ ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرتے ہیں اذان
 وغیرہ فرائض دینیہ کی ادائیگی میں مزاحم ہوتے ہیں اس لئے ان پر جہاد
 کرنا واجب ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حاکم یاغستان یار محمد خان
 کوئی سکھ تھا؟ اور فرائض مذہبی کی ادائیگی میں مزاحمت کرتا تھا؟ ہاتوا
 برہانکم پھر سید صاحب نے پہلا جہاد حاکم یاغستان یار محمد خان سے
 کیا، یہ کیوں؟

معلوم ہوا کہ یہ سارا ڈرامہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو تہ
 تیغ بنانے اور وہابیت و نجدیت کی اشاعت کے لئے رچا یا گیا تھا انگریز
 تو چاہتا ہی یہ تھا کہ اسلام اور مسلمان دنیا سے مٹا دیئے جائیں پھر ٹھاٹھ
 سے حکومت کریں اسی لئے سید احمد اور اسماعیل دہلوی جیسے مہروں کی قدر
 و منزلت انگریزی بارگاہ میں تھی ورنہ اس کو اسلام اور مسلمان سے کیا
 علاقہ۔ چنانچہ سید صاحب کی انگریز دوستی کا مسلمانوں میں چرچا ہونے لگا

چنانچہ مولوی محمد اسماعیل پانی پتی فرماتے ہیں:

”جب حضرت شہید بغزم جہاد صوبہ سندھ

اور سرحد کے علاقے میں داخل ہوئے (جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے) تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شبہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شبہ اس بنیاد پر کیا گیا کہ حضرت شہید کے تعلقات انگریزوں سے نہایت درجہ خوشگوار تھے۔“

(حاشیہ مقالات سرسید، حصہ شانزدہم، ص ۲۵۱)

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

”کارد (سندھ) میں سید چورن شاہ ایک ممتاز بزرگ تھے سید صاحب کے حکم سے سید حمید الدین اور سید اولاد حسن نے ان سے ملاقات کی۔ وہ سید صاحب سے ملاقات کے لئے آئے اور ایک بڑا بھینسا بطور نذرانہ پیش کیا۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ لوگ عام طور پر سید صاحب کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں اسی لئے بدلتے ہیں۔“

(سید احمد شہید، ص ۲۸۳)

نیز سی غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

”وہاں کے لوگوں نے کہا، انگریزوں نے
 انہیں (سید صاحب کو) تمہارے ملک کا حال معلوم
 کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔“
 (سید احمد شہید، ص ۲۸۳)

علاوہ انہیں صوبہ سرحد کے علماء کرام نے سید احمد صاحب کو
 انگریزوں کا جاسوس قرار دیتے ہوئے فتویٰ دیا، غلام رسول مہر لکھتے ہیں:
 ”وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے
 مخالف ہیں۔ ایک نیا دین انہوں (سید احمد) نے
 نکالا ہے کسی دلی یا بزرگ کو نہیں مانتے سب کو
 برا کہتے ہیں انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا
 حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا
 ہے ان کی باتوں میں نہ آنا عجب نہیں تمہارا ملک
 چھنوا دیں۔“
 (سید احمد شہید، ص ۲۸۰)

نجدی، وہابی، دیوبندی علماء کی انگریز دوستی ہی نہیں بلکہ
 انگریزوں کی غلامی کے شواہد ان ہی کے قلم کا شاہکار منصفہ شہود پر موجود۔
 مولوی رشید احمد گنگوہی کا یہ فرمان کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا
 فرمانبردار رہا ہوں۔ مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار
 ہے جو چاہے کرے ”غلامی کی سند کیلئے کافی ہے الحمد للہ رب العلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ تھی کہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب مجاہدین آزادی شہر بریلی کے قائد تھے۔ انگریز کے مقابلہ سے فرار یہ علامہ مولانا موصوف کی شان کے خلاف تھا غازی ملت مولانا سید محمد میاں ہاشمی صاحب قائدین جنگ آزادی کا تذکرہ فرماتے ہوئے مجاہد کبیر حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”کچھ عرصہ بعد آپ (مولانا عنایت احمد صاحب) بریلی چلے گئے اس دوران ہند میں انگریزی اقتدار بڑھا تو اکابر و رہنما اصحاب کی سرکردگی میں تحریک انقلاب کی سلسلہ جنبانی جاری تھی، مفتی صاحب بھی شب و روز بریلی کے انقلابی گروہ کی مشاورتی مجالس میں شرکت کرنے لگے اور نواب خان بہادر خاں کی قیادت میں جہاد و حریت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل ہوئے روہتک بھنڈ بریلی مجاہدین آزادی کا عظیم مرکز تھا اور اس علاقہ میں انٹی برٹش تحریک کے قائد جلیل امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے

جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب تھے ان کے
مکان و مسجد مجاہدین کے مرکز تھے۔“

(المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء - ص ۳۹)

بھلا مسلمان مجاہدین کا قائد اور وہ بھی دلی کامل مسلمانوں کو
یتیم بنا کر چلا جائے اور روپوش ہو جائے عقلاً اور نقلاً محال ہے یہی تو
خاندان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے جانشین شہزادے
مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت سے انگریز
دوستی تو کجا انگریزوں کی حمایت کا بھی پتہ نہیں چلتا بلکہ انگریز دشمنی اور
انگریزوں سے بیزاری ظاہر ہے اگر انگریزوں کی دوستی دیکھنا ہے تو

صاحب فرماتے ہیں:

”ایک شخص نے مجھ (اشرف علی) سے
دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو
انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے
(اشرف علی) نے کہا کہ محکوم بنا کر رکھیں گے
کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی
رکھیں گے مگر ساتھ اس کے (انگریزوں کو) نہایت
راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں

نے (یعنی انگریزوں نے) ہمیں (اشرف علی
تھانوی کو) آرام پہنچایا ہے۔“

(الافاضات الیومیہ - حصہ چہارم - ص ۶۹۷ زیر ملفوظ ۱۱۳۶)

علاوہ ازیں حضرت علامہ مولانا دصی احمد صاحب محدث
سورقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دارالعلوم دیوبند سے کسی سنی نے
ایک استفتاء بھیجا جس میں لکھا کہ:

”تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش
ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں
مقیم ہے جناب عالی! جو جو باتیں آپ نے ان
لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب صحیح ہیں
سرمو فرق نہیں عید کے دن بعد نماز جمعہ ارکان
علماء طلباء رؤساء نے مل کر عید گاہ میں بقدر ایک
گھنٹہ یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ جارج پنجم بادشاہ لندن
کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے
والد کو خدا مغفرت نصیب کرے اور جس وقت
جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا تو مبلغ چوبیس
روپیہ کا تار برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کر دیا
اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کر دیا کہ جو چار
گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعا

بیان کی اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کی۔“

(ازاحۃ العیب - ص ۲)

ملاحظہ ہو دوستی پکی اور محبت سچی اس کو کہتے ہیں جیسے علماء دیوبند کو انگریزوں سے ہے چارج پنجم کا باپ کافر اور اس کے لئے دعائے مغفرت - (معاذ اللہ)

مگر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کوئی شہادت موجود نہیں بلکہ انگریزوں سے نفرت کے حوالے گزرے۔ ڈاکٹر خالد کا یہ نقل کرنا کہ:

”مولانا رضا علی خاں اس زمانے میں بریلی میں محلہ ذخیرہ میں قیام فرما تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بااثر لوگوں نے گھروں کو خیر آباد کہہ دیا تھا اور دیہاتوں میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ مولانا صاحب نے باوجود لوگوں کے اصرار کے بریلی نہ چھوڑی۔“ (سوانح اعلیٰ حضرت) معلوم ہوا کہ بڑے حضرت کے حکومت سے پورے اعتماد کے تعلقات تھے۔“

(مطالعہ بریلویت، ص ۲۱۰)

اس عبارت میں کون سا لفظ ایسا ہے جس سے انگریز دوستی کی بو آتی تھی۔ یہ تو حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کی

دلیل ولایت ہے کہ اللہ عزوجل کی محافظت پر یقین کامل تھا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر باہر تشریف نہ لے گئے۔ بتول با اثر لوگ ہی تو گئے تھے۔ تمام مسلمانوں نے بریلی کو نہ چھوڑا تھا۔ لہذا مسلمانوں کو چھوڑ کر خود تشریف لے جانا گوارا نہ فرمایا۔

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”جہاد کی ممانعت کا فتویٰ۔ جب ہندوستان میں انگریزی عملداری کے خلاف تحریکیں اٹھ رہی تھیں اور مسلمان انگریزوں کی مخالفت کرنے کو جہاد سمجھتے تھے تو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خاں نے ان کی روک تھام کے لئے ممانعت جہاد کے فتوے جاری کئے تاکہ مسلمان جو مذہب کے نام پر انتہائی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں ”مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ دوام العیش۔ ص ۱۳۔ مطبوعہ حسنی پریس بریلی۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۱۹)

واضح ہو کہ انگریزوں کے مقابل جنگ آزادی کے ہیرو علماء اہلسنت ہی تو تھے جیسے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، مجاہد کبیر

مولانا سید کفایت علی صاحب کافی مراد آبادی، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (آزردہ) شہید علی گڑھی، مجاہد اعظم حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ صاحب مدراس اور حضرت مولانا مفتی صدر الدین صاحب آرزو دہلوی، حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی، مجاہد ملت مولانا فیض احمد صاحب عثمانی بدایونی، حضرت مولانا وہاب الدین صاحب، حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہی تو ہیں جو انگریزی سامراج سے ٹکرائے اور دین و ملک کو بچانے کی اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی برخلاف اس کے وہابی، دیوبندی علماء انگریزوں کی حمایت میں سرگرم رہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد تو انگریزوں کی حمایت میں جنگ کرنا مسلمانوں پر واجب قرار دیتے ہیں اور مقبول مولوی محمد جعفر صاحب تھانسیری سید صاحب اس انگریزی حکومت کو اپنی عملداری ہی سمجھتے تھے مولوی رشید احمد گنگوہی و مولانا قاسم نانوتوی و حافظ ضامن شاہ وغیرہ نے انگریزوں کی حمایت میں مجاہدین اسلام سے ٹکری یہاں تک کہ حافظ ضامن انگریزوں کی حمایت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے دھرم دیوبندیت کے شہید کہلائے حوالہ جات پچھلے صفحات پر گزرے۔ یہ ۱۸۵۷ء کا دور تھا اور علم حضرت کی ولادت مبارکہ ۱۸۵۶ء ہے۔ گو ایک سال کی عمر میں انہوں نے جہاد کے خلاف فتویٰ دیا نیز جنگ آزادی کا زمانہ ۱۸۵۷ء اور دوام العیش لکھی

گئی۔ ۱۹۲۰ء میں گویا ۶۳ سال کے بعد ڈاکٹر اس کو جنگ آزادی کے خلاف بتلا رہا ہے، حالانکہ دوام العیش سلطنت عثمانیہ کی اعانت کے متعلق سوالات کے جواب میں تحریر فرمائی اور تحریر فرمایا:

”سلطنت عالیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ
 صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت
 ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی
 خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت
 شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض
 عین ہے اور وقت حاجت دعا سے امداد واعانت
 فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم
 بشرط استطاعت قال تعالیٰ : لایکلف اللہ نفساً
 الاوسعها (وقال تعالیٰ) فاتقوا اللہ ما استطعتم
 مفلس پر اعانت مال نہیں بے دست و پا پر
 اعانت اعمال نہیں، لہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد
 و قتال نہیں۔“

(دوام العیش - مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ - ۱۹۲۲ء - ص ۱۳، مطبوعہ

لاہور ۱۹۸۰ء - ص ۲۶)

یہ سوال کیوں ہوا جس کا جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا۔
 ۱۹۲۰ء میں گاندھی کے ایما پر تحریک ترک موالات کا آغاز کیا گیا اور

اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے وہ کافر۔ جب مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی کو معزول کر دیا تو گاندھی نے تحریک موالات ختم کرنے کا اعلان کرایا اگر خلافتوں کی حفاظت مقصود تھی تو اس کے لئے اور زیادہ جدوجہد کرنی چاہئے تھی مگر یہ ایک فریب تھا جس کا پردہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاک کیا جس کو ڈاکٹر نے اپنی مستی میں جنون کا رنگ دیا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر مفتری اعظم کا محلہ ذخیرہ پر علامت "ا" کا نشان دے کر لکھنا:

”گورا فوج لوٹ مار کا مال اس محلے میں
جمع کرتی تھی اور یہ جگہ ان کا مرکز سمجھی جاتی تھی۔
ذخیرہ۔“

(حاشیہ مطالعہ بریلویت ص ۲۱۰)

ڈاکٹر صاحب! یہ سلیس مطلب کونسی لغت سے ماخوذ ہے؟
انگریز ایسے پاگل تو نہ تھے کہ اپنا مرکز کنٹومنٹ چھاؤنی کو چھوڑ کر
مسلمانوں کا لوٹا ہوا مال مسلمانوں کی گنجان بستی محلہ ذخیرہ میں لا کر جمع
کرتے۔ آپ کے سلیس مطلب کی مثال تو یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا،
ڈاکٹر صاحب! مولوی اشرف علی کو ”تھانوی“ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ
نے سلیس مطلب یہ بیان کیا کہ تھان بمعنی جگہ۔ بھون، بھوانی اور
دیوی سے منسوب۔ پس مولوی اشرف علی صاحب جس جگہ بھوانی

دیوی کی پوجا کرتے تھے اس نسبت سے ان کو اشرف علی تھانوی کہتے ہیں اور اسی نسبت سے وہ مشہور ہوئے۔
نیز ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ:

”مولانا مصطفیٰ رضا خاں جانشین صاحبزادہ مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کی تعریف میں لکھتے ہیں: حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم مینہ بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔ رضا راضی (انگریز) ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر کا بکتا تھا ۱۰ وہاں دس سیر کا فروخت کرتے تھے بلکہ مفت بانٹتے تھے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۱۸)

اس عبارت میں انگریز کی کونسی تعریف ہے بلکہ یہ تو حضور مفتی اعظم عالم اسلام ۱۰ انگریزوں کی عیاری اور چالاکي کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یہاں پاکستان میں بھی انگریز غلہ وغیرہ مفت تقسیم کرتے اور مسلمانوں کو اپنے دین کی دعوت دیتے اور کم از کم گمراہ کرنے کی سعی کامل کرتے ۱۰ یہ تو انگریزوں کے فریب کی نقاب کشائی ہے۔ مگر ڈاکٹر کے قلب کی سیاہی نے ساری دنیائے اسلام کو کالا سمجھ رکھا ہے۔

تحریف قرآن کے عنوان سے ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:
 ”قرآن کریم میں تحریف لفظی کر کے آیتیں غلط لکھنا۔“
 قرآن کریم میں ہے:

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا

الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ ○ مولانا احمد رضا خان

نے اسے یوں لکھا ہے: قُلْ اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا

الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ ○ (لمعة الضم)

ص ۲۰) اور قل اپنی طرف سے ڈال دیا۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۳۷)

ڈاکٹر خالد محمود کے افلاس و بے چارگی کا یہ عالم ہے کہ وہ
 تحریف کا مطلب بھی نہیں جانتا کسی طالب علم مبتدی ہی سے پوچھ لیتے تو
 ایسی ٹھوکر نہیں کھاتے۔ تحریف کا مطلب ہے کلام کو معنی، مفہوم اور
 مقصود سے پھیر دینا جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی
 نے تحریف کی اور لکھ دیا کہ:

”اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے

چاہیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام

کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ

وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ

انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور سب میں آخر

نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر
زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“

(تخذیر الناس - ص ۲-۳)

اللہ عزوجل اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم، خاتم النبیین کا مطلب آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے
بعد اور سب میں آخر نبی فرمائیں، یہی معنی متواتر و قطعی آیات و
احادیث و آثار صحابہ و اجماع امت سے ثابت اور ان پر ایمان لانا
ضروری۔ مولوی قاسم اس کو عوام کا خیال ٹھہرائیں اور اس معنی کے
منکر کو اہل فہم و دانش بتائیں یہ ہے تحریف قرآن کریم جو علماء دیوبند کی
عرزجان ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (معاذ اللہ) اگر تحریف
فرماتے تو کلمات کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی کلام کو معنی و مفہوم
سے تبدیل کر دیتے مگر علماء اہلسنت کے دامن اس عیب سے قطعاً پاک
ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف میں معنی مفہوم سے
بالکل انحراف نہیں اور معنی مقصود ہی پر کلام فرمایا تحریف قرآن کریم کا
بدنما داغ تو علماء دیوبند کی پیشانی کا چمکتا ہوا ٹیکا ہے۔ کما امر۔

کتاب مستطاب "لمعة الضحیٰ فی اعضی اللحن" داڑھی
کٹانے اور منڈانے کی حرمت کے بارے میں تصنیف کی گئی استدلال
فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :

آیت ۲۔ قال تعالیٰ قل اطیعوا اللہ

واطيعوا الرسول واولی الامر منکم ۝
 (محبوب) مومنین سے فرمادے کہ اطاعت کرو
 اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور
 اپنے علماء کی۔“

(المعۃ الضعیفی فی احضاء اللہ ص ۱۵)

ڈاکٹر صاحب کو قل تو نظر آیا مگر قال تعالیٰ سے آنکھ بند کر لی یا
 بر بنائے جبل سمجھ میں نہ آیا، صرف جو قرآن کریم میں بکثرت موجود اس
 کو بھی آیت کا جز قرار دے دیا کہ فقہائے کرام اپنے محاورات میں
 استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہاں بھی وہی قرینہ ہے۔ امام احمد رضا
 خان رضی اللہ فرماتے ہیں: قال تعالیٰ قل ”یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 (پیارے محبوب) مومنین سے فرمادے“ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول
 واولی الامر منکم ۝

یہاں کونسی قباحت لازم آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر داڑھی
 کٹانے اور منڈوانے کو جائز جانتا ہے۔ جب ہی تو اعتراض ہے۔

نیز ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے اور تحریف پھر قرآن کریم
 میں معاذ اللہ یہ تو مولوی قاسم نانوتوی اور دیوبندیوں کا کام ہے کہ آیت
 خاتم النبیین کا مفہوم تبدیل کر دیا اور لکھ دیا کہ اس آیت سے یہ سمجھنا
 کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر
 نبی ہیں عوام کا خیال ہے۔ تحریف کا مطلب یہ ہے کہ معنی مقصود سے

اس کو پھیر دینا تبدیل کر دینا یہ تو بے دینوں اور گمراہوں کا کام ہے
 مومن کا کام نہیں۔ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ
 کہنا صریح بہتان اور عظیم طوفان ہے جس کی زبان پر اللہ جل جلالہ نے
 بچپن ہی سے پہرہ بٹھا دیا اور غلطی سے محفوظ رکھا ہو ملک العلماء مولانا
 محمد ظفر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”کاشانہ اقدس پر ایک مولوی صاحب

چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے حضور (اعلیٰ حضرت)

بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے ایک

روز کا ذکر ہے کہ مولوی صاحب کسی آیت کریمہ

میں بار بار ایک لفظ حضور (اعلیٰ حضرت) کو بتاتے

تھے مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا وہ زیر

بتاتے تھے آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور

(اعلیٰ حضرت) کے جد امجد مولانا رضا علی خان

صاحب قطب الوقت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر

حضور اعلیٰ حضرت کو اپنے پاس بلایا اور کلام پاک

منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی

غلطی ہو گئی تھی زیر کی جگہ زیر لکھ دیا تھا اور اسی

طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا۔ یعنی جو حضور پر نور

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک

سے شکلتا تھا وہی صحیح تھا حضور (اعلیٰ حضرت) سے
 حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
 مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح
 کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کیا میں ارادہ کرتا تھا
 کہ اسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔
 حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا خوب
 اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا اور دل سے دعا دی
 پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا یہ بچہ صحیح پڑھ رہا
 تھا حقیقتہً کاتب نے غلط لکھ دیا ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت - ص ۲۲ - ۲۳)

جس کا بچپن ایسا تابناک اور پاکیزہ ہو وہ عالم شباب و حواس
 کاملہ میں کیونکر غلطی کر سکتا ہے۔

عہدِ رگر وہ نہیں سکتا خدا جس کا محافظ ہو

غور طلب یہ امر ہے کہ کتابوں کو لکھے ہوئے طویل مدت گزر
 گئی امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال ہی کو ۶۹ سال
 ہو گئے بے شمار علماء و فقہاء نے ان کی کتب کا مطالعہ فرمایا اور مصنف کو
 ان جلیل القابات اور عظیم خطابات سے سراہا اہل سنت کا امام اور
 مجدد زمان بتایا۔ تمام علماء اسلام بشمول حرمین شریفین کے علامہ و فہامہ
 ان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں کسی کو کوئی عیب نظر نہ آیا خود

علماء دیوبند جو کذب و اقراء کے اسکالر ہیں ایسا جوڑ توڑ نہ لگا سکے ہم یہ دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈاکٹر خالد محمود تمام علماء دیوبند جن میں مولوی محمد قاسم نانوتوی و رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبٹھی، اشرف علی تھانوی، مرتضیٰ حسن در بھنگی، حسین احمد ٹانڈوی وغیرہم شامل ہیں سارے جاہل اور پاگل تھے جو اپنی دوکان چمکانے کے لئے کذب و اقراء کی خیانت کے پلندے ساری عمر بناتے ہوئے عدم کو سدھارے اگر ان لوگوں کو واقعی کوئی عیب نظر آتا تو ننگے ہو کر ناچتے۔ مکرو فریب کا جال نہ بچھاتے۔

یہ کذب و اقراء میں پہلوان اگر امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف میں عیب پاتے تو کیا کھرام مچاتے ساری دنیا میں ڈھول بجاتے جب کوئی عیب نہ ملا تو لاجرم کذب و اقراء پر کمر بستہ ہوئے بہتان طرازی اور اقراء پردازی سے کام کیا جھوٹے افسانوں اور تراشیدہ بہتانوں کا سہارا لیا نقل عبارات میں قطع برید کرنا ان حضرات کا داب قدیم ہے۔ یہاں تک کہ ان کے علماء نے اپنے دل سے کتابیں گھڑیں فرضی نام دیئے اور علمائے سابقین کی جانب منسوب کر دیں اور انتہا یہ کہ عالم و امام اپنے جی سے تراش لئے ان کے کذب و اقراء فی الدین کا ذکر جمیل حضرت علامہ مولانا سلطان احمد خان علیہ الرحمہ نے کتاب لاجواب "سیف المصطفیٰ علی الاخترا" میں فرمایا جو ۱۲۸۹ء کو عالم شہود میں آئی بعد والوں نے اس سے بھی زیادہ ظلم ڈھائے جھوٹے

بہتانوں کے انبار لگائے مثلاً ایک کتاب بنام ”سیف النقی“ طبع کرائی جس میں کمال بے حیائی مصنوعی کتابیں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسماء طیبہ سے گڑھلیں اور فرضی عبارتیں ان فرضی کتابوں اور ان کے نام سے منسوب کر کے لکھا کہ آپ یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و مرشد و غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی فلاں فلاں کتاب مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحات پر یہ تحریر فرماتے ہیں، حالانکہ دنیا میں ان کتابوں کا پتہ نہیں نہ ان مطابع کا نام و نشان۔ مزید برآں کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد علیہ الرحمہ کے نام سے فتویٰ لکھا اور اس پر حضرت اقدس کی مہر تراشی اور تاریخ ۱۳۰۱ھ لکھی۔ حالانکہ حضرت اقدس کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہوا یعنی وصال شریف کے چار سال بعد مہر کندہ کرائی گئی۔ شیخ الاسلام دیوبند مولوی حسین احمد کے دجل پچھلے صفحات میں مذکور ہوئے۔ علاوہ ازیں مولوی عاشق الہی میرٹھی اپنے آقائے نامدار مولوی رشید احمد گنگوہی کی مدح سرائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دشمن سے دشمن کے لئے بھی آپ
(رشید احمد گنگوہی) نے کبھی بد دعا نہیں کی اگر
منجانب اللہ آپ کا دشمن کسی آفت سمدادی میں
بتلا ہوا تو اس کو سن کر آپ کبھی خوش نہیں

ہوئے بدگوئی اور خرافات نویسی کی جتنی ایذاں
 آپ کو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے
 پہنچیں شاید دوسرے کو مولوی احمد رضا خان نے
 پہنچائی ہوں اور نہ دوسرے سے امام ربانی (رشید
 احمد گنگوہی) کو پہنچی ہوں گی مگر واللہ العظیم کہ
 حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ
 بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ معلوم
 ہو جائے کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں
 جس زمانے میں مولوی احمد رضا خان صاحب کو
 مرض جزام لاحق ہوا اور خون میں فساد آیا تو بعض
 لوگوں کو مسرت ہوئی کہ سب و شتم کا ثمرہ دنیا میں
 ظاہر ہوا مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت
 سے عرض کیا کہ بریلوی مولوی کوڑھی ہو گئے تو
 حضرت گھبرا اٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ ”کسی کی
 مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہئے، خدا جانے اپنی
 تقدیر میں کیا لکھا ہو۔“

(تذکرۃ الرشید جلد دوم، ص ۸۲-۸۳)

معاذ اللہ! ایسا عظیم جھوٹ دروغ بے فروغ لکھنے میں کوئی
 حیا و غیرت بھی نہ آئی رشید احمد کا انتقال ۱۳۲۳ھ میں ہوا اور

مولوی عاشق الہی جیسے جانثاروں نے اعلیٰ حضرت کے متعلق جزائی کا اقرار کیا ہر عقلمند جانتا ہے کہ بڑے سے بڑی ایذا اگر ہو سکتی ہے تو مولوی صاحب کے الفاظ کفریہ توہین رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و تکذیب خداوند عزوجل پر کفر کا فتویٰ جو اعلیٰ حضرت نے کتاب مستطاب المعتقد المتقد کے حاشیہ میں تحریر فرمایا جو ۱۳۲۱ھ کی تصنیف ہے اور ۱۳۲۱ھ میں چھپ کر شائع ہوا اس کے بعد مولوی گنگوہی صاحب دو برس سے کم بچے جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں انتقال بخدائے لایزال ہی کر گئے۔ ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک میں خود بریلی شریف حاضر رہا اور بخدائے لایزال بقسم شرعی کہتا ہوں کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو بالکل صحیح و سندرست دیکھا۔ جذام کا کوئی شائبہ نہ تھا یہ بہتانیوں کا نیا بہتان ہے اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں پڑھوں: "لعنة الله على الكذابين" اور تذکرۃ الرشید کے مصنف صاحب کہیں پیش باد پھر اس فتوائے تکفیر کے متعلق یہ لکھنا کہ شاید اتنی ایذا نہ دوسرے کو

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہنچائی ہو یہ
 بھی جھوٹ اور بالکل غلط ہے خود اسی کتاب میں
 اسی جگہ دوسرے منکرین ضروریات دین کی تکفیر
 ہے اس لئے گنگوہی صاحب سے نہ کبھی کسی کی
 عداوت نہ زر، زمین، زن کا قصہ کہ اس عداوت
 کی وجہ سے تکفیر کی گئی بلکہ یہ تو وعدہ اللہ و عہد
 ربانی: "وَإِذَا اخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
 بَيْنَهُمُ النَّاسَ وَتَكْتُمُونَہُ" کی تکمیل و تکمیل ہے
 جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 توہین اور اللہ جل جلالہ کی تکذیب کی تو ان کی تکفیر
 کی گئی پھر دوسرے منکرین ضروریات دین کی
 پاسداری کیوں کی جاتی نیز دوسرا فقرہ بھی بالکل
 غلط ہے کہ: "نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی
 ہوں۔" یہ بھی بالکل خلاف واقعہ ہے۔ کیا مولوی
 عاشق الہی کو یاد نہیں کہ وقوع کذب باری ماننے پر
 اعظمضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پہلے
 جناب مولانا نذیر احمد صاحب رامپوری ثم احمد
 آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع
 خیر المطالع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا نیز

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی تصدیق
 بے شمار علماء حرمین شریفین و اہل ہند نے فرمائی۔
 سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے ہم خیال ہیں تو یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے
 کہ ”دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں“ پھر یہ
 جملہ کہتے بھولے پن کا ہے کہ عمر بھر کبھی ایک
 کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے معلوم ہو
 کہ حضرت ان کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔
 اولاً یہ کیا مولوی صاحب یوم ولادت یا یوم نکاح
 سے ہر تہ دوم تک گنگوہی صاحب کے ساتھ رہے
 جو سننے کی نفی سے واقعہ کا انکار کرتے ہیں۔
 ثانیاً یہ ایسا بھی سہی کہ آپ نے عمر بھر نہ سنا
 اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے کبھی یہ کہا۔
 ثالثاً یہ یہ بھی مان لیا کہ انہوں نے عمر بھر نہ
 کہا تو اس میں دشمن سمجھنے کی کیا بات ہے کہ
 اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولوی رشید احمد
 کو اپنا دشمن جانتے تھے نہ گنگوہی صاحب اعلیٰ حضرت
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور
 اختلافات مذہبی تھے جو خیالات و اعتقادات

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے گنگوہی صاحب کے نزدیک بدعت یا کفر یا شرک تھے اس پر وہ بے محابا کفر و شرک کے فتویٰ دیتے تھے یہ اپنی اپنی تحقیق تھی اس میں دشمنی عداوت کی کیا بات تھی جو آپ نے نہیں سنا یا گنگوہی صاحب نے کمال کیا کہ دشمن نہ جانا تو بہت تیر مارا نیز اس کذاب مفتری کے اس صریح جھوٹ سے گھبرا اٹھنا بھی عجیب سادگی اور ان کی بزرگی اور کرامت کا اظہار ہے مگر درحقیقت کرامت کا صفایا ہے جس طرح کرامت میں گڑھا تو یہ کہ موت تک کی خبر آپ کو معلوم تھی کہ کھدیا کہ تم نہیں مرد گے اور مرد گے تو میرے بعد مرد گے اور واقعہ یہ تھا کہ پاس کی چیز بھی نہیں سو جھانی دیتی تھی کہ لوٹا ہے یا اوگالداں اور فلاں شخص صحیح ہے یا مریض۔ اگر کشف و کرامت ہوتی تو فوراً سمجھنا تھا کیوں جھوٹ بول کر اپنی عاقبت بگاڑتے ہو۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۰، ۱۱، ۱۲)

علماء دیوبند کے کذب و اقرا کو جمع کیا جائے تو ایک دقیر بن جائے کہ بطور نمونہ مشتے از خروارے عقلمند کو احتیاجی کافی ہے۔

جو قوم کذب و اقترام میں اس قدر ماہر ہو اس کو اگر کوئی عیب نظر آتا تو وہ اسکو نظر انداز کر سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔ وہ اس عیب کو ببانگ دہل ساری دنیا میں پھیلاتی شور مچاتی مگر کسی کو یہ ہمت نہ ہو سکی حقیقت یہ ہے کہ لمعة الضحیٰ شریف ۱۳۱۵ھ میں تصنیف کی گئی اور تجلی الیقین ۱۳۰۵ھ الزبدۃ الزکیہ ۱۳۲۷ھ میں لکھی گئی ان کتب میں اگر کوئی ایسی غلطی اب نظر آتی ہو تو اس کو کاتب کی غلطی اور اسکی لاپرواہی سے تعبیر کیا جائے گا امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس عیب سے پاک ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ کسی کو ان کے تعاقب کی جرات نہ ہوگی کیا نہ دیکھا کہ دارالعلوم دیوبند کی ناک مولوی انور شاہ کشمیری کو تسلی اسی درامام احمد رضا سے ملی حوالہ گزرا اور بعد سلیمان ندوی کے استاد مولوی شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ اس دور کے تمام عالم دین مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے سامنے ایک تنکے کی بھی حیثیت نہیں رکھتے حوالہ گزرا پھر یہ ڈاکٹر جس کی علمی قابلیت اور اپنی صلاحیت کا یہ عالم ہے کہ اولیاء کرام کو مسلمانوں کے مقابلے میں کافر سمجھ رہا ہے حوالہ گزرا اور صلحاء کے کھلانے پر اعتراض کہ صلحاء کو کھلائے یہ نہیں کہا کہ غربا کو کھلائے یہ صلحاء کو امر سمجھتا ہے اگر قرآن کریم تک رسائی ہوتی تو یہ اللہ عزوجل پر بھی عیب لگاتا اور اعتراض کرتا۔

”(کہا قال تعالیٰ) والذین امنوا وعملوا

اصلحت سند خلهم جنت تجری من

تحتھا الانہر خلدین فیہا ابداء

یعنی اور جو ایمان لائے (مسلمان) اور
اچھے کام کئے (صلحاء) عتقرب ہم انہیں جنت
میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ان
میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورہ النساء، ۵۷)

اس پر ڈاکٹر یہ اعتراض کرتا، اول صلحاء کو مسلمانوں کے
مقابلے میں ذکر کیا۔ کیا صلحاء مسلمان نہیں ہوتے، کافر ہوتے ہیں؟
دوئم کہتا ہے کہ صلحاء کو جنت میں لے جانے کے لئے فرمایا غربا کو
جنت میں لے جانے کے لئے نہ فرمایا۔ مگر یہاں تک اس کی رسائی ہی
نہیں ہوئی ورنہ اللہ عزوجل پر بھی وہی اعتراض جڑ دیتا جو اعلیٰ حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جڑا گیا ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود کا ایمان

ڈاکٹر خالد کے امام اعظم اور تمام دیوبند کے امام الائمہ مولوی
اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں:

”بمقضاء ظلمت بعضہا فوق بعض

زنا کے دسوسے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال

بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف

خواہ جناب رسالتآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل سے چٹ جاتا ہے۔“

(صراطِ مستقیم اردو - ص ۱۵۰)

یہ ہے ڈاکٹر خالد کی حلاوتِ ایمان کہ نماز میں پیر یا بزرگوں کی طرف خواہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے صبرتر ہے چنانچہ اس کی تائید میں رقم طراز ہیں:

”ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہمت پھیر کر اپنے پیرومرشد کی طرف توجہ باندھ لے تو اس صرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خالصتاً اللہ کی عبادت تھی نماز میں خدا سے ہمت پھیر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں پس نماز میں پیرومرشد یا کسی ولی کی طرف ہمت کو پھیرنا شرک ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۸۶)

مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اشیاء جو ایک دوسرے پر فوقیت رکھتی ہیں جیسے کہ زنا کے دوسرے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یعنی پیر یا اس جیسے اور بزرگ خواہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا یعنی خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہو جانے سے زیادہ برا ہے۔ گویا ڈاکٹر خالد کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں ڈوب جانے سے بھی زیادہ برا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر خالد کا فتویٰ ہے کہ نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی کی طرف ہمت پھیرنا یعنی خیال لے جانا شرک ہے کیونکہ اسماعیل صاحب نے فرمادیا ہے کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے معلوم ہوا کہ شیخ یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا تعظیم کا متقاضی ہے چنانچہ ہر دیوبندی پر یہ لازم ہے کہ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت ہرگز نہ کی جائے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر مذکور ہے۔ جب ذکر کریں گے ضرور خیال لانا پڑے گا پھر یہاں پر تو پیر ہی پر قدغن ہے قرآن کریم میں تو انبیاء مرسلین کے نام صراحتہ مذکور ہیں پس جو مسلمان اپنی نمازوں میں ان آیات کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں جن میں انبیاء مرسلین کا ذکر ہے تو خیال لانا لازم ہوا اگر تعظیم لفظ ظاہر ہے تو ڈاکٹر کے فتویٰ سے شرک

اور اگر اہانت اور توہین کا التزام تو کافر ہو گیا علاوہ ازیں اگر کوئی دیوبندی یہ التزام کرے کہ وہ آیات جن میں صراحۃً ذکر موجود ہے تلاوت نہ کرے اور دوسری آیات کو لازم کرے جب بھی نجات نہ پائے گا کم سے کم سورہ اخلاص جس میں توحید مذکور ہے تلاوت کرے گا قل کہے گا یہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب اب کہاں جائے گا نیز یہ بھی نہ سہی کم از کم سورہ فاتحہ میں "صراط الذین انعمت علیہم" تو ضرور تلاوت کرے گا اور "انعمت علیہم" میں تو انبیاء علیہم السلام و صدیقین و شہداء اور صالحین سب کا خیال موجود یعنی یہاں تو انبیاء سے لے کر صالحین تک مذکور ہیں چنانچہ دیوبندیوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کو ترک کریں اور اس کی جگہ راءن، گیتا اور بھاگوت وغیرہ پڑھا کریں کیونکہ دیوبندیوں کو حسد تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے ہے رام چند، کرشن پنہمن اور بدھ وغیرہ سے تو نہیں۔

۱۔ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

”مولانا احمد رضا خان کو ان مثالوں سے

اگر اختلاف تھا تو وہ کسی مثال پر جرح کرتے

استدلال کی غلطی واضح کرتے انہیں اس کا پورا حق

تھا اختلاف علماء دین میں ہوتے چلے آئے ہیں
 لیکن یہ دو مثالیں جو اپنی اپنی جگہ مستقل اور ایک
 دوسرے سے الگ اور جدا تھیں ایک دوسرے
 میں ملا دینے اور آپس میں گڈمڈ کر دینے کا انہیں
 کوئی حق نہ تھا دوسری مثال میں دوسرے زنا کا کوئی
 ذکر یا دخل نہیں مگر مولانا احمد رضا خان کی دیانت
 کو داد دیجئے یا ان کی خیانت کا ماتم کیجئے کہ
 الکوکبة الشہابیہ میں کس طرح دونوں مثالوں کو
 ملا دیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم
 گرامی کے بالمقابل کس بے حیائی سے فاحشہ
 رنڈی کا لفظ لائے ہیں اور اس بے ادبی اور
 گستاخی پر ان کا ضمیر انہیں کچھ ملامت نہیں کر رہا
 ہے ۔ مولانا احمد رضا خان آخر لکھ ہی گئے :
 ”مسلمانوں خدا را ان ناپاک شیطانی کاموں پر غور
 کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف
 نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے ۔
 کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا
 خیال آنے سے بھی برا ہے ۔“ حضرت مولانا
 اسماعیل شہید کے الفاظ صرف ہمت کو خیال کے

لفظ نے نقل کرنا کوئی کم خیانت نہ تھی لیکن
اسے ایک پچھلی بحث سے بے تک جوڑ دینا اور
اسے ایک اشتعال انگیز اور گستاخانہ پیرایہ میں
اس طرح لے آنا ظلم بالائے ظلم ہے کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایک فاحشہ عورت کے
بالمقابل کیا جائے۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۸۹ تا ۲۹۱)

ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ڈاکٹر خالد محمود اپنے
تمام علماء دیوبند بشمول حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اور امام
ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ سے افضل و اعلیٰ و برتر بالاہیں یا ان
کے امام ذی الاحترام اور یہ ظاہر ہے کہ اکابر علمائے دیوبند ڈاکٹر سے
بدرجہ اعلیٰ یعنی علم و فضل میں بہت درجہ بلند تھے۔ ڈاکٹر خالد تو حکیم
الامت وغیرہ کے سامنے کوئی حیثیت و لیاقت ہی نہیں رکھتے الکو کبہ
اشہابیہ ۱۳۱۲ھ میں عالم شہود میں آئی جس کو آج ایک سو چار سال
ہو گئے تمام اکابر علماء دیوبند دم سادھے سادھی عمر خاموش رہے کبھی کبھ
مقابلہ کی جرات نہ ہوئی تو یہ ڈاکٹر کس گنتی و شمار میں ہے جو اس پچھلا
جا بلانہ اعتراض کر رہا ہے اس کو اپنی جہالت پر ماتم کرنا ضروری تھا؟

اصل عبادت ”صراط مستقیم“ یہ ہے :

”بمقضا ئے ظلمت بعضہا فوق بعض“

زنا کے دوسوے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم۔“

(صراطِ مستقیم اردو - ص ۱۵۰)

مولوی اسماعیل کہتے ہیں کہ وہ ظلمت یعنی تاریکیاں کہ جو بعض پر بعض فوقیت رکھتی ہیں دوسوے زنا سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور صرف ہمت کرنا یعنی خیال لے جانا شیخ کی جانب یا ان جیسے اور بزرگوں خواہ جناب رسالتؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں غوطہ خور جانے سے زیادہ برا ہے ڈاکٹر کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بالمقابل کس بے حیائی سے فاحشہ رنڈی کا لفظ لائے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ فاحشہ رنڈی زانیہ ہی کو کہتے ہیں کیا زانیہ فاحشہ کافر و مشرک ہوتی ہیں؟ اگر نہ معلوم ہو تو اپنے اچھے علماء سے پوچھ لو کہ مشرک زانیہ

سے بدرجہا بدتر ہے اور اس کا تم کو خود اعتراف ہے تم نے لکھا کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

نے ایک مقام پر شرک کو زنا سے بدتر گناہ

قرار دیا تھا۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۹۱)

اور تم خود گواہی دیتے ہو کہ:

”نماز میں پیرومرشد یا کسی ولی کی

طرف ہمت پھیرنا شرک ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۸۶)

نیز لکھا:

”جب نماز میں ظاہری نظر پھیرنا بلاکت

ہے۔ تو نماز میں باطنی توجہ کو خدا سے ہٹا کر اپنے

پیرومرشد پر لگا دینا صریح شرک کیوں نہ ہو گا؟“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۸۰)

مولوی اسماعیل کی اس عبارت کو نص قطعی مان کر تم نے نماز

میں صرف ہمت کو سند بنایا اور شرک صریح بتایا اور شرک زنا سے

زیادہ سخت بلکہ بدترین جرم ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو

تمثیل از ندی فاحشہ ہی فرمایا تم نے تو شرک صریح بتایا گویا اس سے بھی

زیادہ نہایت سخت حکم لگایا پھر بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر

غصہ کرنا جنون ہے یا نہیں؟ نیز ڈاکٹر خالد کا یہ کہنا کہ صرف ہمت کو خیال کے لفظ سے نقل کرنا کوئی کم خیانت نہ تھی یہ جہل اور عناد پر مبنی ہے خود "صراط مستقیم" ہی کی عبارت میں ہے:

"کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی

کے ساتھ انسان کے دل میں چھٹ جاتا ہے۔"

(صراط مستقیم اردو - ص ۱۵۰)

پھر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خیانت کا بہتان شرمناک ہے۔ ایک مرتبہ پھر مولوی اسماعیل کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائیں:

"بمقضاء ظلمت بعضہا فوق بعض"

زنا کے دوسرے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے یعنی نماز میں اپنی بی بی سے مجامعت کا خیال زنا کے دوسرے سے بہتر ہے گویا زنا (ظلمت بعض سے ظلمت فوق بعض) بدتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا یعنی خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے جیسا کہ خیال مجامعت سے دوسرے زنا بدتر ہے

کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ
انسان کے دل میں چھٹ جاتا ہے اور بیل گدھے
کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ
تعظیم بلکہ حقیر ذلیل ہوتا۔“

(صراطِ مستقیم اردو - ص ۱۵۰)

ملاحظہ کیجئے ! بعینہ وہی عبارت ہے جو علامہ حضرت رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے نقل فرمائی اور لفظ خیال پہلی مثال مجامعت میں موجود پھر
مثال پر منطبق عبارت کہ : ”شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ
جناب رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی ہوں اپنے خیال کو
لگا دینا (خیال لے جانا) اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق
ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ کا خیال (یہاں بھی عبارت میں خیال
موجود ہے) تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چھٹ جاتا
ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو (یہاں بھی خیال مسطور) نہ تو اس
قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم گویا نفس عبارت میں خیال کئی جگہ
موجود ہے۔ اس خیال کو علامہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبارت کی
مطابقت سے کہ تشبیہ تھی زنا (زانیہ فاحشہ رنڈی عورت) کو رنڈی
فاحشہ ہی نقل کیا گویا سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف
نماز میں خیال لے جانا ایسا برا ہے جیسا کہ مجامعت کے مقابلے میں زنا
مگر زنا قبیح تو ہے مگر شرک نہیں۔ ڈاکٹر خالد تو اس کو شرک کہہ رہا ہے

یعنی حضور پر **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کی جانب خیال لے جانا شرک
 صریح زنا سے بدرجہا بدتر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰
 ص یہ رضا کے خبر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
 جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

قیامت سے پہلے مومنین کا اٹھ جانا

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان نے یہاں الکوکبۃ
 اشہابیہ میں بڑا جھوٹ تصنیف کیا ہے کہ:
 مولانا اسماعیل شنید نے نزول عیسیٰ ابن مریم کی
 حدیث لکھ کر اس صفحہ پر صاف لکھ دیا ”سو پیغمبر
 خدا کے فرماتے کے مطابق ہوا۔“

(مطالعہ محمدیہ، ص ۲۹۳)

ڈاکٹر نوید محمود لکھا دجل و فریب ملاحظہ ہو کہ نفس مضمون کو
 کس طرح پلٹتے ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب تو ایک حدیث نقل کرتے
 ہیں، پھر اس کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں:

”مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ اسی میں نے پیغمبر

خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ فرماتے تھے کہ

نہیں تمام ہونے کا رات اور دن یعنی قیامت نہ
 آگئی یہاں تک کہ پوپہیں لات اور عزیٰ کو سوکھا
 میں نے اے پیغمبر خدا بیشک میں جانتی تھی کہ
 جب اتاری اللہ نے یہ آیت ”ہوالذی ارسل
 رسولہ بالہدی الخ“ کہ بیشک یوں ہی رہیگا آخر
 تک بیشک ہوگا اسی طرح جب تک چاہے گا اللہ
 پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی جان نکال لے گی
 جس کے دل میں ہوگا ایک رانی کے دانہ بھر
 ایمان سورہ جادینگے وہی لوگ کہ جن میں کچھ بھلائی
 نہیں۔ سو پھر جادینگے اپنے باپ دادا کے دین پر۔
 یعنی اللہ صاحب نے سورہ براءۃ میں فرمایا ہے کہ
 اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے
 ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اس کو غالب کرے
 سب دینوں پر اگرچہ مشرک لوگ بہتیرا ہی برا
 مانیں سو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
 اس آیت سے سمجھا کہ اس سچے دین کا زور قیامت
 تک رہیگا۔ سو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ اس کا زور تو مقرر ہوگا جب تک اللہ
 چاہے گا پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ بھیجے گا کہ

سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاوینگے اور وہی لوگ رہ جاوینگے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں یعنی نہ اللہ کی تعظیم نہ رسول کی راہ چلنے کا شوق بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے سو اسی طرح شرک میں پڑ جاوینگے کیونکہ اکثر پرانے باپ دادے جاہل مشرک گزرے ہیں جو کوئی ان کی راہ و رسم کی شد پکڑے آپ بھی مشرک ہو جاوے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانے میں بھی قدیم شرک رائج ہوگا۔ وہ پیغمبر خدا کے فرمانے کے مطابق ہوا۔“

(تقویت الایمان - ص ۶۳ - ۶۵)

ترجمہ حدیث کے ساتھ کامل عبارت تقویت الایمان کی حاضر ہے کہ لکھ دیا کہ:

”سو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا“ یعنی وہ باؤ (ہوا) چل گئی اور مومن ختم ہو گئے نہ خروج دجال کا ذکر نہ نزول مسیح علیہ السلام کا تذکرہ، یہ نہیں لکھا کہ فرمانے کے مطابق ہوگا۔ اس جاہل مجنون کو ”ہوا“ اور ”ہوگا“ میں تمیز نہیں۔“

ص یہ رضا کے خبر کی بات تھی کہ دیو کی گردن اٹھلی

جسے دیو کی پوجا کا تھانہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

بڑے بھائی ہونے کی تہمت کا ذکر

ان ڈاکٹر خالد محمود اس امر کے منکر ہیں کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء کو بڑے بھائی کا درجہ دیا لکھتے ہیں: ہم

ڈاکٹر "حضرت مولانا اسماعیل علیہ السلام کا یہ عقیدہ

فائدہ ہرگز ہرگز نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

سک وسلم کا مرتبہ معاذ اللہ بڑے بھائی کے برابر ہے۔"

اللہ (مطالعہ بریلویت - ص ۲۹۵) فرماتے گا۔

ڈاکٹر خالد محمود کا آفتاب نصف النہار میں دن کا انکار اور

ہمت ہونے کا اصرار ملاحظہ ہو مولوی اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں:

(۱) "اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ اولیاء

انبیاء، امام، امام زادے، پیر، شہید، مہمکن جتنے اللہ

ر کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور

انز بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو

بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔"

(تقویت الایمان - ص ۸۵)

دیکھا آپ نے اسماعیل صاحب القلم کی اولیاء، انبیاء، کو

بندے عاجز اور ہمارے بھائی لکھ رہے ہیں مگر انہوں کو نگاہ نہیں۔

مولوی اسماعیل صاحب جو تمام ذیوبعدیوں کے مسلم بزرگ

ہیں، ڈاکٹر خالد محمود کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی (بحوالہ مطالعہ بریلویت، ص ۲۹۷) فرماتے ہیں:

”مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی اور

بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری

کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے

والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور

تمام عمر اسی حالت میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ

جہاد میں کفار کے ہاتھ شہید ہوئے پس جس کا ظاہر

حال ایسا ہو وہ دلی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتا

ہے: ان اولیاء الا المتقون اور کتاب تقویت

الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک و

بدعت میں لا جواب ہے استدلال اس کے بالکل

کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا

اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ - ص ۳۱)

تفصیلی تعارف تقویت الایمان اور صاحب تقویت الایمان کا

یہ مختصر مجالہ متحمل نہیں البتہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش خدمت ہے ملاحظہ کیجئے:

اللہ واحد عزیز و جبار ارشاد فرماتا ہے:

وللّٰه العزّة ولسوله وللّٰه المومنین ولكن
 المنفقین لا یعلمون (المنفقون : ۸) " اور عزت تو
 اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے
 ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ "

مولوی اسمعیل صاحب فرماتے ہیں :
 " اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق
 بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے
 زیادہ ذلیل ہے۔ "

(تقویت الایمان - ص ۲۰)

مخلوق میں انبیاء و مرسلین ملائکہ و ملائکہ مقربین سب ہی
 شامل ہیں مولوی اسمعیل صاحب فرماتے ہیں ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا
 اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہیں یعنی اللہ کی شان کے آگے
 چار اتنا ذلیل نہیں (معاذ اللہ) وہ چار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں اللہ عزیز
 و غفار فرماتا ہے :

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت
 اولئک ہم خیر البریۃ (البینہ : ۷) " بیشک جو
 ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں
 بہتر ہیں۔ "

مولوی اسمعیل دہلوی فرماتے ہیں :

” سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو

ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔“

(تقویت الایمان - ص ۹)

مولوی اسماعیل یہ بتا رہے ہیں کہ تم مومنین صالحین کو بہتر بتاتے ہو وہ تو کجا سب انبیاء اور اولیاء اس اللہ کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ یعنی اس کے روبرو ذرہ ناچیز کم تو ہے مگر کم تر نہیں مگر انبیاء اولیاء کم تر ہیں۔

اور لیجئے مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

” سو یہ جان لینا چاہئے کہ جس کی توحید

کامل ہے اس کا گناہ وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی

عبادت وہ کام نہیں کر سکتی فاسق موحد ہزار درجہ

بہتر ہے متقی مشرک سے۔“

(تقویت الایمان - ص ۲۲ مکتبۃ الاسلام دس پورہ لاہور)

مولوی اسماعیل اور اس کے پرستاروں کو متقی کا مطلب بھی

نہیں معلوم۔ سن لو متقی اعلیٰ درجہ کے مومن کو کہتے ہیں اللہ عزوجل

ارشاد فرماتا ہے: یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما

کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ: ۱۸۳) ”اے

ایمان والو (مومنین) تم پر روزے فرض کئے گئے۔ جیسے اگلوں پر فرض

ہوئے تھے کہ تم متقی ہو جاؤ۔“ معلوم ہوا کہ ہر مومن متقی نہیں ہوتا مگر

ہر متقی مومن ہوتا ہے اور مولوی اسماعیل متقی کو مشرک کہتا ہے ۔
 لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔
 اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم
 یحزنون ۝ الذین امنوا وکانوا یتقون (یونس: ۶۲)
 ”سن لو بے شک اللہ کے دلیوں پر نہ کچھ
 خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے (مومن) اور
 پرہیزگار (متقی) ہیں۔“

معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی وہ مومن ہیں جو متقی پرہیزگار ہوں تو
 متقی اعلیٰ درجہ کے مسلمان (مومن) کو کہتے ہیں۔ مولوی اسماعیل اور اس
 کے پرستار متقی کو مشرک سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) افلاس دین اور علم کا
 نمونہ جس قوم کا امام الائمہ ایسا مفلس اور کنگال ہو اس کے پرستاروں کا
 کیا عالم ہوگا ؟

ملاحظہ فرمائیے ! ڈاکٹر خالد محمود اور سارے وہابی، دیوبندیوں کا
 استاذ الاستاذ مسٹر ابلیس لعین کی توحید تو کامل ہے اللہ عزوجل کے حکم
 ”اسجد والادم“ کے باوجود اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ مولوی
 اسماعیل نے اس نافرمانی کو فسق کا درجہ دے کر فرمایا کہ فاسق موحد ہزار
 درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے متقی تو سارے اللہ کے پیارے محبوب
 ہیں ان کو مشرک بتا رہا ہے ورنہ مشرک کی ضد تو مومن ہے۔ جو

مومن ہے وہ ہرگز مشرک نہیں اور متقی اعلیٰ درجہ کا مومن اور اللہ کا ولی ہے کما مر پھر کہتا ہے جس کی توحید کامل ہے اس کا گناہ یعنی ظلم و نافرمانی وہ کام کرتا ہے کہ اوروں کی عبادت وہ کام نہیں کر سکتی اوروں میں تمام مومنین صالحین اور انبیاء و مرسلین ملائکہ و ملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والتسلیم سب ہی داخل ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ مولوی اسمعیل کے نزدیک ابلیس لعین کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ اس کے غیر کو نہیں اگر اس پر کسی کو کلام ہو تو وہ ابلیس کا شرک ثابت کر کے دکھائے۔

مولوی اسمعیل دہلوی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کی نظر میں

مولوی ظہور الحسن صاحب کسولوی بہ تصدیق مولوی اشرف علی
صاحب تھانوی بیان فرماتے ہیں:

”خال صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم
صاحب فرماتے تھے کہ شاہ اسحق صاحب بیان
فرماتے تھے کہ جب مولوی اسمعیل صاحب نے
رفع یدین شروع کیا تو مولوی محمد علی صاحب و
مولوی احمد علی صاحب نے جو شاہ عبدالعزیز صاحب

کے شاگرد تھے اور ان کے کاتب تھے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! مولوی اسماعیل صاحب نے رفع یدین شروع کیا ہے اور اس سے مقصدہ پیدا ہو گا آپ ان کو روک دیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو ضعیف ہو گیا ہوں مجھ سے تو مناظرہ نہیں ہو سکتا میں اسماعیل کو بلانے لیتا ہوں تم میرے سامنے اس سے مناظرہ کر لو اگر تم غالب آگئے تمہارے ساتھ ہو جاؤں گا اور وہ غالب آگیا تو اس کے ساتھ ہو جاؤں گا مگر وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ حضرت ہم تو مناظرہ نہ کریں گے۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم مناظرہ نہیں کر سکتے تو جانے دو۔ شاہ صاحب نے یہ جواب دیا تو میں سمجھا کہ شاہ صاحب نے اس وقت دفع الوقتی فرمادی ہے۔ مگر یہ مولوی اسماعیل سے کہیں گے ضرور۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب شاہ عبدالقادر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میاں عبدالقادر تم اسماعیل کو سمجھا دینا کہ وہ رفع یدین نہ کیا کریں کیا فائدہ ہے خواہ مخواہ عوام میں شورش ہوگی۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ تو دوں گا مگر وہ مانے گا نہیں اور حدیثیں پیش کرے گا۔ اس وقت بھی میرے دل میں یہی خیال آیا کہ گو انہوں نے اس وقت یہ جواب دے دیا ہے مگر یہ بھی کہیں گے ضرور۔ چنانچہ یہاں بھی میرا یہ خیال صحیح ہوا اور شاہ عبدالقادر صاحب نے مولوی محمد یعقوب صاحب کی معرفت مولوی اسماعیل صاحب سے کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی اسماعیل صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جاوے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے: ”مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فُسَادِ دِمْتِي“ کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔ مولوی یعقوب صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے ان کا جواب بیان کیا اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا: ”بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا، مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم اس

وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو
اور مانحن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت
نہیں بلکہ دوسری سنت ہے ۔

(ارواح ثلاثہ - ص ۹۲ تا ۹۵ - امداد الغریب سہارنپور)

اس حکایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں :

نمبر ۱ : مولوی اسماعیل بٹ دھرم تھا جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر
محدث دہلوی نے فرمایا کہ حضرت میں کہہ دوں گا مگر وہ مانے گا نہیں ۔

نمبر ۲ : مولوی اسماعیل اپنے استاد اور فقہاء کرام کا نافرمان و گستاخ
تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے ارشاد کو نظر انداز ہی
نہیں بلکہ پامال کیا ۔

نمبر ۳ : مولوی اسماعیل فتنہ انگیز اور فتنہ پرور تھا کہ رفع یدین سے
بقول شاہ صاحب کے خواہ مخواہ فتنہ ہو گا ۔

نمبر ۴ : مولوی اسماعیل بے علم کم فہم جاہل تھا جیسا کہ شاہ صاحب
نے فرمایا " بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ ایک حدیث
کے معنی بھی نہیں سمجھا ۔

نمبر ۵ : مولوی اسماعیل اقراق بین المسلمین کا مجرم ہے جیسا کہ
شاہ صاحب نے فرمایا کہ رفع یدین نہ کریں خواہ مخواہ عوام میں
شورش ہوگی ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت

مولوی اسمعیل صاحب فرماتے ہیں:

”ملک عرب میں قحط پڑا تھا سو ایک گنوار نے آکر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ سمجھا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سو یہ بات سن کر پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی۔“

(تقویت الایمان - ص ۹)

نیز مولوی اسمعیل صاحب فرماتے ہیں:

”سبحان اللہ ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔“

(تقویت الایمان - ص ۸۰)

اللہ کے دربار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت (معاذ اللہ) اور اپنے پیر کا منصب ملاحظہ ہو۔ یہی مولوی صاحب اپنے پیر سید احمد صاحب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

”اور عنایت رحمانی اور تربیت ربانی
 بلا واسطہ آپ (سید احمد) کے حال کی متکفل ہوئی
 اور پے درپے معاملات اور بے شمار واقعات
 وقوع میں آئے یہاں تک کہ ایک دن حضرت
 حق جل و علانے آپ (سید احمد) کا داہنا ہاتھ
 خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز
 امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ
 کے سامنے رکھ کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز
 عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔“
 (صراط مستقیم اردو - ص ۲۸۰-۲۸۱)

یہ ہے شان اپنے پیر سید احمد کی:

ص۔ نظر عیب پر کب پڑتی ہے رضا مندی میں

لیک بیزاری میں آتے ہیں نظر عیب تمام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق تو یہ دریدہ دہنی کہ
 ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس
 ہو گئے (معاذ اللہ) اور پیر کا داہنا ہاتھ خود خدا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ایسا

انعام و اکرام کرے جو غیر کے لئے محال ہے۔

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم ۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حالانکہ کلیم اللہ ہیں جب وہ اللہ عزوجل کی جناب میں عرض کریں: ”کما قال تعالیٰ قال رب ارنی انظر الیک“ عرض کی اسے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔

”قال لن ترانی ولكن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی“ فرمایا یہ۔ ”تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔“

”فلما تجلیٰ ذیہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا“ (الاعراف ۱۴۳) ”پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔“

یہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے کہ ایک ذرا سی تخیل فرمائی پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور اسمعیل صاحب کے پیر جی سید احمد کا داہنا ہاتھ خدا خود اپنے دست قدرت میں پکڑے اور بلا واسطہ اپنے ہاتھ سے رفیع اور بدیع اشیاء سید احمد کے حضور پیش کرے (معاذ اللہ) اور سید احمد کے حواس میں فرق بھی نہ آئے۔ کسی نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کیا خوب کہا ہے :

ص جھوٹ وہاں تک بولے جہاں تک پار بسائے
 انہی من کا گھونگھرو ایک مرغا پہنے جائے
 اسے عزیزو جان لو کہ دہا بیت کے دو پر ہیں۔ ایک کذب
 دوسرا اقرا۔ یہی ان کی اڑان ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:

”اللہ صاحب نے جب اپنے پیغمبر کو
 فرمایا کہ اپنے قرا بتیوں کو ڈرا دیوے سوانہوں نے
 اپنی بیٹی (فاطمہ) تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت
 کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے
 اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ
 کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے
 اختیار سے باہر وہاں میں کسی کی حمایت نہیں
 کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ سو وہاں
 کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دونوں
 سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔“

(تقویت الایمان - ص ۵۵)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ الزہرا رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی دونوں سے نہیں بچا سکتے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:
 ”اس واسطے کہ میں آپ ہی کو ڈرتا ہوں
 اور اللہ کے ورے اپنا کوئی کمیں بچاؤ نہیں جانتا۔“

سو دوسرے کو کیا بچا سکوں۔“

(تقویت الایمان - ص ۲۴)

حاصل کلام یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنے کو نہیں بچا سکتے تو بیٹے کو کیا بچا سکیں گے۔

مولوی اسماعیل صاحب اپنے پیر سید احمد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

”ایک شخص نے آپ (سید احمد) کے پاس حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی اور چونکہ ان ایام میں علی العموم بیعت نہیں کیا کرتے تھے اس لئے اس شخص کی درخواست کو قبول نہ فرمایا جب اس شخص نے نہایت الحاح اور اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ایک دو روز توقف کرنا چاہئے بعد ازاں جو کچھ مناسب وقت ہوگا اس پر عمل کیا جائیگا پھر آپ اجازت اور استفسار کیلئے جناب حضرت حق میں متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ بندگان درگاہ سے ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور اس جہاں میں جو کوئی کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے ہمیشہ دستگیری کا پاس کرتا ہے اور

حضرت حق کے اوصاف کو اخلاق مخلوقات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے ؟ اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کریگا اگرچہ وہ لکھو کھا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفالت کریں گے۔“
(صراطِ مستقیم اردو - ص ۲۸۱)

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو کجا خود کو بھی نہ بچا سکیں اور مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد کے ہاتھ پر جو بھی بیعت کرے اگرچہ لاکھوں سے سوا ہوں سب محفوظ و مان۔ یہ ہے مولوی اسماعیل کا دین و دھرم جس کی حمایت میں ڈاکٹر خالد محمود نے اپنے دفتر اعمال کو سیاہ کیا ہم نے صرف بطور نمونہ اسی پر اکتفا کیا۔ ہمارے اس بیان سے دیوبندی دھرم کی حقیقت اور ڈاکٹر خالد محمود کے دین کا بھرم کھل جاتا ہے۔ چنانچہ اب جو تقویت الایمان دار الاشاعت کراچی اور شیخ محمد یوسف نے جمعیت المجدیث کراچی کی جانب سے طبع کرائیں ہیں ان میں ان عبارات مذکورہ صدر کو نکال کر اپنی طرف سے نئی عبارات گڑھی ہیں۔ اگر تقویت الایمان کی عبارات مسموم اور کفریہ نہ تھیں تو ان کو کیوں کتاب سے نکالا گیا؟ اس امر سے دیوبندی دھرم کا بطلان ظاہر ہو جاتا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کی حمایت و تائید

ڈاکٹر خالد محمود، مولوی محمد قاسم نانوتوی کی حمایت و تائید میں دیوانہ دار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز پر بہتان تراشی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا

قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کے ص ۱۴ کی عبارت سے شرط کو حذف کر کے جزا کا صرف دوسرا حصہ لے لیا پھر اسی کے ساتھ ص ۲۸ کی مذکور عبارت میں سے شرط کو حذف کر کے اور جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف تیسرے حصہ کو اس سے جوڑ کر دیا ہے اور اس کے بعد اسی کتاب کے ص ۲ سے ایک عبارت اس کے اضراب کو جو ص ۴ پر ”بلکہ“ سے شروع ہو رہا ہے چھوڑ کر اسی کے ساتھ جوڑ دی ہے اسی طرح مولانا احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص ۱۴ ص ۲۸ اور ص ۲ کی عبارتیں جوڑ کر ہر ہر عبارت کی شرطیں اور اضراب حذف کر کے ایک مسلسل عبارت بنادی ہے۔

تین جگہوں سے عبارتیں لے کر ایک عبارت بنانا۔ اس نئی عبارت کو پڑھنے سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ مولانا محمد قاسم ختم نبوت زمانی کے منکر تھے اور یہ عبارت ختم نبوت زمانی کے انکار کے لئے ہی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ حالانکہ آپ نے اس کتاب میں جگہ جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا ہے۔
(مطالعہ بریلویت - ص ۲۰۷)

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے کتاب تحذیر الناس ختم زمانی نبوت کی نفی میں تحریر فرمائی اس کی پیش کردہ عبارات اگر کسی اور انداز میں مثلاً ص ۲ پھر ص ۱۳ پھر ص ۲۸ کے مطابق پیش کی جائیں تو بھی انکار ختم نبوت ثابت ہے۔ خنزیر (سور) تو خنزیر ہی ہے جس نعمت کا نوگوشت پوست حاصل کر دگے وہ حرام ہی ہوگا۔ تقریباً سو سال گزر گیا کسی عالم دین نے اس کی حمایت نہ کی بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی اس کتاب کی عبارات کو اسلامی عبارت نہ ثابت کر سکے۔ اگر کسی نے ان عبارات ملعونہ کو اسلامی عقائد کے مطابق ثابت کر دیا ہوتا تو ڈاکٹر خالد محمود کو آج ماتم کرنا نہ پڑتا۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے مولوی قاسم نانوتوی رقم طراز ہیں:

”قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم
 جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں
 تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم
 ہونا بایں معنی کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ
 کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل
 فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات
 کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول
 اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر
 صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف
 مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار
 نہ دیجئے تو البتہ خاتمت باعتبار تاخر زمانی صحیح
 ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں
 سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو
 خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر
 اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و
 حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو
 نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق
 ہے جو اسکو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہیں کیا؟ دوسرے
 رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی

جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے دیے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدباب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلافت کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاته قابل لحاظ ہے پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں مقصود نہیں اگر سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔

(تخذیر الناس - ص ۲ - ۳ - کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۲۹ء

مولوی قاسم نانوتوی کی عبارت مذکورہ بغور ملاحظہ کیجئے کہ کس شدت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی آخر الزماں ہونے

کا انکار فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کر لیجئے تاکہ جواب کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہ ہو سو عوام یعنی جاہل اور ناسمجھ لوگوں کے خیال میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں (یہ عوام یعنی جاہل اور ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے کہ عوام مقابل ہے اہل فہم کے) مگر اہل فہم یعنی دانشمند اور علماء پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں یعنی اول و آخر آنے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یعنی اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کر لیا تو آیت مذکورہ اس صورت میں صحیح نہیں ہو سکتی ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ سمجھئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی گویا آخری نبی سمجھنا اوصاف مدح اور مقام مدح کے خلاف ہے جو کسی مسلمان کو گوارہ نہیں کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نمود باللہ زیادہ گوئی یعنی فضول بلکہ اس کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا گویا آخری نبی ماننے میں کوئی

فضیلت نہیں ہے اس سے اس بات کا وہم پیدا ہو گا کہ نعوذ باللہ خدا
 فضول باتیں بیان کرتا ہے۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کی جانب نقصان قدر یعنی کم مرتبہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ اہل
 کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم
 کے احوال بیان کیا کرتے ہیں یعنی آخری نبی ماننے کا مطلب یہ ہو گا کہ
 حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) اگر صاحب کمال
 ہوتے تو ان کے کمالات بیان کئے جاتے اور آخری نبی مان کر یہ واضح
 کر دیا کہ ایسے ویسے ہیں جن کا بیان اس قسم سے کیا گیا۔ اعتبار نہ ہو تو
 تاریخوں کو دیکھ لیجئے گویا نانوتوی کے نزدیک قرآن اور حدیث مبارکہ پر
 تاریخوں کو تقدم حاصل ہے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس
 لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر
 کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاته قابل لحاظ ہے پر جملہ
 ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولكن رسول وخاتم
 النبیین میں کیا تناسب تھا یعنی ان جملوں میں کوئی تناسب نہیں جو
 ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو
 استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی
 خدا کے کلام معجز نظام میں مقصود نہیں یعنی اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کو آیت مذکورہ کے مفہوم کے مطابق آخری نبی مان لیا تو گویا قرآن
 کریم کو بے ربطی اور بے ارتباطی کا حامل بنایا اور یہ خدا کے کلام میں

مقصود نہیں پس لامحالہ نبی آخر الزمان ہونے کا انکار کرنا پڑے گا۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس مختصر عبارت میں مولوی قاسم نانوتوی نے حضور اکرم
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی آخر الزماں ماننے والوں پر کیے
شدید احکامات جاری فرمائے ہیں۔

- (۱) عوام کا خیال یعنی جاہل اور نا سمجھ بتایا۔
- (۲) اہل فہم یعنی علماء اور دانشمندوں کا مقابل ٹھہرایا۔
- (۳) بالذات فضیلت کے منافی بتایا۔
- (۴) مقام مدح کے خلاف ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو
بتایا۔

- (۵) آیت مذکورہ کو اوصاف مدح سے کوئی تعلق نہیں۔
- (۶) اس صورت جو خلاف مدح ہو اہل اسلام میں کسی کو گوارا
نہیں گویا مسلمانوں کے خلاف ٹھہرایا۔
- (۷) خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی فضول بلکہ اس کا وہم بتایا۔
- (۸) نبوت ختم زمانی کو نبوت اور فضائل سے کوئی علاقہ نہیں۔
- (۹) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے ان کا
مرتبہ کم ہونے کا امکان ہے۔

- (۱۰) آخری نبی ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کو ایسے ویسے میں شمار کرنا ہے۔

- (۱۲) آیت کریمہ ماکان محمد النہ میں کوئی تناسب نہیں۔
 (۱۳) نبی آخر الزماں ماننے میں ایک جز آیت کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دینا گویا خدا کے کلام کی بے ربطی اور بے ارتباطی ثابت کرنا ہے۔

نبی آخر الزماں ماننے والوں پر یہ شدید احکام جاری فرمائے۔
 مولوی محمد قاسم نانوتوی کا یہ کہنا ہے کہ ”اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں“ اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ دین نے خاتم النبیین کے یہی معنی بتائے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں پس جو معنی متواتر و قطعی آیات و احادیث و آثار صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ان کو عوام کا خیال بتانے والا کیا منکر ختم نبوت نہ ہوگا؟

پھر یہ کہنا کہ ”مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ یعنی اہل علم و دانشمند وہ ہیں جو آیات و احادیث و آثار صحابہ و تابعین و اجماع امت کے معین کئے ہوئے معنی کو یہ کہیں کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں وہ عوام کا خیال ہے یہاں عوام کس کو بتایا۔ تمام امت ہی کو نہیں بلکہ جملہ صحابہ و تابعین ائمہ دین و

اولیائے کاملین اور معاذ اللہ اللہ اور اس کے رسول کو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ اللہ عزوجل اور اسکے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی معنی ارشاد فرمائے جس کو مولوی قاسم نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا اور خود ہی اس معنی کو ایجاد بندہ ہونے کا اقرار کیا فرماتے ہیں:

”اگر بوجہ کم انتفاقی بڑوں کا فہم کسی مضمون

تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور

کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کھدی تو

کیا اتنی سی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔“

(تحدیر الناس - ص ۲۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم

کا خلاف کیا ہے میں نے یہی ایک نئی بات کہہ

دی تو کیا ہوا۔“

(تحدیر الناس - ص ۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ جو معنی خاتم النبیین مولوی محمد قاسم نے

بیان کئے وہ اہل اسلام میں سے کسی سے منقول نہیں یہ صرف مولوی

قاسم کی ایجاد ہے اور ختم نبوت کا انکار ہے نیز مولوی محمد قاسم نانوتوی

فرماتے ہیں:

”قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پرداز

یا کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقدیر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گزشتہ ہوں یا کوئی اور اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن البشر ہے ختم ہولیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(تحدیر الناس - ص ۱۲ - ۱۳ - کتبخانہ اعزازیہ دیوبند)

نیز مولوی قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

”ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی

بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچندان نے عرض کیا ہے تو سوائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود و بالخلق میں سے مماثل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

(تحدیر الناس - ص ۲۴)

ص یہ رضا کے خنجر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی

جسے دیو کی پوجا کا تھانشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

ڈاکٹر محمود اپنا سر پیٹ رہا ہے اور ماتم کر رہا ہے کہ ہائے

مولانا احمد رضا خان نے مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحدیر الناس کے

ص ۱۴ کی عبارت سے شرط کو حذف کر کے جزا کا صرف دوسرا حصہ

لے لیا پھر اسی کے ساتھ ص ۲۸ کی مذکور عبارت میں سے شرط کو حذف

کر کے اور جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف تیسرے

حصے کو اس سے جوڑ دیا ہے اور اس کے بعد اس کتاب کے ص ۳ سے ایک عبارت اس کے اضراب کو جو ص ۴ پر ”بلکہ“ سے شروع ہو رہا ہے چھوڑ کر اسی کے ساتھ جوڑ دی ہم نے بحمدہ تعالیٰ تحذیر الناس کی کامل عبارات بتدریج ص ۲-۳ پھر ص ۱۲-۱۳ اس کے بعد ص ۲۴ کی عبارات نقل کر دیں ہر عبارت اپنی جگہ پر انکار نبوت ختم زمانی پر شاہد ہے۔

امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ کے اقسام بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

” اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف

منسوب جس کی تحذیر الناس ہے اور اس نے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی مکہ میں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الٰہ۔ حالانکہ فتاویٰ تمہنہ اور اشباہ و نظائر وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ

اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پچھلا
نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں۔“
(حسام الحرمین - ص ۲۰ - مکتبہ نبویہ لاہور)

ان عبارات کو جس طرف سے بھی نقل کیجئے تب بھی انکار
ختم نبوت زمانی لازم آئے گا۔ ڈاکٹر خالد محمود سرپینٹا اور روتا ہے کہ
ہائے ہائے امام احمد رضا خان نے کافر کہہ دیا حالانکہ کفر خود مولوی قاسم
نانوتوی نے اپنے اوپر لازم کر لیا جس سے نجات ناممکن۔

دامن کو لئے ہاتھ میں کھتا ہے قاتل
کب تک اسے دھویا کر دل لالی نہیں جاتی

چنانچہ قادیانیوں نے ان ہی عبارات کو اپنے دین کے لئے
سند بنا کر پیش کیا انجمن احمدیہ ربوہ کا ناظم لکھتا ہے :

”مولانا قاسم صاحب نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ

فرماتے ہیں عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم
کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء
سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر
نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر
زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح
میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس
صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس

وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کھینے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی۔“
(تذییر الناس - ص ۲)

نوٹ :- خط کشیدہ الفاظ توجہ سے پڑھنے کے لائق ہیں وہ کیا فرق ہے جو عوام اور اہل فہم کے مذہب میں ہے اور اہل اسلام کو کیا بات گوارہ نہیں؟ موازنہ فرمائیے اور جماعت احمدیہ کا مذہب اہل فہم اور اہل اسلام والا ہے یا مخالفین جماعت کا؟
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

”اگر خاتمیت بمعنی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس بیچپندان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو

بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (رسالہ
تحذیر الناس ص ۲۸)۔

(آیت خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک ص ۲۲ -
۲۳۔ پیشکش وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان)
نیز ڈاکٹر خالد محمود کا یہ کہنا کہ:

”آپ (قاسم نانوتوی) نے اس کتاب
میں جگہ جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا ہے مگر
صریح عبارت ایک بھی پیش نہ کر سکے یوں تو مرزا
غلام احمد قادیانی بھی منکر ختم نبوت نہ ٹھہرے گا۔
مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے ”چونکہ ہمارے سید و
رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد
آنحضرت کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے اس
شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔“
(شہادت القرآن - ص ۲۴ - ۲۸۔ الشریکۃ اسلامیہ ربوہ)
دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اور پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا خاتم الانبیاء ہونا بھی ظاہر ہے جیسا کہ فرمایا و لکن
رسول اللہ وخاتم النبیین۔
(شہادت القرآن ص ۶۵۔ الشریکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا منکر ہے اور خاتم النبیین کا وہی معنی قرار دیتا ہے جو ختم نبوت زمانی کے انکار پر معمول نہ ہوتیں تو قادیانی دین والے ان عبارات کو بطور ثبوت و سند ہرگز پیش نہ کرتے معلوم ہوا کہ انکار نبی آخر الزماں پر دونوں متحد و متفق ہیں۔

عمل میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

”ان لوگوں نے جب دیکھا کہ انکار ختم نبوت کا الزام مولانا (قاسم نانوتوی) پر چسپاں نہیں ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ذاتی ہونے کا معنی بھی اپنی جگہ قابل اعتراض نہ ٹھہراتو انہوں نے ایک اور الزام تراشا کہ مولانا کا عقیدہ تھا کہ امتی عمل میں بسا اوقات نبی سے بڑھ جاتے ہیں ایک ان کے ادارے کے بانی مولانا محمد قاسم نے عمل کی پیمائش کی تو امتی کو نبی سے بڑھا دیا۔ جب ہم نے اصل کتاب تحذیر الناس کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک ایسا لفظ موجود پایا جو اس سارے شبہ کو زائل کر دیتا ہے مگر معترض حضرات

نے اے ساتھ نقل نہ کیا تھا، مولانا محمد قاسم کی اصل عبارت یہ تھی انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات ”بظاہر“ امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (تحدیر الناس) اس عبارت میں بظاہر کا لفظ فیصلہ کن تھا کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں اور بظاہر کا لفظ ان معنوں کے لحاظ سے عام ہے اسے سمجھنے کے لئے مولانا احمد رضا خان کا یہ فتویٰ بھی سامنے رکھئے:

عرض یہ شیخ سے ”بظاہر“ کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جانا کیسا ہے؟

ارشاد یہ محدثی اور انتہائی گمراہی۔ (ملفوظات۔ حصہ چہارم۔ ۵) یہاں ”بظاہر“ سے مراد یہی ہے کہ تمہیں وہ عمل ظاہر میں ایسا دکھائی دے رہا ہو کہ سنت کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں وہ خلاف سنت نہ ہو، کیونکہ جو عمل حقیقت میں بھی خلاف سنت ہو اس کی وجہ سے پیر کو چھوڑنا ہرگز محدثی اور گمراہی قرار نہیں دیا جاسکتا۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۷۱-۲۷۲)

فن کذب و اقرا کا اسکالر ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے کہ انکار ختم نبوت کا الزام نانوتوی پر چسپاں نہیں ہوتا کیسا صریح جھوٹ اور کھلا بہتان ہے جب انکار ختم نبوت زمانی کا ثبوت نہیں تو تکفیر کس بات پر کی گئی۔ جمید علماء کرام و مفتیان عظام حرمین شریفین اور مقتدر علماء اسلام اور معروف مفتیان ہندوستان نے مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر انکار ختم نبوت زمانی کی بنا پر کی۔ آج بھی ”حسام الحرمین اور الصوارم ہندیہ وغیرہ“ ببانگ دہل سی اعلان فرما رہی ہیں کہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کو کھنا پڑا کہ :

”جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی

کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی۔“

(الافاضات الیومیہ، جلد چہارم ص ۵۸۰۔ ملغوظ ۹۲)

ڈاکٹر کا افلاس اور جنون

فرماتے ہیں کہ اس عبارت میں ”بظاہر“ کا لفظ فیصلہ کن تھا کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔ اس جنون کی بھی کوئی حد ہے بالفرض اگر حقیقت کے اعتبار سے نہیں تو پھر دعویٰ بے سود بلکہ جھوٹ مولوی نانوتوی کا دعویٰ تو یہ کہ انبیاء علوم ہی میں امت سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اگر بقول ڈاکٹر مجنون ”بظاہر“ کا لفظ

اس کو رد کرتا ہے تو پھر دعویٰ کرنا دیوانگی اور حماقت ہو گا۔ نانوتوی کی پوری عبارت ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں:

یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں سے نہیں۔
 الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنا مدح کل انہیں دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال، کمال عملی انبیاء کو تو منج العلوم اور فاعل صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھے اور شہداء کو منج العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائیے۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں ہر اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔“

(تہذیب الناس - ص ۳)

ملاحظہ فرمائیے! یہ دعویٰ نبوت کمالات علمی میں سے ہے اور انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں اگر لفظ بظاہر اس کو رد کرتا ہے اور حقیقت کے خلاف بتاتا ہے تو دعویٰ سوائے جنون و حماقت کے اور کیا ہو گا۔ نانو تووی خود فرماتے ہیں دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ جب دلیل ہی باطل ہے تو دعویٰ بیکار ہے اور باطل بلکہ خالص جنون اور رہا الملفوظ کی عبارت ”شیخ سے بظاہر کوئی ایسی بات معلوم ہو جو خلاف سنت ہے تو اس سے پھر جانا محرومی اور انتہائی گمراہی ہے۔“ اس لفظ ”بظاہر“ سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ بظاہر خلافت سنت بات ہے یا خلاف سنت نہیں۔ یہ ڈاکٹر کی حماقت کی دلیل ہے۔ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا بایں معنی ہے کہ خلاف سنت عمل نہ تو گمراہی ہے اور نہ کفر ایسی صورت میں شیخ سے پھر جانا محرومی اور گمراہی ہے کہ عمل خلاف سنت کسی بات کو گمراہی یا کفر سمجھنا خود گمراہی ہے۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر کرنا فرائض دین سے ہے۔

(کما قال تعالیٰ) وتعرضوا وتوقروہ -

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی اور ابانت گمراہی و کفر ہے۔ ڈاکٹر ابانت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خلاف سنت عمل کی طرح سمجھ رہا ہے۔ چنانچہ نفس عبارت سے ہٹ کر بھی دونوں کا حکم یکساں جانتا ہے

علماء دیوبند سے ایک سوال

بالفرض ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے اگر ممتاز ہوتا ہے تو علوم ہی میں ممتاز ہوتا ہے باقی رہے افعال اس میں بسا اوقات ”بظاہر“ بندے خدا کے مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (نعوذ باللہ) اور دلیل دیتا ہے کہ اس میں ”بظاہر“ کا لفظ فیصلہ کن ہے کہ ایسا صرف ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے حقیقت کے اعتبار سے نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مقتیان دیوبند ڈاکٹر خالد محمود کے بارے میں کیا حکم لگاتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ مولوی قاسم نانوتوی نے کمالات کو دو باتوں یعنی علم و عمل میں منحصر فرمایا ہے۔

امکان کذب باری تعالیٰ

ڈاکٹر خالد محمود لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی پر بہتان۔
مولانا احمد رضا خان نے الزام قائم کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ خدا تعالیٰ (معاذ اللہ) بالفعل جھوٹ بولتا ہے اور انہوں نے مولانا کا یہ فتویٰ کہیں خود دیکھا ہے سوال پیدا ہوا کہ وہ اصل فتویٰ کہاں ہے؟ جس کا خاں صاحب

نے رد کیا ہے وہ فتویٰ کہاں گیا؟ اس کا جواب
 خاں صاحب کے پاس کچھ نہ تھا۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۲۸)

پھر لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان کی عبارت دیکھئے
 اور ان کو اس جھوٹ کی جسارت پر داد دیجئے“ ظلم
 و گمراہی اس کا (حضرت گنگوہی کا) یہاں تک بڑھا
 کہ اپنے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخطی میں
 نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع
 رد کے چھپا صاف لکھ گیا اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل
 جھوٹا جانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ
 نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو
 چکا تو اسے کفر باللہ طاق گمراہ درکنار فاسق بھی نہ
 کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے ہیں“
 (حسام الحرمین - ص ۱۰۲) مولانا احمد رضا خان کی
 ہوشیاری اور جھوٹ ملاحظہ ہو یہ نہیں کہا کہ وہ
 فتویٰ خود ان کے پاس ہے بلکہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ
 میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے یہ تعبیر اس لئے
 اختیار کی گئی کہ کوئی شخص اس کے پیش کرنے کا

مطالبہ نہ کر دے۔ مولانا احمد رضا خان نے اس
 فرضی فتویٰ کے جو الفاظ تصنیف کئے وہ بھی ملاحظہ
 ہوں :- ”میں نے کب کہا کہ میں وقوع کذب
 باری کا قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل
 ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے، جھوٹ بولا ہے،
 جھوٹ بولتا ہے۔“ (تمہید ایمان - ص ۱۵)۔
 (مطالعہ بریلویت - ص ۳۲۹)

ڈاکٹر خالد محمود کا ذہنی توازن

عنوان دیتے ہیں رشید احمد گنگوہی پر بہتان - پھر لکھتے ہیں
 مولانا احمد رضا خان نے الزام قائم کیا - بہتان اور الزام کا فرق اہل علم
 سے پوشیدہ نہیں - نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:
 ”پھر تو ظلم و گمراہی اس کا یہاں تک بڑھا
 کہ اپنے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخطی میں
 نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو مبہنی میں بارہا مع رد
 کے چھپا۔“
 (حسام الحرمین - ص ۱۰۳)

اس عبارت سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ فتویٰ میرے پاس
 نہیں ہے۔ اگر نہیں تھا تو رد کس پر لکھا گیا علاوہ ازیں انکا یہ فتویٰ

۱۳۰۸ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا اور ملک کے گوشے گوشے سے اس شرمناک فتویٰ کا رد شائع ہوتا رہا۔ رشید احمد گنگوہی کا انتقال ۱۳۲۳ھ میں ہوا لیکن مرتے دم تک گنگوہی جی نے اس فتویٰ کی تحریر سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی توجیہ اور تاویل پیش کر سکے۔ اس فتویٰ کی فوٹو کاپی آج بھی بعض علماء اہل سنت کے یہاں محفوظ ہیں۔ حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب گولڑدی نے اس فتویٰ کا عکس اپنی کتاب ”دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ“ کے صفحہ ۴۲، ۴۳ اور ۴۴ کے درمیان لگا دیا ہے جس کا جی چاہے ملاحظہ فرمائے۔ علاوہ ازیں امکان کذب باری تعالیٰ پر حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری کی کتاب انوار ساطعہ میں بھی ذکر موجود ہے جس کے بارے میں خلیل احمد انبھوی لکھتے ہیں:

”سن تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں

ایک کتاب مسنی بانوار ساطعہ فی الواقع وہ ظلمات

باطلہ ہے اس احقر کی نظر سے گزری۔“

(براہین قاطعہ ص ۱۔ کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

معلوم ہوا کہ ۱۳۰۳ھ میں انوار ساطعہ طبع ہو چکی تھی جس پر ۲۴

جید علما کرام جس میں رشید احمد گنگوہی کے پیر ذی الاحترام حاجی امداد

اللہ صاحب کی تقریظ بھی شامل ہے جو کتاب کے ساتھ ۱۳۰۲ھ میں طبع

ہو چکی تھی۔ بعد ازاں حضرت مولانا ابو عبد الرحمن غلام دستگیر صاحب

قصور علیہ الرحمہ اور خلیل احمد کے ماہین ۱۳۰۶ھ میں مسئلہ امکان

کذب پر مناظرہ ہوا اور خلیل احمد کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔ مولانا غلام دستگیر صاحب فرماتے ہیں:

”یہ خلیل احمد براہین قاطعہ کا مولف

مدرسہ عربیہ ریاست بھادلوپور میں اول مدرس اور

اکابر علماء میں سے تھا فقیر کاتب الحروف بھی اس

سے محبت للہی رکھتا تھا کیونکہ اسے علمائے

اہلسنت سے خیال کرتا تھا مگر جب فقیر کاتب

الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور

دین ریاست مذکور (بھادلوپور) میں وارد ہوا اور

رسالہ براہین قاطعہ دیکھا تو وہ مدت کی محبت سخت

عداوت سے تبدیل ہو گئی اور جب اس رسالہ کے

آخر میں رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس

نے بڑی شد و مد سے کی ہے (چند سطر کے بعد) تب

فقیر کو مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری

کے قول کی تصدیق ہوئی جو انہوں نے ان کے حق

میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ اس کا نام رشید

ہے اور کام غیر رشید ہے پس فقیر نے براہین کو

دیکھ کر بعض اعیان ریاست بھادلوپور کو اس کے

مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر دالی

ریاست موصوفہ اصلحہ اللہ تعالیٰ حالنا و حالہ
 واحسن مالنا و مالہ تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ
 حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی ان کے
 پیر و مرشد بھی حاجی صاحب شیخ المشارخ مولانا شیخ
 غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر
 شریف سے واپس تشریف لائیں تو انہیں حکم
 ”منصف“ بنایا جائے اور ان کے روبرو براہین کے
 مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو۔“

(تھیس الوکیل ص ۱۱-۱۲)

مخفی نہ رہے کہ جناب حاجی امداد اللہ صاحب نے امور
 متنازعہ پر ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ لکھا وہ شائع ہو کر بغرض تقسیم اس کی
 کاپیاں گنگوہ پینچیں تو رشید احمد گنگوہی نے جملہ نسخوں کو جمع کر دینے کا
 حکم دیا۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی جن کو علماء اہلسنت میں شمار نہیں
 کیا جاتا ان کے صاحبزادے خواجہ حسن ثانی فرماتے ہیں کہ:

”نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی

حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس
 وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد کے ہاں زیر
 تعلیم تھے لیکن خواجہ صاحب نے جملانے سے پہلے
 اس کو پڑھا جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو

انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی مولانا گنگوہی سے ملنے آئے تو ان سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے لئے آپ کے پاس بھیجی تھیں ان کا کیا ہوا؟ مولانا گنگوہی نے تو اس کا جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضر الوقت نے کہا کہ علی حسن "حضرت خواجہ حسن نظامی" کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو مولانا تھانوی نے میاں علی حسن سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں انہوں نے جواب دیا کہ استاد کا حکم ماننا ضروری تھا اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت خواجہ حسن صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے فوراً دو آم اٹھا کر مجھے انعام دیئے۔"

(ماہنامہ منادی دہلی جلد ۳۹ - شمارہ ۱۲ - ص ۲۲)

ملاحظہ ہو گنگوہی صاحب کے یہاں اپنے پیرومرشد کی یہ قدر و قیمت ہے۔ گنگوہی صاحب دیوبندی دھرم میں امام ربانی اور قطب

الارشاد بھی ہیں ان کا مہری دستخطی فتویٰ متعلقہ وقوع کذب باری تعالیٰ ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا اسی وقت سے اس کے متواتر رد شائع ہوتے رہے اور علماء دیوبند تک پہنچتے رہے مگر مرتے دم تک گنگوہی صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ فتویٰ میرا نہیں ہے اور نہ ان کے متبعین ہی نے اس نسبت سے انکار کیا پورے پندرہ برس کے بعد گنگوہی صاحب ملک عدم کو سدھارے تو علماء دیوبند نے شور مچانا شروع کیا کہ وہ فتویٰ ہمارے گنگوہی صاحب کا نہیں ہے یہ گنگوہی سرکار پر بہتان ہے حالانکہ اس فتویٰ کا عکس اب بھی بعض علمائے کرام کے ہاں محفوظ ہے بلکہ بعض کتابوں میں موجود ہے۔ کہا ذکرہ۔

نیز مسئلہ امکان کذب باری کے متعلق گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الہی میرٹھی رقم طراز ہیں:

”جس زمانے میں مسئلہ امکان کذب پر آپ (رشید احمد گنگوہی) کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا سائیں توکل شاہ انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قائل ہیں یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے۔ ”لوگو تم کیا

کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش
 کے پر سے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“
 (تذکرۃ الرشید - جلد دوم - ص ۳۲۲)

دیوبندی دھرم میں خدا کی شان

عرش عالم غیب میں ہے سائیں توکل شاہ نے چاہا تو عرش اور
 اس کے بھی آگے رشید احمد کا قلم چلتا ہوا دیکھ لیا آیتہ کریمہ الرحمن
 علی العرش استوی (سورہ طہ: ۵)

مولوی اشرف علی تھانوی اس کا ترجمہ فرماتے ہیں ”وہ بڑی
 رحمت والا عرش پر قائم ہے۔“ سبحان اللہ! دیوبندیوں کا خدا تو عرش ہی
 پر قائم ہے مگر دیوبندیوں کا امام ربانی رشید احمد گنگوہی عرش کے بھی
 آگے خدا ہی جانے کتنی بلندی پر اپنا قلم چلا رہا ہے اس کے خادم
 سائیں توکل شاہ عرش کے آگے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔
 مولوی اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں:

”غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو
 جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔“
 (تقویت الایمان ص ۳۴ - مکتبۃ الاسلام و سن پورہ لاہور)

مولوی اسماعیل صاحب نے اپنے خدا کی جو شان بیان فرمائی
 وہ پوری سائیں توکل شاہ پر صادق آئی، اب اس کے سوا کوئی چارہ

نہیں کہ دیوبندی اپنے امام الائمہ مولوی اسماعیل کے فرمان کے مطابق سائیں توکل شاہ کی خدائی کا اقرار کریں، بہر نوع مولوی عاشق الہی میرٹھی کی حکایت سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا امکان کذب باری والا عقیدہ ثابت اور سائیں توکل شاہ کی شان خدائی ظاہر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

مسئلہ رحمتہ للعلمین

ڈاکٹر خالد محمود لکھتا ہے:

”مولانا احمد رضا خان نے جب دیکھا کہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہنے کا فرضی فتویٰ اور اس کے فوٹو کا قصہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر چسپاں نہیں ہو سکا تو ایک اور الزام تراشا ان لوگوں نے یہ بات بنائی ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتہ للعلمین نہیں مانتے۔“

(مطالعہ بریلویت۔ ص ۲۲۵)

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو امکان کذب باری کا قائل ہونا اور فتویٰ کا ثابت ہونا اظہر من الشمس ہو چکنے کے بعد بھی منکر انکاری ہے اور پھر امام احمد رضا پر اس مسئلہ رحمتہ للعلمین کا بہتان طر فیہ کہ ایک

عبارت بھی امام احمد رضا خان کی پیش نہ کر سکا پھر لکھتا ہے :

”حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

نے لکھا تھا لفظ رحمة للعلمین صفت خاصہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و

انبیاء اور علماء ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے

ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} سب میں اعلیٰ ہیں اگر

دوسرے پر اس لفظ کو بتادیل بول دیا جائے تو جائز

ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ - ص ۹)۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۳۳۶)

دیوبندیوں کا ایمان تو تقویت الایمان پر ہے مگر مسلمانوں کے

لئے قرآن بس ہے اور اس کے خلاف کچھ سننا چاہتے ہی نہیں اللہ جل

مجہد نے ارشاد فرمایا :

وما ارسلناک الا رحمة للعلمین ○

”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔“

اللہ عزوجل نے اس صفت رحمة للعلمین کو خاص حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہی بیان فرمایا کسی غیر کو شریک نہ فرمایا۔ پس

اللہ عزوجل کے مقابل رشید احمد گنگوہی کو لانا بلکہ اس جی و قیوم پر ترجیح

دینا دیوبندی دھرم کا طرۂ امتیاز ہے ہر مسلمان کا قرآن کریم پر ایمان ہے کہ

رحمة للعلمین صرف اور صرف صفت خاصہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے اگر اللہ عزوجل نے کسی غیر کے لئے رحمتہ للعلمین فرمایا ہو تو کوئی دیو کا بندہ ثابت کر دکھائے۔ پس اللہ عزوجل کے فرمان سے منہ موڑ کر گنگوی سے رشتہ جوڑ کر دیوبندی ہی ہو سکتا ہے مومن ہرگز نہیں ہو سکتا زیادہ لکھنا محض بیکار ہے اس لئے کہ مسلمان کے لئے قرآن ہے اور دیوبندی کے لئے تقویت الایمان ہے کہ "جس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے" یہی دیوبندیوں کا جدید اسلام ہے۔

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

"مومنین تمام کائنات اور جہانوں کی بہترین مخلوق ہیں جو چیز مومنین کے لئے رحمت ہوگی اس کا عالمین کے لئے رحمت ہونا خود لازم ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنین ○
 "اور قرآن میں ہم ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ مومنین کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔"

اب بتائیے کہ قرآن کریم رحمتہ للعلمین کیوں نہ ہوگا قرآن کریم کے رحمتہ للعلمین ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمتہ للعلمین ہونے کی نفی نہیں ہوتی؟

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۲۷)

عزیزان ملت ! اس قوم کا کیا حال ہو گا جو قرآن کریم میں
چوری کرے اور اس پر اقرار کرے۔ اللہ عزوجل تو فرماتا ہے :

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة

للمؤمنين ولايزيد الظالمين الا خسارا ○

(بنی اسرائیل - آیت ۸۲) " اور ہم قرآن میں

اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفاء اور

رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی

بڑھتا ہے۔ "

معلوم ہوا کہ قرآن میں مومنین کیلئے شفا اور رحمت ہے اور

ظالموں کیلئے نقصان اور خسارہ بڑھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن میں سب

کیلئے نہ تو رحمت ہے اور نہ شفا، صرف ایمان والوں کیلئے نعمت و

رحمت ہے اور کفار فجار کیلئے زحمت و نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو رحمتہ للعلمین بناتا تو وما

ارسلنک الا رحمة للعلمین نہ فرماتا، کیونکہ جب دوسرا رحمتہ للعلمین

ہے تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص جو ان کیلئے

آیت کریمہ نازل فرمائی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی صفت رحمتہ للعلمین سے موصوف نہیں۔

ڈاکٹر اور وہابی دیوبندی تو اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور قرآن کریم کے باغی ہیں۔ کما مر ذکرہ۔

علم محیط زمین شیطان و ملک الموت کے لئے نص سے ثابت

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں نے حضرت محدث

سہارنپوری (خلیل احمد) کی جس عبارت کو

کفر قرار دیا ہے اب ہم اسے پیش کرتے ہیں

آپ اس پر اور غور فرمائیں اور ایک ایک قید پر

گہری نظر رکھیں انشاء اللہ کہیں شبہ واقع نہ ہوگا۔

”شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے

ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص

قطعی ہے۔“ (براہین قاطعہ ص ۴۷) اس عبارت

میں ”یہ“ کا لفظ فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

شیطان کو جو برائی اور شر کے علوم حاصل ہیں وہ

علوم رذیلہ پیغمبروں کو حاصل نہیں اور ان ہی علوم

کی وسعت میں بات چل رہی ہے یہ علوم پیغمبروں

کی شان کے مناسب نہیں پیغمبروں کے علوم اعلیٰ

اور اشرف ہوتے ہیں سفلی اور کھینے علوم سے ان

کی ذات بہت بلند ہے۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۴۰)

ڈاکٹر کے مباحث کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کو شر اور برائی کے علوم حاصل ہیں یہ علوم رزیدہ یعنی ذلیل، پیغمبروں کی شان کے لائق نہیں۔ اب مولوی خلیل احمد کی عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و

ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

(برائین قاطعہ - ص ۵۱ - باہتمام مختار علی ابن محمد علی -

کتب خانہ امدادیہ دیوبند پوٹی)

مولوی خلیل احمد صاحب کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین - یعنی شیطان و ملک الموت کو علم محیط زمین حاصل ہے - حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم محیط زمین خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے

ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین ثابت کرنا خدا کا شریک ٹھہرانا ہے اور ایسا شرک جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں معلوم ہوا کہ علم محیط زمین خدا کے لئے خاص ہے غیر کے لئے شرک مگر شیطان و ملک الموت کو حاصل، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، قرعہ عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے شیطان و ملک الموت کے لئے ثبوت علم محیط زمین نص سے مانتا ہے مگر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین کا نص ماننے کے لئے تیار نہیں، نص قطعی کا طالب کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے کہ شیطان کو جو برائی اور شر کے علوم حاصل ہیں وہ علوم رذیلہ (ذلیل) پیغمبروں کو حاصل نہیں یعنی ان کی شان کے قابل نہیں کیونکہ ان علوم رذیلہ کا حامل بھی رذیل اور ذلیل ہی ہوگا پیغمبروں کے علوم اعلیٰ و اشرف ہوتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ جب حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان علوم میں شریک ٹھہرایا تو معاذ اللہ ان کو اپنے عقیدہ میں ذلیل بتایا پھر یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خلاف نصوص قطعیہ کے شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے اور شرک نام ہے دوسرا خدا تجویز کرنے کا اور جو خدائی میں شریک ہوگا وہ خدا ہی ہوگا تو ڈاکٹر خالد محمود کے نزدیک علم محیط زمین پر خدائی میں شرکت لازم آئے گی تو

ڈاکٹر کے تین خدا ہوئے۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ شیطان کے یہ علوم رذیلہ ہیں جو شان نبوت کے منافی تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہ علوم جو شیطان و ملک الموت کو حاصل نص سے ثابت یہ علوم خدا کے لئے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہی حکم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم وہی خدا پر لازم آئے گا اور نہیں تو معاذ اللہ جبل خدا کا اقرار ہے اور دونوں باتیں کفر ہیں۔

ص۔ یہ رضا کے خبخر کی مار تھی کہ دیو کی گردن اتار لی
جسے دیو کی پوجا کا تھا نشہ وہ خالد کی چیخ و پکار تھی

نص قطعی

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ نُرٰى اِبْرٰهِيْمَ مَلِكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝

”ایسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان و زمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔“ جس کا مطلب یہ ہوا کہ علم محیط زمین تو کجا ساری سلطنت آسمان و زمین کا دیکھنا ثابت ہو گیا۔ پس علم محیط زمین ہی نہیں بلکہ آسمانوں کا علم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نص سے ثابت ہے۔ نیز لفظ ”نری“ استمرار و تجدید پر دال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا بلکہ مستمر ہے۔ یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکمل طور پر ثابت کہ لفظ ”كَذٰلِكَ“

تشبیہ کے واسطے ہے اور تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ ضرور ہے مشبہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مشبہ بہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب جیسے ہم آپ کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھا رہے ہیں یوں ہی حضرت ابراہیم کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ملکوت السموات والارض میں محیط زمین داخل ہے یا نہیں؟ داخل ہے اور بلاشک داخل ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم محیط زمین تو کجا آسمانوں کی سلطنت بھی پوشیدہ نہیں۔

علماء مدرسہ دیوبند سے معاملہ

ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:-

”ہم نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی عبارت کو بار بار پڑھا اس میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور نے اردو علماء دیوبند سے سیکھی معلوم نہیں مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی اس عبارت میں علماء دیوبند کے استاد بننے کا لفظ کہاں سے لے لیا اور پھر اسے علماء دیوبند کی طرف منسوب کیا یہ بات قطعی

غلط ہے مولانا کی اصل عبارت یہ ہے " ایک صالح، فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو) اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی میں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی، سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ ص ۲۶)۔"

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۵۰ - ۲۵۱)

ڈاکٹر خالد کہتے ہیں کہ ہم نے خلیل احمد کی عبارت کو بار بار پڑھا اس میں ہمیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملا الغہ جناب ملتا تو کیسے ملتا اس کے لئے بصیرت اور بصارت چاہئے اور آپ کے پاس نہ بصیرت ہے نہ بصارت اور نہ فہم ہے نہ فراست۔

ص آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

آپ کی سمجھ میں ہرگز نہ آئے گا مگر ہر مومن سمجھ جائے گا کہ یہ حکایت دارالعلوم دیوبند کے علماء کی مدح سرائی کے لئے بیان کی گئی وہ خواب جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی میں معلوم

ہوا کہ علماء دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ ایمان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اردو نہیں جانتے تھے جب معاملہ علماء دارالعلوم دیوبند سے ہوا تو اردو زبان جان گئے مگر وہ کونسا معاملہ تھا جس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو نہ جاننے کے بعد اردو زبان آگئی معلوم ہوا کہ علماء دارالعلوم دیوبند کی وساطت (شاگردی) سے ہی تو اردو زبان سیکھی اور جس سے کچھ سیکھا جائے وہ سکھانے والا استاد کہلاتا ہے اور سیکھنے والا شاگرد۔ معاذ اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تو اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے :

”وما ارسلنا من رسول بلسان قومہ یبیین

لہم (ابراہیم: ۴) اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم

ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے۔“

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے ہر رسول کو اس قوم کی زبان میں بھیجا جس قوم کی جانب ان کو بھیجا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کی جانب تشریف لائے تو تمام عالم کی زبانوں کا علم حاصل۔ علماء فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء سابقین اپنی قوم پر رسول کر کے بھیجے جاتے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق پر رسول ہیں نیز دارالعلوم دیوبند جب تک وجود میں نہ آیا تھا تو کیا کسی ہندی کو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب نہ ہوئی؟ اگر زیارت نصیب ہوئی تو اردو زبان میں کلام نہ فرمایا؟

ثبوت دیکھئے ہاتھ ابرہانکم ان کنتم صادقین علاوہ ازیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمائے اہلیہ کے مخزن و منبع ہیں کہ اللہ عزوجل کی نعمتیں بندوں کو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے ملتی ہیں:

”کما قال تعالیٰ انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ“

”اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اسے نبی تو نے اسے نعمت دی۔“

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”انما انا قاسم واللہ المعطي“

”عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔“

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاسم ہیں ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ تعالیٰ نہیں تو جو نعمت اور جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ پس جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے، جو جس کو ملا اور جو تقسیم ہوا اور تقسیم ہوگا ابتداء خلق سے ابدالآباد تک، ظاہر و باطن میں، روح و جسم میں، ارض و سما میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں، جو کچھ ہے اس سب کے تقسیم فرمانے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا یہ مسلمانوں کا ایمان ہے

کسی دیوبندی کا نہیں۔ قطع نظر اس کے خود ڈاکٹر خالد محمود کے آقائے نعمت مولوی قاسم نانوتوی تحریر فرما چکے :

”کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال ، کمال عملی ہے۔ انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے۔“

(تخذیر الناس - ص ۳)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو منبع العلوم اور فاعل مانا۔ کیا علوم میں اردو زبان داخل نہیں؟ آج اردو زبان کا انکار کیا تو کل دوسری زبانوں کا انکار لازم آئے گا۔ پھر منبع العلوم اور فاعل ہونے کا دعویٰ باطل ہو جائے گا نیز منبع العلوم اور فاعل ماننے کے باوجود اگر اردو زبان کے علم کی نفی کی گئی تو سوال پیدا ہو گا کہ جب منبع ہی اردو زبان سے خالی ہے اور فاعل معذور تو مجمع العلوم میں قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ محروم ہیں ، تو ان جملہ یعنی علماء دیوبند کو یہ نعمت کہاں سے میسر آگئی ، کیا کہیں نقب لگایا ہے ؟ اگر نقب بھی لگایا تھا تو نہ منبع میں پایا نہ مجمع میں۔ نہ یہاں اردو تھی نہ وہاں۔ اردو ہی نہ تھی پھر ان کو کیسے اور کہاں سے مل گئی ؟

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

ڈاکٹر خالد محمود اپنے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب
کی حمایت و صیانت میں رقم طراز ہیں:

”حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی

خدمت میں ۱۳۱۹ھ میں تین سوال آئے۔ پہلا سوال
قبروں پر سجدہ کرنے کے بارے میں تھا، دوسرا
قبروں کے گرد طواف کرنے کے متعلق تھا اور
تیسرا سوال یہ تھا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو جو غیبی علوم بتلائے گئے ان کی بنا پر
آپ کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ
نے تینوں سوالات کا جواب نفی میں دیا، نہ
قبروں پر تعظیمی سجدے کی اجازت دی، نہ قبروں
کا طواف صحیح بتلایا، نہ عالم الغیب کا اطلاق اللہ
تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز کہا۔ اس
تیسرے سوال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے علم مبارک سے بحث نہ تھی کہ کتنا ہے

اور کتنا نہیں۔ معلوم صرف یہ کرنا تھا کہ آپ کو
عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔“
(مطالعہ بریلویت - ص ۲۵۲)

ڈاکٹر خالد کا فریب

عامۃ المسلمین کو اصطلاح شریعہ اطلاق وغیرہ سے کیا علاقہ اور
نہ سوال میں عالم الغیب کے اطلاق کے متعلق سوال، سائل کہتا ہے :
”علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات
اس معنی عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں
ہو سکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال
اور عقیدہ اور عمل کیسا ہے؟“
(حفظ الایمان، ص ۲ مکتبہ تھانوی۔ دفترا لاجواء مقفل مسافر خانہ
بندر روڈ کراچی نمبر ۱)

سائل تو حکم معلوم کر رہا ہے کہ اس کا یہ عقیدہ اور عمل کیسا
ہے۔ ڈاکٹر محمود لکھتا ہے کہ :

”حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی
خدمت میں جو سوال کیا گیا تھا، وہ علم غیب
سے متعلق نہ تھا، اطلاق عالم الغیب کے بارے

میں تھا۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۶۰)

سوال میں اطلاق کا مطلقاً کوئی لفظ بھی موجود نہیں۔ وہ تو کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ سوال علم غیب کے متعلق ہے۔ یہ ڈاکٹر خالد محمود کا دروغ بے فروغ ہے اور مسلمانوں کو فریب دینا مقصود ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم الغیب کو

مختلف کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس
 امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ
 کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام
 نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا
 ضرور ہے اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ
 اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان
 دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔

(حفظ الایمان - ص ۷، مکتبہ تھانوی - بندر روڈ کراچی)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے علم غیب کی دو قسمیں
 بیان فرمائیں :- (۱) بعض غیب (۲) کل غیب۔ کل غیب کو حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے نقلاً اور عقلاً باطل فرمایا اور بعض
 غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانا اور اسی کی بنا پر
 کہا کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو، بلکہ ہر صبی و
 مجنون بلکہ جمیع حیوانات یعنی ہر جانور کو بھی حاصل ہے یعنی جو علم
 غیب بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت مانتا ہے وہی
 علم (معاذ اللہ) ہر بچہ و پاگل اور جمیع حیوانات کے لئے ثابت کرتا ہے
 یہ تشبیہ یقیناً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گستاخی
 ہے ڈاکٹر خالد محمود کہتا ہے :

”اس عبارت میں ایسا علم غیب سے مراد
مطلق بعض غیب تھا جسے بعض غیب کہا جاسکے
حفظ الایمان میں بعض کی مقدار زیر بحث نہ تھی۔“
(مطالعہ بریلویت - ص ۳۹۱)

اس عبارت خبیثہ کی ہرگز یہ توجیہ نہیں کیونکہ اس عبارت
میں علم غیب کی دو ہی قسم بیان کی گئیں بعض علم غیب اور کل علم
غیب۔ کل علم غیب کا انکار و بطلان ظاہر و واضح ہے، بعض غیب کا
اشبات و اقرار۔ یہ تیسری قسم مطلق بعض غیب کہاں سے آگئی؟ یہ
ڈاکٹر کا جبل بسیط اور کید غلیظ ہے جو مسلمانوں کو فریب دیتا ہے
کیونکہ تھانوی صاحب کی عبارت میں ایسا علم غیب سے مراد حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب ہے اس لئے تحریر فرماتے ہیں پھر
یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔

جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر علم
غیب کا حکم کرنے میں کلام ہے تو علم غیب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا مراد ہوگا پھر تھانوی صاحب زید سے پوچھتے ہیں تو کس کے
علم غیب کو؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے علم غیب کو پوچھتے
ہیں اور کہتے ہیں:

”اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت
طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض

غیب ہے یا کل غیب۔“

تھانوی اور تھانوی کے پرستار سارے کے سارے بتائیں کہ اس عبارت میں زید سے کس کا علم دریافت کیا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان یہی کہے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق دریافت کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ علم غیب کی دو قسمیں کیں، بعض علم غیب اور کل علم غیب۔ پھر کل علم غیب کو نقلاً اور عقلاً باطل قرار دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب کا اثبات مانا۔ اسی کو تھانوی صاحب فرماتے ہیں اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے۔ اس عبارت میں بعض علوم غیبیہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی علم غیب مراد ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہی متعلق کہا کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔ اس علم غیب میں تھانوی یا تھانوی صاحب کے پرستار ہرگز مراد نہیں کہ ان کو زید و عمرو بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم سے تشبیہ دی ہے، بلکہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے علم غیب کو پوچھا ہے اور اسی کے متعلق کہا ”اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔“ لہذا اب لفظ ”ایسا علم غیب“ سے نہ تھانوی کا علم غیب مراد

ہے، نہ تھانوی کے پرستاروں کا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب مراد ہوا اور اس کو پاگلوں اور جانوروں کی طرح بتایا۔ لہذا پوری عبارت ببانگ دہل شہادت دے رہی ہے کہ لفظ ”ایسا علم غیب“ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا علم غیب ہے اور تھانوی صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین توہین کی ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود کے حکیم الامت تھانوی صاحب استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی

بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی

ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“

یہ تھانوی صاحب اور پرستاران تھانوی کا جبل صریح اور حماقت قبیح ہے۔ حالانکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

هو الله الذي لا اله الا هو علم الغيب

والشهادة ”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود

نہیں ہر غیب و شہادت کا جاننے والا۔“

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل عالم الغیب والشہادۃ ہے تو ہر علم

خواہ غیب ہو یا شہادت ذاتی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص، بے عطائے

عزوجل کوئی کچھ نہیں جانتا علم غیب کے متعلق فرماتا ہے:

وما كان الله ليطلعكم على الغيب

ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء ۝

(آل عمران: ۱۷۹) "اللہ کی شان نہیں کہ اسے عام

لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے، ہاں اللہ چن لیتا

ہے اپنے رسولوں میں جسے چاہے۔"

معلوم ہوا کہ علم غیب ہر کس و ناکس کو نہیں دیا جاتا البتہ

اللہ عزوجل اپنے رسولوں میں جسے چاہے جتنا چاہے عطا فرمائے یہ علم

غیب اللہ عزوجل کے علم غیب سے بعض ہی تو ہے جو رسولوں کو عطا

فرمایا جاتا ہے۔ تھانوی اور پرستاران تھانوی ہر زید و عمر بلکہ ہر صبی و

مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے ثابت کرتے ہیں اور اللہ

عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ کی شان نہیں کہ عام لوگوں کو علم غیب عطا

فرمادے۔ تھانوی کے پرستار اللہ عزوجل کو چھوڑ کر تھانوی کو اختیار

کرتے اور اسی کو حق جانتے ہیں۔ مگر مسلمان کا ایمان قرآن کریم پر ہے

وہ اللہ عزوجل کے ارشاد کو حق جانتا ہے۔

البتہ علم غیب عطائی کہ اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو عطا

فرماتا ہے اور علوم شہادت ہر خاص و عام کو حسب استعداد و لیاقت عطا

فرماتا ہے، مگر جہاں بد خصال کو اتنا بھی شعور نہیں اور پوچھتے یہ ہیں:

"تو پھر علم الغیب کو منجملہ کمالات نبویہ

شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ

انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت

سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے

تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔“

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ علم غیب اللہ عزوجل اپنے رسولوں کو عطا فرماتا ہے، نبی ہی اس منصب کا حامل ہے کہ اسے علم غیب عطا فرمایا جائے کسی غیر نبی کا اس میں کوئی حصہ ہی نہیں، البتہ جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرم فرمائیں اور جس کو جتنا چاہیں بتائیں۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماذون و مختار ہیں سائل و محتاج نہیں۔ کیا یہ وجہ فرق کافی اور دانی نہیں؟ البتہ علم شہادت نبی اور غیر نبی سب کو حسب استعداد و لیاقت عطا فرمایا جاتا ہے۔ دیکھو تمہارے حجتہ الاسلام مولوی قاسم صاحب نانوتوی بھی لکھ گئے کہ:

”کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے

ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن

میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی

ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال، کمال عملی ہے

انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع

العلوم اور قابل سمجھئے۔“

(تحدیر الناس - ص ۴)

غور کیجئے! بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم صاحب نانوتوی

فرما رہے ہیں کہ انبیاء منبع العلوم اور فاعل ہیں اور صدیقین مجمع العلوم

اور قابل ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علوم کا منبع ہیں فیض پہنچانے والے اور صدیقین علوم کے جامع ہیں اور مستفیض یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فیض پانے والے جب صدیقین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے محتاج ہیں، پھر ان کے بعد مومنین صالحین میں بکثرت مدارج و مراتب ہیں وہ سب حسب مراتب اور استعداد وہ علم رکھتے ہیں جو ان کے غیر کو میسر نہیں۔ پھر زید و عمر وغیرہ کس گنتی و شمار میں ہیں۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

”پھر علم الغیب کو منجملہ کمالات نبویہ

شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ

انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت

سے کب ہو سکتا ہے۔“

گویا اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے یعنی نبی ہی اس منصب کا مستحق ہے کہ اسے علم غیب عطا کیا جائے تو یہ علم غیب ضرور کمالات نبوت سے ہے اور تھانوی صاحب فرماتے ہیں اس امر یعنی عطائے علم غیب میں مومن ہی نہیں بلکہ کافر بھی یہ خصوصیت رکھتا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اللہ کی شان نہیں کہ اسے عام لوگوں تمہیں علم غیب عطا فرمائے۔ اب قاری خود ہی فیصلہ کر لے اور جس کا چاہے دامن تھام لے اللہ کے پیارے رسول کا یا تھانوی صاحب کا۔

نوٹ :- ستانوسے برس گزر گئے ۔
 تھانوی صاحب بذات خود اور ان کی تمام ذریت
 سردھڑ کی بازی لگا کر لپٹ رہے ہیں ۔ پسینہ میں
 شرابور ہیں ۔ مگر آج تک اس کفری عبارت میں
 کوئی بعید سے بعید پہلو بھی ایمان کا نہ نکال سکے ۔
 بالآخر لاچار و مجبور ہو کر لکھتے ہیں :

” حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت
 کے متعلق جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے
 رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کر دی جائے اور
 مقتضات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتقاع
 ان جملوں میں ظاہر کیا تھا ۔ (۱) ایسے الفاظ جس
 میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو علوم مجانبین (پاگلوں) و بہائم سے تشبیہ دی گئی
 ہے جو بادی النظر میں سخت سوادہی کو مشعر ہے
 کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے ۔
 (۲) جس میں مخلصین حامین جناب والا (اشرف
 علی تھانوی) کو حق بجانب جوابدہی میں سخت
 دشواری ہوتی ہے ۔“

(حفظ الایمان تنبیہ العنوان - ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب اور ان کی ساری ذریت علماء دیوبند عاجز و مجبور ہیں اور اس عبارت کفریہ میں کوئی ایمان کا پہلو پیش نہ کر سکے تو یہ ڈاکٹر خالد محمود جو جاہل اور نافہم ہے جس کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ مشترک اور مترادف، معیت و مقابل کا فرق نہیں جانتا، صلحا کو امراء تصور کرتا ہے، بخار میں سردی لگنے کو جاڑا سمجھتا ہے، حالانکہ جاڑا ایک مستقل مرض ہے جس کی جاڑا، تجاڑی اور چوتھیہ قسمیں مشہور ہیں، جاڑے میں پہلے سردی لگتی ہے پھر بخار ہوتا ہے بخار میں پہلے سردی نہیں لگتی۔ درس نظامی کے مبتدی طالب علم جیسی بھی لیاقت نہیں رکھتا اور مقابلہ کرتا ہے کس سے جن کے بارے میں مولوی سلیمان ندوی کے استاد مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

”اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی

احمد رضا خان صاحب کے سامنے پرکاش (ٹکے) کی

بھی حیثیت نہیں رکھتے۔“

(رسالہ التدوہ، ص ۱۷۰۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

وہ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان

صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ گویا ایک چمگاڈر آفتاب کا مقابلہ کر رہا ہے۔

ص آ نکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا آفتاب کا

مولوی اشرف علی اور ان کا مرید

مولوی اشرف علی کا مرید تھانوی صاحب کو لکھتا ہے:

” خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف ”لا

الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھتا ہوں لیکن

”محمد رسول اللہ“ کی جگہ حضور (اشرف علی)

کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا

ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ پڑھنے میں۔ اس کو

صحیح پڑھنا چاہئے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف

پڑھتا ہوں۔ دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے

لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی شکل جاتا

ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور

(اشرف علی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی

چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری

یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ

رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور

کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ

میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں

بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور
 بے حسی تھی اور وہ اثر ناطقتی بدستور تھا لیکن
 حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال
 تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر
 جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس
 خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر
 کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ
 گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی
 غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا
 ہوں "اللہم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا
 اشرف علیٰ حالانکہ اب بیدار ہوں ، خواب
 نہیں ، لیکن بے اختیار ہوں ، مجبور ہوں ، زبان
 اپنے قابو میں نہیں ۔ اس روز ایسا ہی کچھ حال رہا تو
 دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا
 اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ
 باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں ۔
 (اب تھانوی صاحب مرید کو جواب دیتے ہیں)
 جواب : اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف

تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۔

۴۲ شوال ۱۳۳۵ھ ۔

(رسالہ الاعداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ امداد المطالع تھانہ بمبوں)

ڈاکٹر خالد محمود اس خواب کو ص ۳۶۸ پر نقل کرتے ہوئے اس کے بعد لکھتے ہیں:

”اس تحریر میں ایک جگہ نہیں پانچ جگہ اس کلمہ کے غلط ہونے کی تصریح ہے اور پانچ جگہ اپنے بے اختیار ہونے اسے بے ساختہ پڑھنے اور زبان کے اپنے قابو سے باہر ہونے کی تصریح ہے مگر خدا تعصب کا برا کرے مولانا احمد سعید کاظمی آخرت سے کس قدر بے فکر اور خوف خدا سے یکسر خالی ہو کر عامۃ المسلمین کو گمراہ کر رہے ہیں۔“
(مطالعہ بریلویت - ص ۳۶۹)

بالفرض مان لیا جائے کہ مرید کو اپنی غلطی کا احساس اور اقرار ہے مگر پیر صاحب اشرف علی کو اس کے غلط ہونے کا کب احساس ہے نہ مولوی اشرف علی عالم بے ہوشی میں تھے نہ ان کی زبان و قلم بے اختیار تھے ۔ انہوں نے قلم پر قابو اور اختیار کے باوجود ایک کلمہ کفر کو تسلی بخش بتایا اور مرید کی اصلاح کے بجائے اس کی ہمت افزائی فرمائی ۔ پھر اس کو رسالہ کی زینت بنانا اور طبع کرانے کا سوائے اسکے

اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ مرید کا کہا ہوا کلمہ اشرف علی رسول اللہ کی تشہیر کرنا اور مرید کیلئے اس میں سامان تسلی مسیا کرنا ہی تو مقصود ہے۔

مولوی محمود حسن کی نقاب کشائی

ڈاکٹر خالد محمود اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن دیوبندی کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حضرت شیخ الہند (محمود حسن) نے تحریک

خلافت میں مسلمانوں کی عالمی اکثریت کے ساتھ

ہندوستان کی غیر مسلم (ہندوؤں) کی تائید و امداد

بھی حاصل کر لی تھی۔ آپ نے ان کی اس تائید کو

بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور اپنے اس خطبہ

میں اس کا ذکر فرمایا، ہم وطن ہونے کی حیثیت

سے دونوں قومیں صلح و آشتی سے رہیں اور ایک

دوسرے کا ساتھ دیں۔“

(مطالعہ بریلویت - ص ۲۳۸)

مولوی محمود حسن کا بڑا کارنامہ اور شاہکار یہ ہے کہ تحریک

خلافت کے ذریعہ ہندو و مسلم اتحاد اور ہندو مسلم بھائی بھائی کے

نعرے کو عروج پر پہنچایا اور گاندھی جو ہندو کا مسلم پیشوا اور لیڈر تھا

اس کو اپنا امام بنایا اور اس کی سرکردگی میں تحریک خلافت کو عروج پر

پہنچایا اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے شعار کفار کو اپنایا اور ہندوؤں سے مذہبی اور سیاسی اتحاد کا یہ حال تھا کہ گاندھی اور محمود حسن کی بے پکاری جاتی تھی۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا (محمود حسن) دیوبندی اور وہ مولوی صاحب ایک موٹر میں تھے اور بعض مسلمان لیڈر بھی موجود تھے جس وقت حضرت مولانا کا موٹر چلا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور اس کے بعد گاندھی جی کی بے مولوی محمود حسن کی بے کے نعرے بلند ہوئے۔“

(افاضات الیومیہ جلد ۱۰ ص ۲۵۵)

یہی مولوی اشرف علی تھانوی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”مگر افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ انہوں نے دوست و دشمن کو نہ پہنچانا مسلمانوں کی قوم بہت ہی بھولی ہے زیادہ تو دھوکہ عام مسلمانوں کو ان لیڈروں کی وجہ سے ہوا یہ ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں ان کی باگ ان کے ہاتھوں میں ہے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو تباہ اور برباد کیا

دیکھ لیجئے مشاہدات اور واقعات اسکے شاہد ہیں۔
 بے ہند کے نعرے لگائے قشتے (تلک) پیشانی پر
 لگائے ہندوؤں کی ارتھی (جنازہ) کو کندھا دیا ان
 کے مذہبی تسواروں کا انتظام مسلمانوں والٹیروں
 نے کیا یہ تو ایمانی نقصان ہوا جانی نقصان سنئے
 ہزاروں مسلمان ان قصوں کی بدولت موت کے
 گھاٹ اتر گئے ہجرت کرائی ہزاروں مسلمان بے
 خانماں برباد ہو گئے مکان جاسیداد غارت ہو گئیں۔“

(افاضات الیومیہ - جلد ۲ - ص ۷۷)

مولوی حسن کا یہ عظیم کارنامہ لائق توجہ ہے۔ تھانوی صاحب
 کے بیان کو بار بار پڑھئے اور سر دھنئے۔

پروفیسر احمد سعید صاحب فرماتے ہیں:

”ہندوستان کی تمام تاریخ میں یہ دور

پہلا اور آخری دور تھا جس میں ہندو مسلم اتحاد

اپنے عروج پر تھا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی دلجوئی

حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، مسلمان

رضا کاروں نے رام لیلا کا بندوبست کیا، مندروں

میں دعائیں مانگی گئیں، وید کو الہامی کتاب تسلیم

کیا گیا، رامائن کی پوجا میں شرکت کی گئی،

مسلمانوں نے اپنے ماتھوں پر تلک لگائے، گنگا پر پھول اور بتاشے چڑھائے گئے، بار بار اس بات کا اعلان کیا جاتا کہ گاندھی مستحق نبوت تھا اور یہ کہا گیا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔ گائے کی قربانی کو موقوف کرنے کی تجاویز پیش کی گئیں اور سب سے زیادہ غضب یہ کیا کہ دہلی کی جامع مسجد میں منبر رسول پر ایک متشدد ہندو شردھانند سے تقریر کروائی، اسی شردھانند نے بعد میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شدھی کا آغاز کیا۔“

(حصول پاکستان لاہور ایجوکیشن ایسوسی ایشن، ۱۹۷۲ء۔ ص ۶۱)

یہ ہے مولوی محمود حسن کی تحریک خلافت کے ثمرات کہ ہزاروں مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا اور ہزاروں کو تہ تیغ کرایا اور جلایا۔ ممتاز دانشور پروفیسر مرزا محمد منور صاحب فرماتے ہیں:

”گاندھی کے لئے عام مسلم ملت کے افراد مسلمان ہی نہ تھے فقط وہی مسلمان تھے جو آشرم نشین ہو سکتے تھے، تلک لگوا سکتے تھے، ہندوؤں کے سے انداز میں پرنام کر سکتے تھے، ہندوؤں کی سی ٹوپیاں پہن سکتے تھے اور مسلمانوں

کو ہندو قوم سے جدا نہ جانتے تھے گویا خدا پرست
اور بت پرست - گاڈ خور اور گاڈ کا پرستار ایک
ہی ملت کے افراد تھے -

(بعنوان "حقیقت حال" بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور -

۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ آخر)

ان مضامین کے آئینہ میں محمود حسن صاحب کی شکل بغور و
خوض ملاحظہ فرمائیں جو گاندھی کے خاص منظور نظر بھی تھے محمود حسن
کی تحریک خلافت کو سمجھنے کے لئے یہ مختصر بیان کافی ہے - مزید برآں
منشی تاج الدین صاحب احمد تاج فرماتے ہیں :

"آہ! ابوالکلام آزاد، محمود حسن اور اجمل

خال فسادات بہار کے روح فرسا و جانگداز اور
جسم و جاں میں سنسنی ڈال دینے والے واقعات کو
اس طرح عمداً اور جان بوجھ کر نظر انداز کر گئے ہیں
کہ جس طرح کسی دنیا میں یہ واقعات ہوئے ہی
نہیں - ایسی بے حیائی پالیسی بے غیرتی اور ایسی
بے حمیتی کا بھی کوئی ٹھکانا ہے فسادات بہار کے
مفصل حالات اگر لکھے جائیں تو اس داستان ظلم و
ستم کے لئے کئی ہزار صفحات چاہئیں چونکہ حکیم
صاحب نے نہایت مکاری اور دھوکہ بازی سے

کام لیا ہے۔ اس لئے انشاء اللہ عنقریب ہندوؤں کے مظالم کے نام سے فسادات بہار کے مفصل حالات رسالوں کی صورت میں چھاپ کر ہندوستان میں عام طور پر شائع کئے جائیں گے تاکہ ہندوؤں کے ناپاک منصوبے اور مظالم اور مسلمان لیڈروں کی نا عاقبت اندیشیوں سے بھولے بھالے اور نادان مسلمان واقف ہو جائیں لیکن فی الحال مجبلاً بتانا چاہتا ہوں کہ علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤں کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کیلئے ہزار ہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزار ہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو نہیں مسلمانوں کے ایک سو چالیس (۱۴۰) گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانات اس بے دردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے، مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے، مسلمانوں کی لاکھوں

روپے کی جائیداد آپ کے ہندو دوست کئی دن
 تک لوٹتے رہے، مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو
 آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا، اگر کسی غریب
 مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے برتن کسی کنویں
 میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے
 پتہ لگا کر وہاں سے بھی نکال لئے، آپ کے ہندو
 دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلادیں۔
 آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان
 عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ
 کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان
 مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی
 ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی
 اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو آپ
 کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید
 پھاڑ پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے
 پاس پڑھنے کے لئے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی
 نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے
 مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کیلئے
 قرآن مجید بھیجے جائیں آپ کے ہندو دوستوں نے

پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر چھپانے کو جگہ نہ رہی اور یہ خانماں برباد مسلمان کھیتوں میں چھیتے چھپاتے دن رات مختلف مقامات میں بھاگتے پھرے اور کئی کئی دن تک بچے بوڑھے اور عورتیں فاقہ کرتی رہیں۔“

(ہندوؤں سے ترک موالات - ص ۵۰۶)

پھر منشی تلج الدین صاحب احمد تلج فرماتے ہیں:

”مناسب تو یہ تھا کہ ان مظالم بہار کے

بعد ہی آپ کے ہندو دوست مسلمانوں پر رحم فرماتے لیکن انہیں انہوں نے دوسرے سال ہی بقرعید کے موقع پر کٹارپور میں مسلمانوں پر وہ ظلم کئے کہ جنہیں سن سن کر جگر شق ہوتا ہے اور دل خون کے آنسو روتا ہے، ایک نہیں دو نہیں قریباً تیس (۳۰) مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا اور پھر مٹی کا تیل ڈال کر جلایا گیا، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی گئی، مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی، قرآن شریف کے ساتھ ناپاک سلوک کیا گیا۔ یہ ہیں آپ کے رحمسل اور سوراخ کے طالب ہندوؤں

کے کارنامے ۔

(ہندوؤں سے ترک موالات ۔ ص ۸)

مولوی محمود حسن صاحب کی ساری زندگی کی خدمات کے یہ ثمرات ہیں جو مسلمانوں کے لئے عذاب شدید بن کر قتل و غارت گری اور لوٹ مار کرانا، مساجد کو شہید، قرآن کریم کو چاک کر کے پرزہ پرزہ کرانا، ہزار ہا مکانات کو جلانا، مسلمانوں کو در بدر کر کے پھراتا رہا۔ پھر بھی ڈاکٹر خالد محمود کا محسن، دین کا خیر خواہ اور مسلمانوں کا خدمتگار کھلاتا رہا ہے ان مسلمانوں سے مراد وہی مسلمان ہیں جن کے بارے میں تاج الدین احمد تاج صاحب فرماتے ہیں :

”مسٹر خدا بخش ایم اے جو ایک تعلیم یافتہ مسلمان ہیں اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں اپنی ایک کتاب میں قرآن مجید کی بابت لکھتے ہیں کہ ”وہ رسول پاک کی محض ایک ڈائری ہے جس میں جو جو باتیں ان کی طبیعت میں آتی گئی ہیں وہ درج کرتے گئے ہیں۔“ ایک اور تعلیم یافتہ لیڈر سید امیر علی اپنی تصنیف سپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ :- ”قرآن میں فرشتوں کا جو ذکر ہے وہ محض حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا وہم اور شاعرانہ نازک خیالی تھی ورنہ فرشتے

در حقیقت کوئی چیز نہیں۔“ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ”محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ایک بڑی غلطی یہ کی کہ جب قریشیوں نے ان سے کہا تھا کہ تم ہمارے تینوں دیوتاؤں کو مان لو تو ہم تمہارے خدا کو مانیں گے تو انہوں نے کچھ عرصہ کے لئے مان لیا۔“ وہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قانون نیم وحشی عربوں کے لئے اچھے تھے میں بھی مانتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تعلیم نے عرب کے وحشیوں کی حالت کو بہت سدھارا تھا مگر اب وہ بعید از وقت ہیں اور آج کل کے سائنس کے معاملہ میں اس کی گنجائش نہیں۔“ اس طرح سید امیر علی آخضر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پردہ سسٹم کے مخالف ہیں اور کثرت ازدواج کے مسئلہ کو زناکاری خیال کرتے ہیں۔ صوفی فرقہ کے آدمی ہماری مانند ”اوم اوم“ کی بجائے اللہ اللہ کر کے پر نام کرتے ہیں۔ مظہر الحق جو مسلمانوں کے ایک سربراہ آورده لیڈر ہیں، انہوں نے اپنی تقریر میں گوشت کو انسانوں کی قدرتی خوراک نہیں بتلایا

اور ایک اور لیڈر مسٹر یوسف علی ایم اے نے ابھی دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: ”اے مسلمانوں! اگر تم اپنی زندگیوں میں پاکیزگی چاہتے ہو تو رامن، مہابھارت اور گیتا کا پائٹھ کرو۔“ غرضیکہ اسلام بھی اب ایک زمانہ ماضی کا مذہب ہو گیا اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو تسلی نہیں دے سکتا۔ اس کے آخر میں آپ نے فرمایا ”ویدک دھرم تمام دنیا کی مشکلات کو حل کر سکتا ہے اور اس کا پرچار کر کے ہم دنیا میں سورا جیہ ہی نہیں بلکہ چکرورتی راج حاصل کر سکتے ہیں۔“

(ہندوؤں سے ترک موالات ص ۱۶۔ بحوالہ از اخبار ہندو)

ماہنامہ لاہور۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

ڈاکٹر خالد محمود کی مسلمانوں سے مراد اس قسم کے مسلمان کھلانے والے اصحاب و اشخاص ہیں جن کے امام و مقتدا مولوی محمود حسن صاحب ہیں انکی تحریک خلافت کے ثمرات کتاب مستطاب ہندوؤں سے ترک موالات میں اجمالاً مسطور و مذکور ہیں جو چاہے ملاحظہ فرمائے:

مولوی محمود حسن کی قرآن فہمی

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ

لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (الانبیاء: ۸۷)

محمود حسن اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

”اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو

جب چلا غصہ ہو کر، پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں

گے اس کو۔“

(ترجمہ محمود حسن تاج کمپنی نمبر ۱-۹۷ ص ۴۲)

اس ترجمہ میں اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کی ترجمانی اس

طرح کی کہ یونس علیہ السلام نے سمجھا کہ ہم (اللہ تعالیٰ عزوجل) اس کو

پکڑ نہ سکیں گے۔ ایک یہ اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ کا انکار اور عجز و

مجبوری کا اقرار ہے۔ دوم یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کذب و بہتان

ہے کہ نبی تو ہر نوع معصوم ہوتا ہے ان کا سمجھنا تو بڑی بات وہ تو وہم

بھی نہیں کر سکتے کہ اللہ عزوجل ان کو پکڑ نہیں سکے۔ (معاذ اللہ)

استغفر اللہ) حالانکہ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے:

”اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا

غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ

کریں گے۔“ (کثر الایمان)

محمود حسن نے ”نقدار“ کا ترجمہ کیا کہ ہم پکڑ نہ سکیں گے
”نقدار“ متکلم قدر سے ہے اور قدر کا معنی تنگی یا تنگ کرنے کے ہیں
جیسے دوسری جگہ ارشاد فرمایا جاتا ہے :

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر

(سورہ الرعد : ۲۶) اللہ جس کے لئے چاہے روزی

کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔“

یقدر بھی قدر سے ہے معلوم ہوا قدر کا معنی تنگ کرنا ہے۔

دوم اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان المنفقین یخدعون اللہ وھو

خادعھم (النساء : ۱۳۲)

محمود حسن اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

”البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ

سے اور وہی (اللہ) ان کو دغا دے گا۔“

(ترجمہ محمود حسن تاج کینی نمبر ۱-۶۰)

یہاں اللہ عزوجل کو جو سبوح و قدوس ہے اس کے متعلق

لکھا، وہی ان کو دغا دے گا۔ اللہ عزوجل کو دغا دینے والا کمنا کتنا بڑا ظلم

ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :

”بیشک منافق اپنے گمان میں اللہ کو

فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی (اللہ) انہیں غافل
 کر کے مارے گا۔“ (کنز الایمان)
 اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِذَا اسْتَيْسَ الرِّسْلُ وَظَنُوا اَنَّهُمْ
 قَدْ كَذَبُوا (سورہ یوسف: ۱۱۰)

مولوی محمود حسن ترجمہ کرتے ہیں:

”یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے
 رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ سمجھا
 گیا تھا۔“

(منج گپنی نمبر ۱-۶۷)

رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب اللہ عزوجل سے ناامید
 ہونا اور اللہ کے فرمان کو جھوٹ جانتا کتنا بڑا ظلم و کفر ہے یہ محمود حسن
 کا ایمان ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکا ترجمہ کرتے ہیں:-

”یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری
 اسباب امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے
 غلط سمجھا تھا۔“

(کنز الایمان)

تفسیر مدارک میں ہے کہ قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں نے

انہیں جو عذاب کے وعدے دیے تھے وہ پورے ہونے والے نہیں
اور محمود حسن نے اس کو رسولوں کی جانب منسوب کر دیا۔

محمود حسن صاحب کا دین

ڈاکٹر خالد محمود اور تمام دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود حسن نے
رشید احمد گنگوہی کے انتقال پر ایک طویل مرثیہ قلم بند فرمایا جس کے
بعض اشعار ان کے دین کا آئینہ دار ہیں۔ رشید احمد گنگوہی کے بارے
میں فرماتے ہیں:

ص خدا ان کا مربی تھا وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(مرثیہ محمود حسن ص ۹، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

محمود حسن صاحب رشید احمد گنگوہی کو مربی خلائق فرما رہے
ہیں ہم خالد محمود کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب کے ترجمہ
قرآن مجید سے اس کا مطلب نقل کرتے ہیں:

”الحمد لله رب العلمین“

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں

ہر عالم کے۔“

(ترجمہ اشرف علی۔ تاج کمپنی۔ ۳۳)

عالم بمعنی خلق اور خلق کی جمع خلائق مطلب یہ ہوا کہ محمود

حسن کے دین میں رشید احمد گنگوہی رب العلمین ہیں۔ نیز محمود حسن صاحب فرماتے ہیں:

ص مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذریٰ ابن مریم

(مرثیہ محمود حسن۔ ص ۲۲۔ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

دیوبندیوں کے شیخ الہند حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

مخاطب کر کے بتا رہے ہیں ہمارے آقا گنگوہی وہ ہیں جنہوں نے

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اے ابن مریم اس مسیحائی

کو ملاحظہ فرمائیں آپ نے تو صرف مردے ہی زندہ کئے ہیں یہ عیسیٰ

علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طعن اور فضیلت دینا ہے۔ (معاذ اللہ)

نیز لکھتے ہیں:

ص قبولیت اے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

(مرثیہ محمود حسن۔ ص ۱۱۔ کتبخانہ رحیمیہ دیوبند)

گنگوہی کے کالے کلوٹے بندے یوسف ثانی ہیں تو گورے

اور خوبصورت بندے یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام سے بہتر اور اعلیٰ

ہوں گے۔ جس کے بندے (معاذ اللہ) یوسف علیہ السلام سے بہتر اور

افضل ہوں اس کی شان کا عالم کیا ہوگا۔

نیز فرماتے ہیں:

ص پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوق عرفانی
(مرثیہ ص ۱۰۔ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

معلوم ہوا کہ محمود حسن کے دین میں گنگوہ کعبہ معظمہ سے
افضل و اعلیٰ ہے کہ ذوق عرفان والے کعبہ میں گنگوہ کا راستہ تلاش کر
رہے ہیں۔
اور فرماتے ہیں:

ص تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کھوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی
(مرثیہ - ص ۱۰)

یہ تشبیہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر تشریف لے
جانے اور اپنے رب عزوجل سے رب ارنی عرض کرنے سے گویا
رشید احمد کی قبر کو طور اور خود کو کلیم سے تشبیہ دے کر ارنی فرما
رہے ہیں تو رشید احمد گنگوہی کو کیا جانا؟

اس قسم کے اشعار مرثیہ گنگوہی میں متعدد موجود صرف بطور
نمونہ چند اشعار پر اکتفا کیا گیا یہ دیوبندی دھرم کی خصوصیات ہیں جو
ڈاکٹر خالد محمود کے نامدار آقاؤں سے مذکور ہیں۔ اللہ عزوجل شرف
قبولیت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ رشد و ہدایت کا
سبب بنائے آمین۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع
 العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم
 وصلى الله تعالى على خير خلقه ونور عرشه
 وزينه فرشه سيدنا وسيلتنا ومولنا محمد
 واله واصحابه وبارك وسلم ابدا.

سگ بارگاہ رضا ابوالرضا محمد عبدالوہاب خان القاوری الرضوی غفرلہ

چهارشنبه ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ - ۵ جون ۱۹۹۶ء

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ کی بات	۱	مقدمہ
۸۹	ذہن کی رسائی	۱۲	دانشمند ڈاکٹروں کے تاثرات
۹۰	سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان میں گستاخی	۳۶	ڈاکٹر خالد محمود اپنے علم و حواس کے آئینے میں
	دیوبندی دھرم میں میاں جی منے شاہ	۳۸	میرادین
۹۱	صاحب کی عصمت	۴۴	وسلی قدیم
۹۳	اکابر علمائے دیوبند کی غیرت ایرانی	۴۶	نیادین "دیوبندی"
۹۷	ڈاکٹر کی ذہنی خباثت	۴۸	دیوبندی دھرم سے مسلمانوں کو نفرت
۱۰۳	تفریق بین المسلمین	۵۰	اصل چیزیں ہی بھیج دیا کرو
۱۰۵	تفریق بین المسلمین کا بانی	۵۲	اعلیٰ حضرت صاحب ثروت تھے
۱۰۷	مکفر المسلمین	۵۴	نگہری کی تلاش
۱۱۶	مولوی اسلمیل اور علمائے اسلام	۵۵	سروے کے لیے بے چین
۱۲۵	وستان و ہایت	۵۷	مرتے وقت چندہ مانگنا
۱۳۷	امام احمد رضا کی احتیاط و تنبیہ	۵۸	اصلی چیزیں بھیجا
۱۳۸	امام احمد رضا پر بہتان بے پایاں	۶۱	کفن بھیجا
۱۵۰	فیصلہ کن مرحلہ	۶۴	نذرو نیاز
۱۵۴	حتمیہ	۷۲	ڈاکٹر کی تمذیب
۱۶۷	دیوبندی کون؟	۸۸	اکابر علمائے دیوبند کے ادب و احترام کا نمونہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۹۶	عمل میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں	۱۸۳	ڈاکٹر خالد محمود کا افلاس قسم
۲۹۸	ڈاکٹر کا افلاس و جنون	۱۹۳	علمائے دیوبند کی دیانت کا نمونہ
۳۰۱	علمائے دیوبند سے ایک سوال	۱۹۶	مولوی قاسم نانوتوی کا مرتبہ
۳۰۱	امکان کذب باری تعالیٰ	۱۹۶	مولوی خلیل احمد انجمنی کا مرتبہ
۳۰۳	ڈاکٹر خالد محمود کا ذہنی توازن	۱۹۷	مولوی اشرف علی تھانوی کا مرتبہ و مقام
۳۰۹	دیوبندی دھرم میں خدا کی شان	۲۰۹	دیوبندی دھرم کا نص قطعی
۳۱۰	مسئلہ رحمۃ للعالمین	۲۱۱	مصنوعی کتابیں
	علم محیط زمین شیطان و ملک الموت کے لئے	۲۱۲	انگریز حکومت کے وفادار علماء
۳۱۴	نص سے ثابت	۲۱۴	انگریزوں کی حمایت میں مرنے والا شہید
۳۱۷	نص قطعی	۲۱۴	انگریزوں کی خدمت گزاری
۳۱۸	علماء مدرسہ دیوبند سے معاملہ	۲۲۴	مولوی اسماعیل دہلوی کی انگریزوں سے
	دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی	۲۵۳	محبت و جہاں شہری
۳۲۳	اشرف علی صاحب تھانوی	۲۵۶	ڈاکٹر خالد محمود کا ایمان
۳۲۴	ڈاکٹر خالد کا فریب	۲۶۳	اعظم حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت
۳۳۵	مولوی اشرف علی اور ان کا مرید	۲۶۶	قیامت سے پہلے مومنین کا اٹھ جانا
۳۳۸	مولوی محمود حسن کی نقاب کشائی		بڑے بھائی ہونے کی نصرت کا ذکر
۳۴۹	مولوی محمود حسن کی قرآن فہمی		مولوی اسماعیل دہلوی حضرت مولانا شاہ
۳۵۲	محمود حسن صاحب کا دین	۲۷۱	عبد القادر صاحب دہلوی کی نظر میں
		۲۷۵	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عداوت
		۲۸۱	مولانا محمد قاسم نانوتوی کی حمایت و تائید